

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
وَأَطِيعُوا أَمْرَ اللَّهِ وَأَطِيعُوا أَمْرَ الرَّسُولِ  
وَأَطِيعُوا أَمْرَ الْإِمَامِ

# نفلیات

مولانا محمد اسماعیل سنہری

(مولانا) معاذ اللہ سلم سنہری

علامہ دیوبند کے علوم کا پاسان

دینی علمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل

حقی کتب خانہ محمد معاذ خان

درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین

ٹیلیگرام چینل

بِأَيِّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا أَوْلِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ

# تَقْلِيدِئِمَّة

ائمہ اربعہ کے مختصر حالات، نیز تقنی اہمیت ضرورت  
ایک جامع و عظیم البیف

مؤلف

شیخ الحدیث مولانا محمد اسحاق صاحب سنبھلی

مناشہ

مولانا معاذ الاسمر سنبھلی  
مدرسہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ (آباد) (پنجاب)

بہار

محفوظ الحسینی

نام کتابی تقلید نامہ  
 مؤلف مولانا محمد شعیب صاحب سنبھلی  
 ناسخ مولانا معاذ الاسلام صاحب سنبھلی  
 تعداد ایک ہزار  
 قیمت انچھ روپیہ  
 جامعہ م محفوظہ الحسن سنبھلی  
 مطلوبہ جملہ پریس دہلی ۱۱-۲۰۲۰

### کتاب خانے کے پتے

- ۱۔ محفوظہ الحسن سنبھلی
- ۲۔ دارالعلوم دیوبند
- ۳۔ دارالعلوم امین آباد
- ۴۔ دارالعلوم علی گڑھ
- ۵۔ دارالعلوم لاہور
- ۶۔ دارالعلوم کراچی
- ۷۔ دارالعلوم دہلی
- ۸۔ دارالعلوم بنارس
- ۹۔ دارالعلوم جالپائی
- ۱۰۔ دارالعلوم بھوپال
- ۱۱۔ دارالعلوم ممبئی
- ۱۲۔ دارالعلوم راجستھان
- ۱۳۔ دارالعلوم گجرات
- ۱۴۔ دارالعلوم سندھ
- ۱۵۔ دارالعلوم بلوچستان
- ۱۶۔ دارالعلوم خیبر پختونخوا
- ۱۷۔ دارالعلوم آزاد کشمیر
- ۱۸۔ دارالعلوم گلگت بلتستان
- ۱۹۔ دارالعلوم فوج
- ۲۰۔ دارالعلوم برصغیر

# فہرست مضامین

۶۳	فیضانِ کرم کو مانی کیوں کہا جاتا ہے	۳	پہرہ تحریر
	تقلید پر کیے جانے والے افعال وادات	۵	عرض ہائے شکر
۶۴	کی حقیقت اور اس کا جواب	۶	آراءات مفتی عقیق الرحمن صاحب
۶۵	اندرجی تقلید	۸	پیش لفظ
۹۹	حضرت امام اعظم ابوحنیفہ	۱۳	مقدمہ
۱۰۰	امام صاحب کے حالات	۲۱	مقدمہ تقلید اور اس کی حقیقت
۱۰۱	امام صاحب کے متعلق بشارت نبوی	۲۳	استنباد اور تقلید کی ضرورت
۱۰۲	امام صاحب تالیفی تھے	۲۷	اسلاف پر امتداد دین کی قیادت
۱۰۳	امام صاحب کا علم	۲۸	تقلید کی شریعت
۱۰۵	حجرت و تاریخ اور ملاقات	۳۲	تقلید کا ثبوت
۱۰۶	مرد و عورت اور ادا و استحقاق		تقلید کے بانی میں شاہ ولی اللہ
	امام اعظم فقہ عہد و قیام اور	۳۶	کامسک
۱۰۷	حیدر علیا نقطہ تھے	۳۷	جو صحابہ و تابعین میں تقلید
	امام صاحب پر چرچ میں اور ان کا	۳۸	تقلید شخصی میں انحصار
۱۲۵	اجمالی جواب	۳۹	تقلید شخصی کا رواج
۱۲۶	تفصیلی جواب کی تمہید	۴۰	مذہب اربعہ میں تقلید شخصی کا انحصار
۱۲۷	تفصیلی جواب	۴۱	مذہب اربعہ میں تقلید شخصی کا انحصار
	فقہ حنفی کے مسائل کے	۴۸	فصل ربانی ہے
	ثبوت میں احادیث و	۴۹	تقلید شخصی کا وجہ
۲۰۹	آثار	۵۳	اندر حدیث تقلید تھے
	ایک مشہور اور	۵۸	امام ابوحنیفہ کی تقلید اور تاریخ پیچیدہ
۲۳۶	اس کا جواب	۶۰	عدم تقلید کا آغاز



## عرض ناشر

۱۸۵۷ء کے بعد نجدیوں سے متاثر ہو کر ہندوستان میں غیر مقلدیت کے فتنے نے جنم لیا اور ایک چھوٹی سی جماعت نے تقلید کو ایک گمراہی قرار دے کر مسلمانوں میں نفرت و اختلاف کی فضا کو وسیع اور اندک کرام خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہؒ کے خلاف بے بنیاد الزام تراشی سے سبک دھوم اور ریڑھ کی ہاتھوں کا سلسلہ شروع کر دیا جو آج تک جاری ہے۔ علمی و محافل سے تقلید کے ثبوت اور عدم تقلید کے حینک نتائج برسر صرف علماء مقلدین بلکہ بعض خالصہ مزاج علماء رضیہ مقلدین کی بھی بڑی تعداد میں مستند کتابیں موجود ہیں لیکن اردو میں ایک ایسی جامع کتاب کی شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جو جامع ہونے کے ساتھ ساتھ عام فہم بھی ہو کر کرسی سے عوام و خواص میں سبکی استفادہ کر سکیں۔ المیزان حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب سبکی (جن کے علمی روحانی اور سیاسی مقام سے نصف صلیح مراد آیا ہو بلکہ پورا ملک واقف ہے) نے انتہائی جامع مدلل و محقق کتاب تقلید ائمہ مرتب فرما کر پوری امت خصوصاً مقلدین حضرات پر احسان فرمایا۔ **ختمہ کا اللہ بخیر الخلق**

جہاں عالم بجا بھوکا نکلیں چند وہ سے حضرت مولانا طویل نیمے اور بار بار اس کا اظہار فرماتے تھے کہ میری آخری خلافت ہے سب کی یہ خواہش تھی کہ یہ کتاب ان کی زندگی میں ہی چھپ کر تیار ہو جائے اور اس کے لیے مولانا مرحوم کے پوتے عزیز مولانا محفوظ الحسن صاحب نے غیر معمولی حد و جد بھی کی لیکن عمر پر تقدیر غالب آئی اور اس جد و جد کے درمیان میں وہ گھڑی آپہنچی جس نے حضرت مولانا کو چہرے کے لیے ہم سے جدا کر دیا۔ **ان اللہ وانا الیہ راجعون**

مولانا کے انتقال کے بعد کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ کتاب کی طباعت مزید مؤخر ہوئی علیٰ گن اور پورے دو سال کے بعد یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے۔ اس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ کتاب کی طباعت اسی ماہ (نومبر) میں مکمل ہو رہی ہے جو مولانا کی وفات کا چہینہ ہے۔

معاف الخیر! مولانا کی وفات کا چہینہ ہے۔

نومبر ۱۹۷۷ء

## ہدایہ تشکر

یہ کتاب عقیدہ سلسلہ تین سال کی محنت اور محنت کش کا نتیجہ ہے اس کی طبعیت میں پہلی وقت و دشواری تو کتابت کے عمل اس کی تصحیح و ترمیم پر ہیں اور بروقت و غیر وقت کا یہ کتاب اس کی جلد سازی و غیرہ کرنا مجھے بس کا رنگ و قماش اس کیلئے بہت ہی کم بودا گا اور تشکر گذار ہوں میرے عزیز مولا کا حافظ صاحب الحسن طرانتہ تعالیٰ پروردگار و مولانا محمد امین مرحوم و بیٹے کا اہم ہونے نہایت محنت اور بے فکاشی اور پوری توجہ کیساتھ جس کام کو میں کوئی اہتمام دیا۔ دوسری شکل اس پرورش باگرائی کے زمانہ میں اس کتاب کی طبعیت کے سلسلہ میں مالی و شراری و پریشانی تھی مگر خدا و کریم نے یہ رزق بھیجے جس سے صحت پیدا ہوئی کہ میں اس کتاب کی تدریس پر مجھے پڑھوں کہ میرے پیچھے جس نے اس کتاب میں جو اضافہ فرمایا اور مالی اعانت فرما کر مجھ کو اس قابل کر دیا کہ میں اس کتاب کی تالیف کو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اس سب کمال سے شکریہ ادا رہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو بری و بخیر ہی ترقیات سے نوازے۔

### اساتذہ گرامی معاذ بن

- ۱۔ مولانا اسحاق صاحب مدظلہ صاحب آئندہ میز تحریرات کے دیگر احباب۔
- ۲۔ میری کے بعض احباب جنہو۔ مولا محمد و احمد صاحب رحمہم کی مجلس۔
- ۳۔ صاحب کرم الحاج محمد فاروق صاحب الکتاب پٹری خبر، دہلہ پور۔
- ۴۔ میاں بنارس پور پور مولانا مولانا اجماع صاحب تعالیٰ۔
- ۵۔ مولانا شیخ ولد اسمین صاحب الحاج شیخ عبداللہ صاحب امور پور۔

## تاثرات حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی

مولانا محمد اسحاق صاحب مہلی مرحوم کی سرگزشتوں اور اصلاحوں کا اعلیٰ میدان اگرچہ افریقہ و خطابت تھا اور واقعہ ہے کہ وہ میدان کے نامور جوان تھے لیکن عمر کے آخری حصہ میں نصیب و تالیف کی فوری ضرورتیں میں داخل ہو گئے تھے اور وقت کا برا حصہ اس خدمت میں صرف کرتے تھے۔ رہا کہ تقلید اور سبکدوشی کے اسی ذوق کی ایک کڑی ہے مرحوم اس دنیا میں ہونے اور ازواج الفاضلہ کے ساتھ جو سے مشورہ کرتے تو ان سے یہ مختلف تر مقرر کرتے کہ تقاضے چل گئے ہیں اور خدمتِ علم میں ایک بہت سے شے ہیں۔ فوجی مسائل کو چھوڑ کر مہل مدرسہ کی خدمت گئے۔ دراپنی صلاحیتوں کو اس پر بھروسہ کیا۔ لیکن اب وہ ہائے مشورہوں سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔ ان کی روح و تقادیر کی انصاف سے خوش ہوگی اور ہم ان کی روح کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ جہاں تک تقلید اور اتباع ائمہ دینی کا تعلق ہے تو یہ ہے کہ ایک قلعہ کی ناکر بہت ضرورت ہے جو چاند سے بھی داخل سے بے نیاز ہے۔ موقع کی سادہ سادہ سے حضرت مولانا اسحاق علی عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط کی ایک عبارت نقل کرتا ہوں اس سے مسئلہ انقلاب ائمہ پر اچھی فاضلین روشنی پڑتی ہے۔ فرماتے ہیں۔

میں نے ایک نگہ بیان کیا تھا کہ ہم علی الاطلاق غیر مقلدین کو برا نہیں کہتے ہیں۔ دیکھئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مقلد نہ تھے مگر ہم ان کو مانا دیتے اور ان سے بھی نہیں اس زمانے کے اکثر غیر مقلدین سے بے شک ہم کو سنا ہوتا ہے۔ ان میں مولانا امام ربیع و قاضی بہرہ پوری ہیں۔ ایک سبکدوشی ساتھ دیگر ان دو مسلمان کی شان میں ہر ذاتی و باطنی ہم نفس غیر مقلد ہی کو کام نہیں کہتے۔ غیر مقلد ہی میں ایک مسلک ہے لیکن اس وقت کے مفاسد کو دیکھ کر ہم کو پسند نہیں بہت سی چیزیں ہم کو مہمل ہیں مگر بعض طبائع کے نزدیک پسند ہوتی ہیں مثلاً اوقاف کی شریعت جاننے والے مگر انہیں مزاج و لطیف الطبع لوگ اس کو پسند نہیں کرتے۔

(استدلال بظروف و حالات ۱۹ ستمبر ۱۹۱۹ء)

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں کوئی چیز رضی سوائے اللہ و رسول کے اس نے حضرت کے یہاں ہضم کے لوگ تھے۔ بے تقلید بھی وہ نہ تھے۔ بدعت بھی اور سلسلہ میں داخل کرنے کے لیے اختلافات میں سے کوئی شرط نہ تھی۔ فرمایا کرتے تھے: یہاں سب ٹھیک ہو جائیں گے۔ آئے۔ وہ اور نہ حالت خاص حضرت کے شاہان شان تھی۔ دوسروں کو ایسا ماننا سب نہیں۔ ایک بے تقلید کو دعوت فرمایا، وہ تین دن بعد حکم ہوا کہ انھوں نے رفیع الدین اور ابی بکر سید بے وزیری کو خوش نہیں ہوئے اور فرمایا: وہ آئے تو فرمایا اور اگر تمہارا اس لئے کسی بدلہ لگتی ہو تو غیر ذریعہ اگر میری وجہ سے ہوا ہو تو زکات سنت کا وبال ہیں اپنے وزیر نہیں لیتا، یہ بھی سنت ہے، وہ بھی سنت ہے، یہ جان اللہ! خدا کے نزدیک کیا نفع تھا اگر تم شخص کو شیخ کرے جو وہ تدویس سے نکال دے۔  
(عین النکاح ص ۲۳، انوار ص ۲۳)

مجھے واقعہ یہ ہے بعض علماء برائے طرح کے مباحث سے زیادہ دل چسپی نہیں ہے، شروع سے ہی اقتداء جمع ہے، ایسی حالت میں مروجہ مباحث کے دلائل و مباحث کا تجزیہ بھی کیسے کیا جاسکے۔ اور ان کی محنت کی طاقت ان الفاظ میں دی جاتے ضرورت اس کی ہے کہ اپنے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہ کر وسعت و رواداری کا جذبہ عام کیا جائے۔ علامتہ بریلوی کا ہمیشہ یہی شیوہ رہا ہے اور یہی جہت ہے۔  
اسے کمال حق کے دیوانے  
اور اسے محنت یہی ہے اک بات

عقیقۃ الحیثین عثمانی

ندوة المصنفین، جامع مسجد، دہلی ۲  
۱۹ ذی القعدہ ۱۳۹۷ھ  
مطابق ۱۰ نومبر ۱۹۷۷ء



آواز ہو گیا۔ جنگ آزادی کے اتمام کو وقت آیا تو بہرہ کر کے میرا انعام بھی ہے کہ میرا ملک  
 آزاد ہے۔ آپ سیاست کو کمال حاصل ہو کر پھر تعلیم و تصنیف کے واسطے میں واپس آ گئے  
 اور ہر برس ہر برس ہمارے شغل میں مصروف ہیں۔ ہندوستان کے مختلف حصے جسے دانشور  
 میں قرآن و حدیث کا درس دیا ہے ہر قول کے قدم قدم حدیث اور قرآن کی ضمانت  
 خدمت کے ساتھ فقہ کی حدیث سے وابستہ ہے جس کی ایک مثال یہ تصنیف ہے کہ اس  
 طرح وہ در کئے عام شریعت در کئے مدائن عشق کی ایک تصویر ہو رہا ہے جس کی زندگی  
 آگاہی و اطلاع وسیع گہرائی اور گیرائی کا حامل اپنے موضوع سے متعلق جدید و قدیم تمام معلومات  
 پر نظر ہے۔

یہ رسالے کے اہل علم میں مشغول و متاخرین کی ناک اور مولے مع کتاب ہفت  
 اور صنف اور نثر ہے۔ ہر قول کو کتاب اس دعوے کا بین ثبوت ہے۔  
 یہ واقعہ ہے کہ اس کتاب میں منصور علی شاہ علیہ وسلم کے ہمارے جدید اسکے  
 بعد صابر کرام شہوان القہر جیسے جہین کے پاک دور میں اور پھر تہذیب کا جہین تہذیب کا جہین  
 تہذیب کو نام اور نظام کے ناولوں میں میں طرح و میل اور ثبوت کے ساتھ تعلیم کو ثبوت  
 کیا گیا ہے اس کے بعد اگر جیسے جہان غیر مقلدین حضرات ہر دعویٰ کا ٹھہر چکی اور مد  
 کو پھر اگر پائنداری پختہ دل سے غور کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ عدم تعلیم  
 کے عقیدہ پر چکے رہیں۔

تعلیم کے اقسام شرعی و غیر شرعی منقسم و غیر منقسم کو تاریخ واریان کر کے وضع کیا گیا  
 ہے کہ جس زمانہ تک کسی قسم کی تعلیم رائج رہی پھر دوسرا زمانہ کیوں اور کب شرعی ہوا  
 اس شخص کو پھر کو پوری معلومات حاصل ہو جائیں۔

کتاب کا انداز بیان نہایت سادہ اور عام فہم ہے کہیں کہیں منطقی جہاں جہاں  
 ہے۔ نویں معلومات کی ترتیب میں تقابلیں بہت مناسب ہیں۔ منطقی میں تعلیم کا

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں کوئی چیز نہ تھی۔ سوائے اللہ  
 و رسول کے۔ اس لیے حضرت کے یہاں ہر قسم کے لوگ تھے غیر مفید نہیں  
 دینی بھی، برائی بھی اور سدا میں داخل کرنے کے لیے احادیث و روایات  
 سے کوئی شرط نہ تھی، فرمایا کرتے تھے: "میاں سب ٹھیک ہو جائیں گے"  
 آنے والا اور یہ حالت خاص حضرت کے طالبانِ کمال تھی، دوسروں کو  
 ایسا مانا سب نہیں، ایک غیر مفید کو دعوت فرمایا، دو تین دن بعد علم و  
 کرامتوں سے مدفعِ ایدین اور امین باہر سب چھوڑ دی تو خوش نہیں  
 ہوئے اور فرمایا: "وہ آئے تو فرمایا اور اگر تمہاری رائے میں بدل گئی  
 ہو تو خیر و زینہ اگر سری وہ سے دیا ہو تو ایک سنت کام بال کمال ہے  
 تو رہ نہیں لیا، ہر بھی سنت ہے، وہ بھی سنت ہے، "مجان اللہ  
 خدا کے اندر کیہ تو شیخ تھا، اگر ہر شخص کو کہہ دو وہ وہی سے مل جائے۔

(میل القام ص ۷، مقولات ۲۳)

یہ واقعہ ہے جس میں اللہ براسِ خراج کے مساحت سے زیادہ دلچسپی نہیں ہے  
 شروع سے ہی اتفاق و تسبیح ہے، ایسی حالت میں ہر قسمِ تواضع کے دلائل و مساحت کا تجزیہ  
 ہو گیا ہے کیا ہے، ادا کی محنت کی داد گن الفاظ میں دی جائے ضرورت اس کی ہے کہ  
 اپنے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہ کر وسعت و روا داری کا جذبہ عام کیا جائے طمانے  
 آخرین کا ہمیشہ ہی شیوہ رہا ہے اور یہی حق ہے۔  
 اے کمالِ حق کے دیوانے  
 ماورائے سخن یہی ہے اک بات

عَلِیْقُ السَّعْدِیْنَ عِثْمَانِی

ندوة السعديين، جامع مسجد، دھری ۶

۱۹، رومی قندہ ۱۳۹۷ھ

مطابق نومبر ۱۹۷۷ء

# پیش لفظ

امام مولانا رشید الوحیدی القاسمی

ناظم شعبہ دینیات جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

۱۹۶۶

عبدالوہاب محدثی، ترمذی شوقانی، ابو داؤد خطابی اور ابن حرام کے اثرات سے متاثر ہو کر ایک چھوٹی سی جماعت برابر تقلید کے خلاف مصروف کار رہی ہے اور کس جرات مند انگشتی کا اعلان کرتی رہی ہے کہ جعلی ائمہ کرام کے مقابلہ میں قرآن و حدیث کو وہ لوگ زیادہ سمجھتے ہیں لہذا ان ائمہ کی بات نہ مانی جائے بلکہ عقل و فہم کے مقابلہ میں اپنے عقل و فہم پر کام عقل و فہم ہی پر ترجیح دے کر کہ قرآن و حدیث سے دین کو سمجھنے کی کوشش کئے ان کی اس ابد فریبی اور تقلید کی حقانیت کی ایک کھلی ہوئی دلیل تو یہی ہے کہ ہر زمانہ میں سو فیوہ ائمہ اربعہ میں سے کسی دھمکی کی خصوصاً امام اعظم کی تقلید کا نہ صرف قائل رہے بلکہ اس پر مالی بھی ہے۔

عقل و فہم سے تقلید کے ثبوت کیلئے قدیم و جدید مستند حوالوں کی کیا نہیں جڑی طرح عدم تقلید کے خلاف نہ صرف علماء تقلید بنی عداوت غیر تقلید میں سے بھی عقل و فہم بہت کچھ دلائی ہیں کہ جیسے ہیں، ضرورت صرف اس بات کی عقلی کہ کوئی وسیع المطالعہ صاحب علم و تحقیق ان حوالوں کو کیا کر سکے گا کہ کوئی کے سامنے مستند کامیروں سے روئے ہو سکے۔ یہ مریضہ تصنیف یہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد امین صاحب جعفی و تقلید کا رد حقیقی اور عالمانہ کارنامہ ہے جس میں یہ حوالہ بدرجہ اتم نظر آتی ہے۔

غیر تقلیدین حضرات ہندوستان میں عدم تقلید کی اشاعت اور اس فطریہ کے  
قرام کے چہاں اور اسباب بتائے ہیں ایک سبب یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ امام شاہ  
ولی اللہ دہلوی نے نہ صرف خود غیر مقلد تھے بلکہ اس تحریک کے دال اور پیشوا اور دیگر ترجمان  
دلی دہجہ والی، اس کتاب میں کچھ اس جمل اور علامہ امینی کی کئی کلمات جوئی نے کی یہ شاہ  
صاحب پر کس قدر تعلیم پٹان اور ان کی خدمت حدیث کو عدم تقلید کا نام دیا گیا ہے  
بات صرف اتنی ہی ہے کہ حدیث کے مقابلہ میں لوگ فقہ کی طرف زیادہ متوجہ تھے  
شاہ صاحب نے اس دور میں احادیث کو رائج کرنا چاہا اس کا یہ طلب ہرگز نہیں کہ  
آپ نے فقہانہ تقلید کا رد فرمایا۔

مولانا امجد علی دہلوی نے تحریروں اور ترجموں سے ثابت کر دکھایا ہے کہ عدم  
تقلید اس کیلئے کس قدر فائدہ اور تقلید کس قدر ضروری ہے اس طرح موافق و موافقت  
علمائے حوالہ و دلائل پیش کر کے مسئلہ کو اور بھی واضح کر دیا ہے اور اس قدر مسلمات  
سے فاضل مصنف کا تجربہ بھی سامنے آتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد رحیل صاحب جلیل دظلال ایک طرف قرآن و حدیث  
کے علوم پر کامل عبور رکھتے ہیں آپ کی تصنیف اخبار السنن میں قرآنی مطالبہ کے صرف  
ایک پہلو کی تصویر ہے علم خصوصاً کے وقت ملک کو صرف تقلد کے طور پر نہیں سمجھا ہے  
بلکہ اس میدان کے ایثار و اس شیخ طائیت حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی  
کے مستند اور ضابطہ ہیں آپ کو تصوف کی تاریخ پر بھی اچھا علم ہے آپ کی کتاب مقامات  
تصوف قابل مطالعہ ہے۔

آپ علمائے مہاجرین کی صف میں آتے ہیں ہندوستان کے افغان سیاست پر  
سالہا سال نمایاں حصہ جمل کافی پوچھیں کی تحقیر اور داشت کیا اور یہ سب اپنے ملک  
پر خیر و دل کے تسلا کے خلاف کیا اور جب اس غیر کا بویا بستر ہندو گیا ہندوستان



ازاد ہو گیا، جنگ آزادی کے اقسام کا وقت آیا تو یہ کہہ کر کہ میرا اقسام یہی ہے کہ یہ وہ کہ  
 ازاد ہے، آپ سیاست کو کمال دیکھ کر یہ تعلیم و تعلیم کے واسطے میں اور میں آگئے  
 اور برابر اس سارے شوق میں مصروف ہیں ہندوستان کے خلاف جسے اپنے لشکر کا  
 میں قرآن و حدیث کا درس دیا اپنے بزرگوں کے قدم پر قدم حدیث اور قرآن کی تفسیر  
 حدیث کے ساتھ فقہ کی حدیث سے واسطہ ہے جس کی ایک مثال یہ تصنیف ہو کہ اس  
 طرح سے کہ تمام شریعت و دین کے سنان و شوق کی ایک تصویر مولانا سید علی کی زندگی  
 آپ کا مطالعہ وسیع کر دے اور گہرائی کا علم اپنے موضوع سے متعلق جدید و قدیم تمام معلومات  
 پر فاضل ہے۔

یہ مسائل کے ہندو میں متقدمین و متاخرین کی طائے اور اسے مع کتاب مصر  
 اور مصنف اور نثر ہے، اور لکھنؤ کتاب اس دعوے کا یہ ثبوت ہے۔  
 یہ واقعہ ہے کہ اس کتاب میں مصنف اس طریقہ و مسلم کے بارگاہ ہند میں اسکے  
 بعد سارے کرام عنوان اللہ علیہم اجمعین کے پاک دور میں اور پھر تدریجاً مابین اسی  
 مصلحت کرام اور عوام کے راجوں میں اس طرح دلیل اور ثبوت کے ساتھ تعلیم کو ثبوت  
 کیا گیا ہے کہ اس کے بعد کہ ہمارے ہمارے فاضلین حضرات پرست و دعا کا کھانچا اور بعد  
 کو پھر کہ ہمارے ہمارے ہمارے دل سے غور کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ عدم تعلیم  
 کے عقیدہ پر چڑھ رہیں۔

تعلیم کے اقسام شریع و غیر شریع، شریع و غیر شریع کو تاریخ و اربابان کے وضع کیا گیا  
 ہے کہ اس زمانہ تک کس قسم کی تعلیم رائج رہی پھر دوسرا حمان کیوں اور کب شریع ہوا  
 اس شخص کو پڑھ کر پوری معلوم است مصلحت ہو جائی گی۔

کتاب کا انداز بیان نہایت سادہ اور عام اہم ہے کہیں کہیں منطقی پیرایہ بیان  
 ہے، ان کی ملاحظات کی ترتیب کی ملاحظہ میں بہت سادہ و سادہ شریع میں تعلیم کا

مقتصد حقیقت و ضرورت جو علم کا موضوع ہے۔ لہذا اس کے بعد جو نیکو تقلیدیں مستقر  
کا اصل نشانہ حضرت امام ابوحنیفہؒ ہیں اور ان پر عدم حدیث کا التزام ہے اس لئے امام  
صاحب کی عقلیت ہی بحث کی گئی ہے اور پھر ترتیب وار ساری کتاب فنی عنوانات  
پر مشتمل ہے اور آخر میں شہادت پھر ان کے جوابات لئے کہ مسئلہ کی جو نہایت کو اور بھی متفق  
کہہ رہے ہیں۔

بعض نے عرض کیا کہ میں نے ایک بڑی ذہنی فہمیت والا کتاب حاصل کیا ہے وہی ہے  
اور ثابت کیا ہے کہ یہ حضرات بھی کبھی کبھی امام کے تقلید اور ان کی طرف منسوب ہو کر  
مشہور ہوئے ہیں تو پھر غور و کلامی حدیث کہتے ہیں کہ ان محدثین کرام سے بڑھ گئے ہیں پھر  
ان میں ازاد رہے ہیں۔ اس قدر بعضوں کا کہنا ہے۔

فرض یہ کتاب بہت سے شہادت کا کافی علاج اور بہت سی غیر تقلیدیں و حدیث  
کی پوری فہمی کا سامنے ہوئی کا حصہ و ازاد ہے بشرطیکہ غیر جانبدار ہو جو کہ خاص سے اس کا  
مطالعہ کیا جائے۔

ایسی علمی کتاب پر قلم اٹھانا جو جیسے طالب علم کیلئے مشکل کام تھا مگر جس مصنف  
کے علم کی تعمیل کے طور پر متعدد بار کتاب کو جو فاضل و فاضلہ اور اس بڑی ذہن داری سے  
عقدہ براہ جوئے کیلئے مزید مطالعہ کے لئے لکھتے یہ شراکت پیش کیلئے ہیں۔ یہ عوام و ائمہ  
ہے کہ کتاب کا مطالعہ نہایت مفید اور فربہاں داری سے کیا ہے۔ مطالعہ کو وقت  
یہ حدیث مولانا صاحب نے غلامی سے ملحق و عقیدہ گیری کے پرائیڈ لازمی و کسی طرح کا  
خاص رجحان و بہن پرستی نہ لی۔ اس کے باوجود پوری کتاب کو قلم کئے گئے تقلید کی  
ضرورت کو مان پڑا اور انہوں نے داخل مستطاف ازادی و بہن اور جدیدیت عدم تقلید  
کی متقاضی ہے۔ اس خیالی پرائیڈ اور اظہار اس طرح صرف ایک جگہ کے علاوہ کتاب  
کے اندر نہیں ان اور غرض تفہیم ہم یہاں کوئی غلطاب نہن نظر نہیں ہوا اور مزید یہ

جملہ جتنے تیرہویں صدی ہجری میں جایا کچھ ایسے لوگوں نے نشوونما پائی جو ان کے بعد کی  
تعلیق کو بے اہل سمجھنے لگے۔ اس جوش کے سیاق و سباق کو بار بار دیکھنے کے باوجود تعلیق کو  
بے اہل سمجھنے لگے۔ اس حیرت جو جن میں کیوں ایسا ہوا، کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ اس کا  
جواب نہیں ملا۔

ایسی ساری کتاب آئینہ کی طرح واضح اور روشن ہے۔  
آئیۃ اللہ پاک ان چند مسطور کے بدل میں اتفاقی حق کے آئین جہاں عظیم میں ہے  
ایسی شریک فرماتے۔ ائمہ کرام اور محدثین و عظام کی روح مجھے راضی ہو جانے کو وہی فرستید  
ہے صماۃ کریمہ و روح ہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاں کبریا میں سے اللہ کا رسول راضی  
ہو اس سے اللہ راضی ہو گیا۔

رشتید و سعید  
ہامد کالج جامعہ اسلامیہ  
نئی دہلی

۷ اگست ۱۹۷۵ء

# مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي هدانا لهذا الذي كنا لنهتدي لولا ما أرسلنا من قبلنا من الرسل وقد بلغنا الحكمة والكتاب ومهدتنا عن الخطأ  
ومهدنا إلى الصواب .

التم فصل وسلام عليه صاوة تجازي عناءه وتكافي عناءه  
وعلى اهل بيته وصحبه وأئمة دينه الذين هم مصابيح  
الهدى وبابيع الحق فمن اتبعني بآيهم عطا اختلاف  
مسالكهم اهتدوا ومن اتبعني رأى نفسه واقع هواه  
فقد غوى . آمنا بعد .

انٹروین اور اساطین امت کی تفلید یعنی مسألی جزیرہ اختیار و یہیں اللہ پر  
اعتراف کر کے بضر طلب دلیل ان کے قول کو تسلیم کرنا اور اس پر عمل کرنا نہ سبب  
اسلام کا نہایت اہم اور ضروری مسئلہ ہے ۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے  
مہدیا رک اور آغاز اسلام سے اس کی ضرورت اس درجہ تسلیم کی گئی کہ تمام  
نبوت سے دوسری صدی کے اواخر تک تغلبہ و عبوریت یعنی عام مسلمہ انہیں



دعائے ہو گئی تھی اور سبھی صدی کے آتے آتے تقلید شخصی اور غیر شخصی دونوں کا رواج  
 ہو چکا تھا اور پھر جو شخصی صدی کے اخیر میں تمام مسلمانوں میں تقلید شخصی پر اتفاق اور  
 اجماع ہو گیا اور آج تک اس کا رواج امت مسلمہ میں برابر بہ طور چلتا رہا ہے۔  
 فرقہ اہل حدیث کی طرف سے اس مذہب تقدیر کا انکار کیا جاتا ہے اور  
 بولے بھالے ناواقف مسلمانوں کو محمد مجتہدین کی تقلید سے روک کر ان کو  
 گمراہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، نیز تقلید ائمہ پر طرح طرح کے لچر اور دوسرے  
 اعتراضات کر کے عام مسلمانوں کو سپرد امن فریب میں پھنسانے کی سعی کی جاتی  
 ہے۔ ساتھ ساتھ ہی ائمہ ہدی کی شان میں غوغا اور امام ابو حنیفہ کی شان میں  
 خصوصاً انتہائی گستاخانہ اور توہین آمیز الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ  
 فرقہ اپنے آپ کو اہل حدیث اور موقع کے خوشنما القاب سے مزین کر کے  
 کواڑ بٹکرا کر احاطہ حدیث بنی ہوئے محروم اور توحید سے خالی یہ مالا مال کر کے  
 اپنے لیے زمانہ میں آفتاب ہائے ہدایت و تقویٰ اور علوم و دینیہ، حدیث و تفسیر  
 اور فقہ و حکام کے رکوشن چراغ اور امانت الی اللہ کے روشن ستارے بنے۔  
 اور ان کے ارادہ، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل  
 رحمہم اللہ تعالیٰ کی تقلید شخصی پر جو شخصی صدی کے بعد سے تمام امت مسلمہ کا اجماع  
 اور اتفاق رہا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بن کو غیر معتدین حضرت  
 بھٹی اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں اور جن کے بارے میں جناب نواب صدیقی حسن  
 خان صاحب، بھوپالی نے اپنی کتاب "تقصیر و حشاش" میں مجتہد العصر اور مجتہد  
 دین لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:-

هذه المذاهب الثلاثة المعروفة بتمام امت محمدية يا اس کے معنی یہ حضرت  
 قد اجمعت الامة او من بعدك يا كائنات ایک اس پر اتفاق اور اجماع

مذاہب اعلیٰ جو از تقلید عالمی اور ان  
 هذا۔ وفي ذلك من الايهات ما  
 لا يحيط به العقل والحد والادراك  
 فقدرت فيها العلم جلا واشهرت  
 الشواهد الهوى واعجب كل ذي  
 راي برأيه وما ذهب اليه ابن  
 حزم من التقليد حرام فقلنا  
 (هذا الله الهة صحت معي)  
 ووسري جگہ فرماتے ہیں :-

اعلم ان في الاختلاف بين مذاهب  
 الامة مصلحة عظيمة وسنة  
 الاخر بعض كلاما مقبولا في كبرياء  
 (عقل الجيد صحت)  
 ہائنا چاہیے کہ ان مذاہب اور  
 کے اختیار کرنے میں بڑی مصلحت  
 ہے اور ان سب سے اگر ہمیں کوئی  
 میں برآمد ہے ۔

مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید نے اپنی کتاب "حرام مستقیم" میں فرماتے ہیں :-

"وراحال التبايع مذاهب اربعة كراي في تمام اهل اسلام است  
 بمنزلة وقراب است"

یعنی اعمال کے نسب میں چاروں مذاہب کی جیروں جو تمام مسلمانوں  
 ہیں رائج ہے نہایت عمدہ اور پسندیدہ ہے ۔ مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید نے  
 مزید مسائل میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں :-  
 "ہرگز مقلد ایسا ان را چنی نخواہد گفت زیرا کہ تقلید را ایشان

تقلید حدیث شریف است باعتبار اظہار و اطن ۲

یعنی اگر اندر کے مقلدین کو چرگز بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ان اگر کی تقلید ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے حدیث شریف کی تقلید ہے۔

ہر ایک خفیہ ہے کہ دین اسلام ہی آخر زمان الی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے قرآن مجید اور حدیث شریف کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا گیا ہے اس کی تابعداری اور حفاظت ہر مسلمان کا اولین فریضہ ہے اور اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے تمام ممکن اور مستحسن ذرائع کا عمل کرنا ضروری اور فریضہ محبوبیت ہے۔ لہذا شرفِ حق کے اس دور میں اور اتحاد و نزاع کے اس زمانہ میں مسائل فریضہ اجتہاد میں خود راہ کو چھوڑ کر ائمہ مجتہدین کی تقلید اور تابعداری کر لے کر جس قدر دین کی حفاظت اور عمل کی پابندی ہے ترک تقلید میں اس کا کتنا سنگ بلی نہیں۔

وہ اصل ائمہ مجتہدین کی تقلید کا مقصد دین کی حفاظت اور قرآن و حدیث پر اس بات کی کڑی نگرانی ہے (حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے قول کے بموجب) تقلید میں بہت سی صحتیں ہیں اور ترک تقلید میں ہے انتہاء فساد اور خرابیاں ہیں۔ چنانچہ غیر مقلدین علماء میں سے بھی بعض کو اس کا زبردست احساس ہوا ہے۔

مولانا محمد حسین صاحب پٹاؤ کی مرحوم جو کہ غیر مقلدین کے نہایت خوشیلا امام اور ترک تقلید کے زور و داعی تھے اور ہندوستان میں غیر مقلدین کی نشر و اشاعت میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے وہ اپنے رسالہ "اشاعت السنۃ" نمبر ۲ جلد ۱ کے صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں کہ "غیر مجتہد مطلق کے لیے مجتہدین سے فرار و انکار کی گنجائش نہیں ہے" اور جلد ۲ صفحہ ۵۷۵ میں لکھتے ہیں کہ ۲۵ برس

کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد  
مطلق اور تقلید مطلق کے تارک ہیں جاتے ہیں وہ بالآخر اسلام  
کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں  
اور بعض لاد مذہب یا جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے  
اور ان کا ہم شریعت سے فسخ و خروج تو آزادی کا ایک ادنیٰ کرشمہ  
ہے۔ ان خاسقوں میں بعض تو حکم کھلا جمعہ، جماعت اور نماز  
و روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں، سود و شراب کے پرہیز نہیں کرتے اور  
بعض جو کسی مصلحت و دنیاوی کے باعث فسخ ظاہری سے بچتے ہیں  
وہ فسخ خفی میں سرگرم رہتے ہیں، انا جائز طور پر عورتوں کو نکاح میں  
پھنسا لیتے ہیں۔

کفر و ارتداد اور فسخ کے سہا پہ دنیا میں اور بھی بجز ست  
موجود ہیں مگر زمین داروں کے لیے دین ہو جائے گا بہت بڑا  
سبب یہ بھی ہے کہ وہ کم علمی کے باوجود تقلید چھوڑ بیٹھتے ہیں۔  
اسی طرح فرقہ اہل حدیث کے مجدد جناب ازاب صدیقی حسن خاندان  
بھوپالی اپنی جماعت اہل حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:-

فقد نهبت في هذه الزمان فرقة ذات سمعة وديار  
تدعي انفسها علماء الحديث والقرآن والعمل والعقائد  
(المطهر في ذكروصالح السنة ۶۷-۶۸)

یعنی اس زمانہ میں ایک فرقہ ظہور پستندہ یا کار تلوار پذیر ہوا ہے جو باوجود ہر طرح  
کی خاموشی کے اپنے لیے قرآن و حدیث پر علم و عمل کا مدعی ہے حالانکہ اس کو علم و عمل  
اور معرفت کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں۔



اسی مضمون کے ذیل میں لکھتے ہیں :-

فما العجب ان یستأثرون انفسهم من الموحدين المخلصين و  
 ظنهم بالمشركين و هم اشد الناس تعصبا و غلوًا في  
 الدين :-

یعنی بڑے عجیب کی بات ہے کہ غیر مقلدین کیونکر خود کو فالس موصفہ کرتے ہیں اور  
 مقلدین کو (عقل پرانہ کی وجہ سے) مشرک اور باہمی قرار دیتے ہیں حالانکہ غیر مقلدین  
 خود کو تمام لوگوں میں تحت مقصب اور قالی ہیں :- پھر اسی مضمون کے قمر پر  
 لکھتے ہیں :-

فما هذا اذین الا فتنة في الارض وفساد كبير  
 یعنی یہ طریقہ جو غیر مقلدین کا ہے (کوئی دین نہیں) یہ تو دین میں فتنہ اور فساد عظیم ہے،  
 قاضی عبدالواسع صاحب خاک پوری مرحوم (اہل حدیث) پر ہی کتاب  
 "التوحید و السنۃ فی دہ اہل الاحاد والبدعۃ" (المقصب) لکھا  
 کفر شاع اللہ بجمیع اصول امنت ما اللہ کے تحت لکھتے ہیں :-  
 پس اس زمانہ کے جوئے اہل حدیث مہتممین عارفین سلف  
 صالحین جو حقیقت ما جاء به الرسول سے جا ملے ہیں وہ مفت  
 میں شیعہ و روافض کے وارث و خلیفہ بنے ہوئے ہیں جس طرح  
 شیعہ لاحد و روافض نیز منافقین کی حمایت کے لیے باب و دروازہ  
 اور داخل رہے ان کا حال بھی بالکل اہل تشیع جیسا ہے :-

مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں لاحد و تشیع ظاہر کر کے حضرت علیؑ اور  
 حضرت سہیلؑ کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر کالی ویدیوں اور  
 پھر جس قدر الحاد و بدعت پھیلائیں کچھ پروا نہیں اس طرح ان جاہل، باہمی اور

کا وہ اہل حدیثوں میں ایک مرتبہ رفع یدین کریں، تقلید کا رد کر دیں، اسلام کی توہین کر لیں۔ نیز امام ابوحنیفہ کی جن کی امامت فقہ کے اندر اجماع سے ثابت ہے اپنست کر دیں اور پھر جس قدر کفر، بد اعتقادی اور لعاد و ذنوب ان میں پھیلادیں وہ بڑی خوشی سے قبول کر لیں اور ذرا جہیں بھیں نہیں ہونے اور طار و فقہ اہل سنت چاہے ہر دور و فہان کو منسوب کریں ان کی بات بالکل نہیں سنتے۔ سبحان اللہ الشیہ اللہ بالیاد حقا ۱ اور وہ اس کی صرف یہ ہے کہ وہ مذہب و عقائد اہل سنت والجماعت کے کل کرائیم سلف کے مستحکف اور تکبر ہو گئے ہیں۔ خاف ہم وقد بر

یہ بات نہایت صاف اور واضح ہے اور ہر ایک خاص و عام کو معلوم ہے کہ دنیا کے کسی بھی علم و فن میں علماء اور ماہرین کی تقلید لازماً نہ جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ لیکن شیطان نے اہل اسلام کے اتحاد کی قوت کو پارہ پارہ کر کے اور ان میں زیادہ سے زیادہ نفرت پیدا کر کے کے لیے ہر طرح کے حربے اختیار کر رکھے ہیں، ان میں ایک حربہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں ہی کے ایک گروہ کو تقلید کی مخالفت اور تقلید کرنے والوں کی مذمت پر اکسائے اور جس چیز کے بغیر دنیا میں چارہ ہی نہیں ہے اسی کو ایک برائی، ایک گمراہی اور ایک لٹلی قرار دیکر یہ گروہ نفرت اور اختلاف کی تلخ کوہست دے۔

ہندوستان کے بعض علاقوں میں تو یہ فسوسناک فقرہ بہت ہی زیادہ ہے اور غیر تقلید حضرات یہاں متقدموں کے خلاف عموماً اور احناف کے خلاف خصوصاً نہایت متشدد و از رویہ اور بہت سخت روش اختیار کیے ہوئے ہیں۔

اس لیے ضرورت محسوس کی گئی کہ اس موضوع پر ایک رسالہ ہدیہ ناظرین کیا جائے تاکہ غیر مقلدوں کے تمام اعتراضات کا مدلل جواب ہو جائے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جو طعن و تشنیع اور جرم کی جاتی ہے اس کی حقیقت منکشف ہو جائے اور عام مسلمان ان غیر مقلدین کے مخالفہ اور دھوکے سے محفوظ رہیں۔

ہم اس مختصر رسالہ میں اولاً تقلید کا مقصد، اس کی حقیقت اور ضرورت پر روشنی ڈالیں گے اور پھر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و عملی فضائل اور ان کی خصوصیات کو بیان کریں گے اور اخیر میں امام صاحب پر مخالفین کی جانب سے جو جرمیں نقل کی جاتی ہیں ان کا مفصل و مدلل جواب لکھیں گے۔  
اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور یہ رسالہ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کے لیے مفید اور رہنما ثابت ہو۔

آمین نشر آمین !

محمد اسماعیل سنہلی

## مقصد تقلید اور اس کی حقیقت

دین اسلام کی اصل وحیوت یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل سے احکام الہی کی ترجمانی فرمائی ہے کہ کوئی ایسی چیز حلال ہے اور کوئی ہی حرام، کیا جائز ہے اور کیا ناجائز۔ اس لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری بھی ضروری ہے۔ لہذا شریعت کے تمام معاملات میں صرف اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ضروری ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ صرف قرآن و سنت کی تابعداری کرے۔ جو شخص رسول کی بولے کسی اور کی اطاعت کرے گا قاتل ہوا اس کو مستقل بالذات مطاع سمجھنا جو وہ یقیناً و نرۃ اسلام سے خارج ہے۔ لہذا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن و سنت کے احکام کی اطاعت کرے۔ لیکن قرآن و سنت میں بعض احکام تو وہ ہیں جن میں یہ معمولی یہ حد لکھا آوی ہے جس کا ہے۔ ان میں کوئی احوال ابہام یا تدارض نہیں، جو شخص بھی انہیں دیکھے گا وہ سمجھ سکے گا اور اسے کوئی الجھن پیش نہیں آسکے گی۔

اس کے برعکس قرآن و سنت میں بہت سے احکام وہ ہیں جن میں کسی قدر ابہام یا اجمال ہے، اور کچھ ایسے بھی ہیں کہ قرآن کی کسی دوسری آیت یا کسی دوسری حدیث سے متعارض ہیں۔ ایسے مواقع پر قرآن و حدیث سے حکام کا استنباط



کتابت و وقت طلب اور شوار ہے۔

اب دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ ہم اپنے ناقص علم کو ناہنم اور نام نہاد بصیرت پر اعتماد کر کے اس علم کے معاملات میں خود کوئی فیصلہ نہ کریں اور اس پر عمل کریں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس علم کے معاملات میں از خود کوئی فیصلہ نہ کریں بلکہ ہم یہ سمجھیں کہ قرآن و سنت کے ان ارشادات سے ہمارے جلیل القدر اسلاف نے کیا سمجھا ہے۔ قرونِ اولیٰ کے جن بزرگوں نے اپنی پوری پوری عمریں صرف کر کے مسائل کا استنباط کیا ان میں سے بعضیں ہم علوم قرآن و حدیث کا زیار و ماہر و مجتہدین ان کی فہم و بصیرت پر اعتماد کریں اور اصول نے جو کچھ سمجھا ہے اس کے مطابق عمل کریں۔ غائر نظر سے دیکھنے کے بعد اس بارے میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ ان دونوں صورتوں میں پہلی صورت ہر ذی ہوش کے نزدیک نہایت خطرناک ہے اور دوسری صورت بہت مفید و نفع بخش اس سے بھی کسی کو ارتکاز میں ہو سکتا کہ علم و فہم، ذکاوت و مانتظہ، و حیثیت و دانش، اعتدالی اور پرہیزگاری ہر اعتبار سے ہم اس قدر سچی و درست ہیں کہ قرونِ اولیٰ کے علمائے ہمارے کوئی نسبت نہیں۔ پھر جس مبارک دور اور مقدس ماحول میں قرآن نازل ہوا تھا، قرونِ اولیٰ کے علماء اس سے بھی قریب تر تھے اور اس قریب زمانی اور صحابہ و تابعین سے اس قدر قریب کہ ان کے لیے قرآن و سنت کی ہر اور کو سمجھنا زیادہ مشکل اور آسان تھا۔ اس کے برخلاف ہم عہدِ رسالت سے اتنی دور جا رہے ہیں کہ ہمارے لیے اس زمانہ کے طرزِ معاشرت اور طرزِ گفتگو کا جیسا کہ چاہیے تصور بھی نہایت مشکل اور دشوار ہے کیونکہ کسی شخص یا کسی دور کی بات سمجھنے کے لیے اس کے پورے پس منظر کا سامنا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

ان تمام باتوں کا عملی لا کر لے جوئے اگر ہم اپنے فہم پر اعتماد کرنے کی بجائے  
مختلف التعمیر اور پیچیدہ معاملات میں اسی مطلب کو درست قرار دیں جو  
ہمارے اسلاف میں سے کسی ممتاز عالم نے سمجھا ہے تو کہا جائے گا کہ ہم نے  
قلائ آدمی کی تقلید کی۔

ہماری اس تقریر سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ کسی امام یا مجتہد کی تقلید صرف  
اس موقع پر کی جاتی ہے جہاں قرآن و سنت سے کسی حکم کے سمجھنے میں اجمال و  
ابہام یا کسی تعارض کی وجہ سے کوئی الجھن یا دشواری ہو۔ اور جہاں اس قسم کی  
کوئی الجھن یا دشواری نہ ہو وہاں کسی امام اور مجتہد کی تقلید ضروری نہیں۔ نیز اگر  
بالا گذارشات سے یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ کسی امام یا مجتہد کی تقلید کا  
مطلب یہ ہے کہ پیروی تو قرآن و سنت کی ہے، بعض مراءو سمجھنے کے لیے بیہدایت  
شارح قانون ان کی تشریح اور تعبیر پر اعتماد کیا گیا ہے۔

اب آپ بظراف صاف فرمائیے کہ اس عمل میں کون سی بات ایسی ہے جسے  
گناہ یا شرک کہا جائے۔ ہاں اگر کوئی شخص کسی امام کو شارح کا درجہ دے کر اسے  
واجب الاتباع قرار دیتا ہو تو بلاشبہ اسے شرک کہا جاسکتا ہے۔ لیکن کسی  
شارح قانون قرار دے کر اسے متاقلد میں اس کی فہم و بصیرت پر اعتماد کرنا  
تو افلاس علم کے اس دور میں اس قدر ناگزیر ہے کہ اس سے کوئی فخر  
نہیں۔ پس تقلید ائمہ مجتہدین کا اصل مقصد روین کی حفاظت اور قرآن  
و حدیث پر مہولت عمل کرنا ہے۔ اور تقلید انہ اور بعد سر اسر عمل بالقصد ان  
والحدیث ہے۔

اجتہاد اور تقلید کی ضرورت | شریعت اسلامیہ پر فردی اور جزئی مسائل  
طرح کے ہیں۔ ایک وہ مسائل جن کا ثبوت

ایسی آیات قرآنیہ اور احادیث مجھ سے مراد آتی ہے، جن میں دھماکہ کوئی تقاضا نہیں ہے اور ان مسائل پر ان کی دلالت قطعی ہے۔ اس قسم کے مسائل کو مفوض فیہ متعارف کہتے ہیں اور ایسے مسائل میں اجتہاد کی قطعاً ضرورت نہیں ہوتی اور نہ مجتہد اس قسم کے مسائل میں اجتہاد کرتا ہے، کیونکہ مجتہد کے لیے شرط ہے کہ وہ حکم صراحتاً مفوض نہ ہو۔ جب ان مسائل میں اجتہاد کی گنجائش نہیں تو ان میں کسی مجتہد کی تقلید کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ایسے مسائل میں ان احکام پر عمل کیا جائیگا جو آیات و احادیث سے صراحتاً ثابت ہیں۔ وہ مسالہ جن کا ضرورت صراحتاً کسی آیت یا حدیث میں نہیں، ماثبوت تو ہے مگر اس آیت یا حدیث میں متعدد معانی کا احتمال ہو سکے کی وجہ سے قطعی طور پر کسی ایک معنی پر جمبول نہیں کیا جاسکتا، یا وہ کسی دوسری آیت یا حدیث سے بظاہر متعارف ہے اس قسم کے مسائل کو اجتہاد فیہ مفوض کہا جاتا ہے۔ اس قسم کے مسائل میں اجتہاد کی ضرورت ہوگی اور ان کا بھی حکم مجتہد کے اجتہاد سے معلوم ہو سکے گا۔ اور یہی وہ مسائل ہیں جن میں غیر مجتہد کو تقلید کی ضرورت واقع ہوتی ہے۔

اب چونکہ شریعت اسلامیہ کے تمام جزئی مسائل مفوض نہیں ہیں کہ ہر کس و نا کس ان کا صحیح حکم سمجھ سکے بلکہ بہت سے مسائل اجتہادی ہیں جن میں اجتہاد کی ضرورت ہے۔ پس اللہ جل شانہ نے اپنے فضل و کرم سے امت مرحومہ کے مخصوص افراد کو وہ ملکہ استنباط اور قوت اجتہاد عطا فرمائی ہے کہ وہ حضرات مخصوص و احادیث میں غور و فکر کر کے ان جزئی مسائل کے احکام مستنبط کریں جو ان مخصوص میں مراد قرار کرتے ہیں۔ اور عام لوگوں کے لیے عمل کی راہ ہدایت اور آسان کر دیں۔

حضرات صوابین کو جب وقت و بار نمودی میں حاضر کی کا شرف حاصل تھا

ان کو تو اس وقت اجتہاد سے کام لینے کی مطلق ضرورت نہ تھی کیونکہ ان کو دربار نبوی سے تمام مسائل معلوم ہو جاتے تھے۔ لیکن صحابہ کرام کی وہ جہالت جو حدیث سے الرسول سے باہر کسی مقام پر قیام پذیر تھی یا وہ لوگ جو بعد میں مطلقہ گوش اسلام ہونے والے تھے ان کو اس وقت اجتہاد کی شدید ضرورت تھی کیونکہ ایسے مسائل اجتہاد میں شرعیہ اسلام پر پورے طور پر عمل کرنا بغیر اجتہاد کے غیر ممکن تھا۔ پس حق شاکر و لدائی نے غیر انھوں میں بے شمار صحابہ کرام تابعین و شیعہ تابعین اور من بعد ہم کو اس ولایت اجتہاد سے نوازا اور خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ ابن جبلؓ کو ان کو ان کے لئے وقت مآز اور واضح لغتوں میں اجتہاد کی تعلیم اور تصویب فرمائی۔

عن معاذ بن جبل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ ابن جبلؓ کو یمن کا قاضی بنا کر روانہ فرمایا تو یہ پوچھا کہ اگر کوئی قضیہ پیش آجائے تو کہ طرح فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا کہ اللہ کے موافق فیصلہ کروں گا۔ فرمایا کہ اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ہو تو؟ عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اس میں بھی شبہ؟ عرض کیا اس وقت اجتہاد و استنباط کر کے اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا اور مل جل میں کوئی گسر نہ چھوڑوں گا۔ حضرت معاذ فرماتے ہیں کہ

عن معاذ بن جبل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کیف نقضتم اذا عرض عنك فتبينوا؟ قال اقمى بكتاب الله، قال لم تجد في كتاب الله؟ قال بسنة رسول الله، قال لم تجد في سنة رسول الله؟ قال اجتهد برأى ولا اله الا الله، قال نعم رب رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم و قال الحمد لله الذي وفق



رسول رسول اللہ ﷺ لما برحق بلہ  
 رسول اللہ ﷺ  
 آپ نے اس پر افرامہ رکھا، اپنا دست  
 مبارک میرے سینہ پر مارا کہ اللہ کا شکر  
 ہے، اس نے اپنے رسول کے واسطے  
 بھوالہ ابد و ابد تعالیٰ دعا فرمائی  
 اس بات کی توفیق دی جس پر اللہ کا  
 رسول داعی اور قوش ہے۔

**تنبیہ**، غور فرمائیے کہ یہ واقعہ انقلاب اور اجتہاد دونوں مسئلوں کے لیے  
 شیعہ ہدایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بین کے لیے اپنے فقہاء  
 صحابہ میں سے صرف ایک علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انھیں حکم و قاضی، معلم و  
 مجتہد بنا کر اہل بین پر لاؤم کر دیا کہ وہ ان کی تائید کریں۔ انھیں صرف قرآن  
 و سنت پر ہی چلنے کی قیاس و اجتہاد کے مطابق بھی فتویٰ صادر کرنے کی اجازت عطا  
 فرمائی۔ اس کا اسات ظاہر ہے کہ آپ نے اہل بین کو ان کی تقلید خاص کی اجازت  
 دی بلکہ اس کو ان کے لیے لازم فرمایا۔

الغرض رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی و منشا کے مطابق  
 حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور پھر ائمہ مجتہدین نے مسائل غیر منصوصہ  
 میں اجتہاد کے ذریعہ احکام ختم خلیفہ نظام فرماتے کا سلسلہ جاری فرمایا۔ اور جن  
 لوگوں میں اجتہاد کی قوت نہ تھی انہوں نے یہ سمجھ کر کہ حضرات مجتہدین علم و فہم  
 اور تقویٰ و دیانت میں ہم سے کہیں زیادہ فائق اور مقبول ہر گاہ الہی ہیں۔ نیز ان  
 حضرات صحابہ و تابعین اور مجتہدین نے اپنے اجتہاد کے ذریعہ جو کچھ دریافت  
 کیا ہے وہ حقیقت یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امارت میں جو بطریق موثوق  
 یعنی بلا سند کے ذکر کی گئی ہیں یا ان کے صحیح استنباطات میں جو درحقیقت  
 نصوص سے لیے گئے ہیں۔ بہر صورت وہ قابل اتباع اور لائق تسلیم ہیں، ان کے

مجتہد استعمل کرنا شروع کر دیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:-

وید استدلال یا اقوال الصحابة و  
التابعين علماء منهم انما احادیث  
منقول عن رسول الله صلى الله  
عليه وسلم و خوفه ( الخ ) ان  
قال: او يكون استدلالا منهم  
من النصوص او اجتهادا منهم  
بأرائهم و هم احسن متبعي  
في كل ذلك ممن يجيئ  
بعده و احسن اصحابه  
و اقدم زمانا و ادعى علما  
فمتبعين العمل بهما  
( انصاف ) ص ۲۱۳ .

اور اہل حق یعنی تبع تابعین اصحاب اور  
تابعین کے اقوال سے استدلال کیا کرتے  
تھے کہ یہ اقوال یا تو احادیث نبویہ ہیں کہ  
ان کو منقول کر کے موقوف یا بیان کر دیا گیا  
ہے اور یا یہ اقوال اصحاب و تابعین  
مسلمین حکم سے خود ان کے استدلال  
ہیں یا ان کی راویوں سے بطور رجحان  
لیے گئے ہیں اور حضرت اصحاب و تابعین  
ان جملہ امور میں ان لوگوں سے بہتر ہیں  
جو ان کے بعد ہوئے وہ میان مواہدین  
زیادہ اور زائد کے اعتبار سے مقدم اور  
یا اعتبار علم سے بڑھ کر ہیں۔ اسی لیے  
ان کے اقوال پر عمل کرنا مستعین ہوا ہے

## اسلاف پر اعتماد کرنا دین کی بنیاد ہے

اپنے پیش روؤں پر اعتماد اور اعتبار کرنا اور ان کے ساتھ شریعت رکھنا  
اللہ تعالیٰ کی دوستی ملتی ہے اور دولت ملے رہا ہے کہ ہمارے تمام دینی و دنیوی  
کاروبار اسی کی بدولت چل رہے ہیں۔ علوم و فنون کی گرم بازاری اور ترقی و حکمت  
کا پھیلنا، بڑے بڑے کارنامے و لائبریریاں جو علوم و فنون کے خزان ہیں

یہ سب اعتبار و افتاد ہی کے فرائض ہیں۔ اگر اختلاف اپنے اسلاف پر افتاد و افتاد کے  
تو ہمارے پاس کچھ بھی نہ ہوتا اور یہ جو شیوں کی طرح دنیا کے جنگل میں مارے مارے  
پھرتے اور انسانی زندگی کی خصوصیات اور طبی و نفسی اقتیادات سے یکسر غالی ہوتے  
اسی فطری اصول کے مطابق ہر دور کے مسلمانوں میں اللہ کے ٹیک اور مصالح  
بندوں اور انہم پر ہی پر افتاد و مسکن رہا ہے اگر یہ نہ ہوتا تو آج ہماری نظر  
میں جو کچھ دین اسلام کے نشانات پائے جاتے ہیں یہ کچھ بھی نہ ہوتے۔ وحییت  
افتاد اور اعتبار ہی وہ چیز ہے جو تمام شریعت کی جڑ اور بنیاد ہے۔

حضرت شاہ صاحب مدظلہ و بلوی فرماتے ہیں :-

ان الامم اجتمعت علی اربعین دا  
عطی السلف فی معرفة الشریعة  
فالتابعون اعتقدوا لذلک  
الصحابیہ و تبع تابعین اعتقدوا  
علی التابعین و حکموا فی کل  
طبقة اعتقدوا العباد علی من  
قبلہم والعقل یدل علی حسنہ الذل  
لان الشریعة لا تعرف الا بالنقل  
والاستنباط والنقل لا یمتدیم  
الا بان یأخذ کل طبقة عن قبلہا  
بالانقباض (عقد المجید ص ۱۳)

معرفة سنت میں تمام امت نے بالاتفاق  
سلف گذشتہ پر افتاد اور اعتبار کیا  
ہے۔ چنانچہ تابعین نے صحابہ پر افتاد  
کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر اسی  
طرح پر ہر طبقہ میں پچھلے علما پہلوں پر  
افتاد و اعتبار کرتے چلے آئے ہیں۔ نیز  
عقل سلیم ہی اسی کو تسلیم کرتی ہے کہ چونکہ  
شریعت فی نقل اور استنباط کے معلوم  
نہیں ہو سکتی، اور اعلیٰ اسی طرح ٹیک اور  
درست ہو سکتی ہے کہ ہر طبقہ پر پچھلے لوگ  
پہلوں سے بالاتفاق اپنے وسیعے ہیں۔

جب یہ سب معلوم ہو چکی کہ شریعت اسلام کی تمام  
تربت یا اسلاف کے افتاد اور اعتبار پر ہے تو

**تقلید کی تعریف**

اس حقیقت کا بخدا بہت آسان ہو جائے کہ تقلید کے معنی اور اس کی حقیقت کیا ہے۔ کبھی شخص کسی ذی علم بزرگ اور مقتدا کے دین کے قول و فعل کو محض حسن ظن اور اعتماد کی بنا پر شریعت کا حکم سمجھ کر اس پر عمل کرنا اور مل کرنے کے لیے اس معتقد کے اعتماد کی بنیاد پر دلیل کا انتظار نہ کرنا اور دلیل معلوم ہونے تک عمل کو ملتوی نہ کرنا اصطلاح میں تقلید کہلاتا ہے۔

(۱) مولانا قاضی محمد علی قزاقی اپنی مشہور کتاب 'کتاب انصاف الفنون' مطبوعہ کالجہ مشائخہ میں بعض شروع حواشی سے نقل کرتے ہیں:-

التقليد اتباع الانسان غيره فيما يقوله او يفعل  
معتقد الحقيقة من غير نظر الى الدليل ككأن هذا  
المتبع جعل قول الغير او فعله فلا ذلة في عنقه من غير  
مطالبة دليل :-

ترجمہ :- تقلید کے اصطلاحی معنی ہوئے، کبھی آدمی کا دوسرے کے قول یا فعل کو بلا دلیل طلب کیے ہوئے اپنے گئے کا ہار بنالیا یا ایسی تاہداری جس کی بنا پر دلیل کے غور کرنے پر مبنی نہ ہو گویا کہ اس نے تاہداری کرنے والے (مقلد) نے دوسرے کے قول یا فعل کو اپنے گئے کا ہار بنالیا ہے بلا دلیل طلب کیے۔

(۲) علامہ ابن کلب اور علامہ ابن العین شرح منہاج مصری کے صفحہ ۲۵۲ میں فرماتے ہیں :-

وهو عبارة عن اتباعه في قوله او فعله للحقيقة  
من غير تأمل في الدليل :-

یعنی تقلید حسن عقیدت کے ساتھ کسی کے قول یا فعل کے اتباع کرنے کو کہتے ہیں بلکہ دلیل کی فکر میں پڑے ہوئے :-



(۳۱) دماغی، صریح، محسوس، مطبوعہ و مجتہاتی مذاہب ہیں۔

المتقلدین اتباع الذی علی ظن انہ صحتہ بلا نظر الدلیل۔

یعنی دوسرے کو الٰہی حق خیال کرتے ہوئے اس کی دلیل کی فکر میں پڑے بغیر اس کی تائید و ردی کر لینا تقلید ہے۔

مذکورہ بالا ہمارے تعریفات کا حاصل صرف یہ ہے کہ مقلد مجتہد کے قول و فعل کو دریافت کر کے بعض حسن مقبذات اور حسنات کی بنا پر عمل کرے اور اپنے اس تسلیم و عمل کے لیے مجتہد کے اجتہاد میں دلیل کی فکر نہ کرے اور نہ اس سے دلیل کا مطالعہ کرے۔ اگر بعد میں غلطی کو مجتہد کی دلیل کا علم ہو گیا، یا اپنے ذاتی علم، مطالعہ اور تجسس و تفحص سے اس مسئلہ کے متعلق بہت سے دلائل و ریاست ہو گئے تو یہ امر ہرگز تقلید کے منافی نہیں ہے۔

یہاں پر یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ لفظ تقلید اور اتباع مقلدین کے نزدیک مترادف اور ہم معنی ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں۔ چنانچہ شیخ الشارح حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ سبیل الرشاد میں تحریر فرماتے ہیں: اتباع اور تقلید کے معنی واحد ہیں۔

لہذا جن لوگوں نے اتباع اور تقلید میں فرق کیا ہے وہ ہم پر رحمت نہیں لامت افشہ فی الاصطلاح۔

قتیلہ تقلید کی اصطلاحی تعریف اور اس کے مفہوم میں اگرچہ یہ بات شامل ہے کہ تسلیم اور عمل کے وقت دلیل کا مطالعہ نہ کیا جائے، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ مقلد کو دلیل کا علم ہی نہ ہو۔ لہذا غیر مقلدوں کا یہ کہنا کہ تقلید جمہالت کو مستلزم ہے کیونکہ تقلید کے مفہوم مقدم معرفت و دلیل و عقل ہے، یا ان کا یہ اعتراض کہ بدایہ میں کتاب کے پڑھنے پر محالانہ دالے مقلد نہیں

روہ سکتے مگر اس میں اور غلط ہے۔ کیونکہ تقلید بمعرفت دلیل کے ہرگز منافی نہیں ہے۔  
 لہذا کوئی مقلد کسی جزئیہ فقہیہ کے دلائل جان لینے یا یاد کرے یہیں مدلل کتاب کے  
 پڑھنے اور پڑھنے سے ہرگز ہرگز تقلید سے باہر نہیں ہوتا۔

ہماری اس وضاحت کے بعد مولانا شارالہ صاحب امرت سہری  
 مرحوم کے ان اعتراضات اور اشکالات کا خاطر خواہ جواب ہو جائے۔ جو  
 انھوں نے اپنے رسالہ تقلید شیعہ و سلفی ص ۱۵۲ اور رسالہ فقہ و فقہیہ ص ۱۲  
 اور ص ۱۳۶ اور رسالہ اجتہاد و تقلید ص ۱۲۵ میں دے دیے ہیں۔ کیونکہ ان  
 کے تمام اعتراضات اور اشکالات کا مشترک حاصل یہ ہے کہ انھوں نے تقلید کو  
 معرفت دلیل کے منافی سمجھ لیا ہے۔ ہماری طرف سے ان کا مشترک جواب یہ  
 ہے کہ تقلید کی مذکورہ بالا تعریف میں لفظ "الدلیل" سے مراد خاص وہ دلیل ہے  
 جس کو مجتہد نے ہمیشہ نظر رکھ کر اجتہاد کیا ہے۔ علمی زبان میں اسے قول کہہ سکتے  
 ہیں کہ "الدلیل" پر لفظ "لام حد" کا ہے۔ اور لفظ "من بعد نظر الدلیل" اور  
 "من بعد تامل" "لدلیل" من غیر مطالعۃ الدلیل ہے۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ مقلد  
 کا وقت اتباع مجتہد سے دلیل خاص کی طلب اور تحقیق نہ کرنا بلکہ اس کے قول  
 کو محض حسن ظن اور اعتماد کی بنا پر اپنا اور اس کی تابعداری کر لینا تقلید سے ہے۔  
 بعد میں چل کر مجتہد کی دلیل خاص یا دوسری دلیل کا بغیر مطالعہ تقلید کو معلوم ہو جانا  
 یا دوسرے کسی عالم سے معلوم کر لینا اپنے ذاتی مطالعہ کتب کے ذریعہ، یا اپنی  
 خدا وادب و فہم و ذکاوت سے دلائل کا علم حاصل کر لینا یا عوام کو بھانسنے کے لیے  
 مشافروں میں حنا زبیں کی زبان بند کر کے دلائل کو بیان کرنا مفہوم تقلید کے  
 قطعاً منافی نہیں۔ اور تقلید ہرگز تہمید چل اور ہے علمی کا نام نہیں، ناہم۔ بل  
 تقلید کا مسلم الثبوت والی تعریف ہے۔

”التقليد العمل بقول الغير من غير حجة“

سے وہم ہو سکتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس تعریف میں تعریفیات سابقہ کے قریب سے مضاف محذوف ہے۔ یعنی ”من غير مطالبة حجة“ بغیر طلب دلیل و دوسرے کی بات پر عمل کرنا۔

**تقلید کا ثبوت** تقلید مطلق جس کی تعریف اوپر بیان کی جا چکی ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) تقلید شخصی۔ یعنی ایک خاص مجتہد کی طرف جو مذہب اور مذاہب منسوب ہو اس کے حل مسائل مفتی بہا کو دلیل طلب کیے بغیر قبول کر لینا اور اس کو اپنے عمل کے لیے کافی سمجھنا۔ یہ مسائل مفتی بہا اس امام مجتہد کے بھی ہو سکتے ہیں اس کے شاگردوں کے بھی اور ان علماء کے بھی ہو سکتے ہیں جو اس امام مجتہد کے مقلد ہوں۔ بہر حال ان سب کا مجموعہ ایک مذہب یا مذہبیں کہلاتا ہے۔ مثلاً فقہ حنفی و مالکی وغیرہ۔

(۲) تقلید غیر شخصی۔ یہ ہے کہ مختلف مذاہب کے متعدد مجتہدین کے مسائل کو ان کی دلیل طلب کیے بغیر اپنا معمولی بہا ٹھہرا جائے۔ یعنی کوئی مسئلہ کسی مجتہد کے مذہب کا لے کر عمل کر لینا اور ایک معین مجتہد کے مذہب کے تمام مسائل مفتی بہا کا پابند نہ ہونا۔

تقلید کی ان دونوں قسموں کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ ایک شخص براہ راست قرآن و سنت سے احکام مستنبط کر لے یا صلاحیت نہیں رکھتا، وہ جسے قرآن و سنت کے علوم کا اہم سمجھتا ہے اس کے فہم و بصیرت اور تفسیر پر اعتماد اور اس کی نشریات کے مطابق عمل کرتا ہے اور یہ وہ چیز ہے جس کا جواز بلکہ وجوب قرآن و سنت کے بہت سے دلائل سے ثابت ہے۔

ہم بیان پر صرف ایک آیت قرآنی اور ایک حدیث نبوی علیہ التیہ والسلام سے  
اس کا ثبوت پیش کرنے پر کفایت کرتے ہیں۔

تقلید کے ثبوت میں آیت :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ  
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَطِيعُوا أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ  
اور کفار کو غیر اور اولو الامر میں سے ہیں۔  
(سورہ نساء، پارہ ۸)

اس آیت میں حق تعالیٰ و تبارک نے اولی الامر کی اطاعت اور  
زراعت داری کا حکم فرمایا ہے، اولو الامر کون لوگ ہیں اسکی تفسیر بعض حضرات  
نے سلطان اور بادشاہ سے کی ہے، بعض نے شیخ طریقت سے اور بعض  
حضرات نے امام مجتہد سے فرمائی ہے۔ لیکن غور کیا جائے تو اس میں  
کوئی تضاد اور منافات نہیں ہے، سب اولو الامر میں داخل ہیں۔ آخر  
دو طرح کے ہوتے ہیں، دنیاوی اور دینی۔ پھر دنیاوی کی چند صورتیں  
ہیں :-

۱۔ ملک کی سیاست کے اعتبار سے سلاطین اور بادشاہ اولو الامر ہیں، یعنی ملکی  
و محکومی انتظامات میں سلطان کا حکم بھالانا ضروری ہے ورنہ دنیاوی معاملات  
میں سخت قسم کا انتشار پیدا ہوگا۔ اسی طرح تدبیر منہجی یعنی گھر میں نظم و نسق کے  
اعتبار سے وہ لوگ جو گھر میں بڑے ہوں وہی اولو الامر ہیں۔ امور خداد  
داری کی انجام دہی کے لیے ان کی اطاعت اور فراہم داری ضروری ہے  
ورنہ گھر کا صحیح نظم قائم نہیں رہ سکتا و قیس عطا خدا۔

۲۔ مردی کی بھی دو قسمیں ہیں، باطنی اور ظاہری۔ ظاہری کو شرع بھی کہتے  
ہیں۔ باطنی کے اولو الامر مشیوخ طریقت ہیں کہ سالکان طریقت کو ان کا



اتباع ضروری ہے۔ اور علم ظاہری یعنی علم شریعت کے اولو الامر (مجتہدین) ہیں۔ جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے واقف اور استنباط مسائل پر قادر ہوتے ہیں۔ لہذا شرع کے اولو الامر (مجتہدین) ہونے اور علمی امور میں ان کی تابداری لازم ہوئی۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ تابداری اسی وقت تک ضروری ہوتی ہے جب تک کہ تابداری کرنے والا مقبول کے درجہ تک نہ پہنچا ہو۔  
 اولو الامر کی اس وضاحت سے یہ بات بھی صاف ہو گئی کہ آیت کریمہ سے یہ امر ثابت ہے کہ وہ مسلمان جو خود مجتہد نہیں ہیں ان کو کسی مجتہد کا حکم

سنا

سنا

سماعا لازم واجب اور ضروری ہے۔  
 چونکہ الحمد للہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم ذمہ مجتہدین میں داخل ہیں، بلکہ بہت بڑے مجتہد ہیں اگر ان کا اتباع کیا جائے تو یہ بات اس آیت کریمہ سے بخوبی ثابت ہے۔ رہا یہ امر کہ حکم مجتہد روایت سے یا روایت (اجتہاد) اور یہ بات کہ حسن ظن کی بنا پر مجتہد کا حکم مان لیا جائے یا اس سے دلیل میں طلب کی جائے۔ سو اس کا فیصلہ بھی آیت کریمہ کی کے الفاظ سے ہو رہا ہے، وہ اس طرح کہ اول درجہ میں خدا کی احکامات کا حکم دیا گیا ہے اور دوسرے درجہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور تیسرے درجہ میں مجتہدین کے ارکان پر حکم دیا گیا ہے۔

اب غور کیجئے کہ مجتہدین کی جو روایت قرآن و حدیث سے ہوگی وہ تو عینہً پہلے دو حکموں میں داخل ہے اس کو عمدہ ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ نیز روایت تواتر مجتہدین کی بھی واجب الاتباع ہے بشرطیکہ وہ لائق ہوں۔ پھر اس میں مجتہدین کی تفصیل سے کیا فائدہ۔ پس تیسرے درجہ میں مجتہدین کی روایت یعنی مسکنی اجتہاد یا واجب الاتباع ہونا متعین ہوا۔ اور اولو الامر کو ملنا اعادہ

فعلیٰ طبعاً اور رسول پر عطف کر کے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جس طرح  
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بغیر مطالبہ دلیل معنی حسن ظن  
کی بنا پر واجب ہے اسی طرح حضرات ائمہ مجتہدین کے مسائل اجتہاد پر کی  
تایید و رازداری بھی بغیر مطالبہ دلیل معنی حسن ظن کی بنا پر واجب ہے البتہ دونوں  
جگہ حسن ظن کا وجہ مختلف ہوگی۔

پہلی جگہ اس کی وجہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہے  
جس کی اطاعت واجب فعلیٰ ہے۔ اور دوسری جگہ حسن ظن کی وجہ ائمہ  
مجتہدین کا فتویٰ اور اجتہاد بھی ہے جس کی اطاعت واجب ظنی ہے اور  
مجتہدین کی ایسی اطاعت کہ جس کی بنیاد حسن ظن پر ہو ورنہ نقیض ہے۔  
ہذا ثابت ہوا کہ اس نسبت کو یہ میں غیر مجتہدین کو اجتہادی مسائل میں حضرات  
مجتہدین کی تقلید کا حکم فرمایا گیا ہے۔ اور یہ حکم ہر دو تقلید شخصی و غیر شخصی دونوں  
کے وجوب کو شامل ہے۔ کیونکہ اولی الامر میں اجماع منہی ہے جو ایک اور  
ایک سے زیادہ مجتہدین کو برابر شامل ہے۔

تقلید کے ثبوت میں حدیث ۱۔

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی  
لا ادری ما اقلد بقی فی خبیثہ  
فانقلدوا بالذین جہلوا  
وامشوا الی اہل بکر و حمیرہ  
(الخروجہ القزوینی)

حضرت مزنیہؓ سے روایت ہے کہ  
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم  
نہیں کہ تم لوگوں میں کس تک مذہب کو  
سہم کر لوگ ان دونوں شخصوں کی  
افتدائے کرنا جو میرے بعد ہوں گے  
اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت حمزہؓ کی  
طرف اشارہ فرمایا۔

ظاہر ہے کہ "صوت" یعنی نئے ان دونوں حضرات کا زمانہ خلافت مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ ان کے تقلید ہونے کی حالت میں ان کا اتباع کرنا اور یہی ظاہر ہے کہ ایک وقت میں تقلید ایک ہی صاحب ہوں گے۔ لہذا البوکرہ کی خلافت میں ان کی پیروی کرنا اور حضرت عمرؓ کی خلافت میں حضرت عمرؓ کی تابعداری کرنا۔

پس ایک زمانہ خاص تک ایک معین شخص کے اتباع کا حکم فرمایا اور یہ نہیں فرمایا کہ ان سے احکام اور مسائل کی دلیل بھی دریافت کر لیا کرنا۔ اور اس کو تقلید شخصی کہتے ہیں جس کا ثبوت اس قولی حدیث سے بخوبی ہو گیا۔ نیز اس حدیث میں اقتن ان کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو منظم امور میں استعمال نہیں ہوتا، اس کا مفہوم بعینہ وہی ہے جو تقلید کے ضمن میں بیان کیا جا چکا ہے۔

## تقلید کے بارے میں شاہ ولی اللہ کا مسلک

ابن تیمیہ صاحب کرام اور ابجد کے دہائیوں میں تقلید کی نذر نہی نوہیت کو بیان کرنا چاہتے ہیں جس سے ناظرین کو چننے والے کا تقلید غیر شخص سے شخصی کیوں ضروری ہوئی اور اس کا انحصار مذہب اور اہل میں کب اور کیوں ہوا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے تقلید کے مسئلہ پر بڑی بصیرت افروز روشنی ڈالی ہے۔ اور چونکہ حضرات غیر مقلدین تقلید کی مخالفت کرتے ہیں اکثر و بیشتر (غلط طور پر) ان کے ہی کلام کو پیش کر کے وہ ان کو غلط فہمی میں مبتلا کرتے ہیں اس لیے ہم اس موقع پر حضرت شاہ صاحبؒ ہی نے اس مسئلہ کی جو فصاحت فرمائی ہے اس کو بیان کیے دیتے ہیں۔

## عبد صالح بن ابی بن قلیبہ

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ  
حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام کے  
مہر و زریں میں رواج یہ تھا کہ جب کسی کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا اور اس مسئلہ  
میں وہ خود کوئی فیصلہ نہ کر سکتا تو وہ کسی بھی صاحب بصیرت عالم کی طرف  
رجوع کرتا اور اس سے دریافت کر کے عمل کر لیتا تھا۔

الان الناس لم یزالوا من ذم  
الصحابۃ انی ان ظہر المذہب  
الاربعۃ بقلوبہن من اتفق  
من العلماء من ظہر تکبرہن  
احد یعتبر انکارہ ولو کان  
ذالک باطلا لا ینکرہ۔  
(عقد الجید ص ۱۲)

کیونکہ صحابہ کرام سے لیکر چار مذہب  
کے ظہور تک یہی دستور اور رواج  
رہا کہ کوئی عالم مجتہد نہ جاتا تو اسی کی  
تقلید کر لیتے تھے، کسی بھی معترض کو مٹتے  
اس پر کبھی نہیں کی، اگر یہ تقلید باطل  
ہوتی تو وہ حضرات اس پر ضرور کبھی  
فرماتے۔

## تفسیر

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نزدیک تقلید کا اپنے امام کو  
تمام ائمہ پر فضیلت و شیا تقلید امام کے لیے ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ فرماتے  
ہیں۔

و قد ات اعتقاد الفضلیۃ الامام  
ظاہر الاثر الا انہ ظہر لازمۃ فی  
صحۃ التقلید اجاب ان  
الصحابۃ و التابعین کانوا  
یمتثلون ان ظہر ہذہ  
الامۃ ابو بکر و عمر و

اس اعتراض کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ  
تقلید کے صحیح ہونے میں یہ اعتقاد رکھنا  
بالاجماع ضروری نہیں ہے کہ میرا امام  
باقی اور ائمہ پر فضیلت رکھتا ہے۔ اس  
لیے کہ صحابہ کرام اور تابعین یہ عقیدہ رکھتے  
تھے کہ تمام امت میں افضل ترین ابو بکر



کاٹوا مقلدین نے کثیر  
عن السائل بخلات قولہا  
وتمہہ بتکریمہ ذالک الحد  
وکان اجماعا علی ما قلنا  
(عقد الجید ص ۸۰)  
اور پھر عرض ہے اس کے باوجود  
بہت سے مسائل میں ان دونوں  
حضرات کی رائے کے خلاف دوسرے  
صحابہ کی تقلید کرتے تھے اور اس پر  
کسی نے اعتراض نہیں کیا، لہذا یہ  
مسئلہ اجماعی ہے۔

صحابہ کرام اور تابعین کا زمانہ چونکہ زمانہ نبوت سے قریب تر تھا  
اس وجہ سے وہ بہر حال خیر و برکت کا اور غلو و للہیت کا زمانہ تھا اس  
میں تقلید غیر شخصی کے اندر کسی قسم کی بڑی مضرت کا امکان نہیں ہو سکتا تھا اس  
لیے اس زمانہ میں تقلید کے دائرہ کا وسیع ہونا کوئی تعجب چیز امر نہ تھا۔  
دوسرے یہ کہ اس زمانہ میں علم فقہ کی تدوین بھی عمل میں نہیں آئی تھی۔ لیکن  
حضرات تابعین کے بعد کا زمانہ چونکہ زمانہ نبوت سے بعید ہو چکا تھا  
عام طور پر طبیعتیں بھی پہلے سے مختلف ہو گئی تھیں، ذہنات و فہمیں پر  
ہوا و ہوس کا غلبہ تھا، یکذرت ہو گئے تھے اس لیے تقلید کی موجودہ و معنوی  
تقلید شخصی میں محدود کرنا ناگزیر تھا ورنہ مفسد کا دروازہ کھل جاتا اور شرائع  
و احکام شرع باذیمہ اطفال بن کر رہ جاتے۔ چنانچہ دوسری صدی ہجری کے  
افتتاح پر ائمہ مجتہدین کے تفقہات کتابی شکل میں تدوین ہونا شروع  
ہو گئے۔ جن لوگوں کو تدوین شدہ مذاہب میسر نہ آئے انہوں نے اسی  
مذہب کی پیروی کرنی اور تقلید شخصی اختیار کی۔ البتہ جن کو وہ مذاہب میسر  
نہ ہو سکے وہ اس زمانہ میں بھی بدرجہ مجبوری تقلید غیر شخصی ہی کرتے رہے  
تھی کہ ان کو کوئی تدوین مذہب دستیاب ہو گیا۔

اس بارے میں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں :-

و بعد الماتین ظهر فیہم  
التقدیب للجدیدین اعیانہم  
و قتل من کان لا یعقد علی  
منہب معتقد بعینہ و کان  
هو الواجب فی ذلک الزمان  
(الانصاف ص ۷۷) نقلاً

اشغال فی الفقہ کی تفصیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

و بالجدید فالقدیب للجدید  
یسوئ الہملہ اللہ تعالیٰ العلماء  
و جمعہم من حیث لیتلصقون  
لو لایستعرون  
(الانصاف ص ۷۷) نقلاً

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ تقلید شخصی کا رد اچ گود و سری مذہبی  
ہجری کے بعد ہو گیا تھا مگر کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو تقلید غیر شخصی پر عامل تھے اور  
اس کو انہوں نے بالکل ترک نہیں کیا تھا۔ فرماتے ہیں :-

اعلم ان الناس کانوا  
شیب المائۃ الرابعة غیر  
مجتہدین علی تقلید الخاص  
لذہب واحد بعینہ

(حجۃ اللہ البالغۃ ص ۱۱۷ ج ۱)

# تقلید شخصی میں انحصار

جب حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور حضرت امام احمدؒ کا فقہ تشریف لے گیا۔ اور عام طور پر رائج ہو گیا۔ تب بیشتر مذاہب اور پند اخذ کیا۔ انحصار ہو گیا اور یہ تقلید شخصی کے ساتھ ساتھ کسی کو بھی اختلاف دہم لگا۔ اہل علم کے خلاف کرنے کو سواد اعظم سے قرار و انحراف کے مترادف سمجھا جانے لگا جو سخت ترین گناہ ہے۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:-

والا اختلاف سنت المذاہب  
الاولیٰ والاھلہ الاہلہ  
انہما اتبعوا لیسوا الاھلہ  
فانہما یخرجون عن الصواب  
الاھلہ م  
(عقد الجہان ص ۱۷۷)

مذہب و مرجع مذہب اور پند کے اور  
سارے مذاہب فقہ فہم ہو گئے تھے  
انھیں مذاہب اور پند کا اتباع سوا  
اعظم کا اتباع قرار پایا اور ان ہاں  
مذہب کے نکلنا سواد اعظم سے نکلنے  
کے مترادف سمجھا

اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ ان مذاہب  
اور پند میں تقلید شخصی کے انحصار اور جواز تقلید پر اجماع امت ہے اور یہ غرض ترین  
واللہ اعلم۔ فرماتے ہیں:-

ھذا المذاہب الاھلہ  
المذہب المذکورہ قد اجتمعت  
الاعتقاد ومن یبتدئ بہا منہا  
على جواز تقلیدھا الى یومنا  
ھذا  
(محیط اللہ فی الفقہ ص ۱۷۷ ج ۱)

تمام امت نے یا امت کے قابل  
ہاں انھوں نے ان مذاہب اور پند  
مشہورہ کی تقلید کے جواز پر اجماع  
کر لیا ہے جو آج تک جاری ہے۔

نکات

اور فریاد کیا۔

وَقَدْ ذَلَّلْنَا بِهَذَا آيَاتِنَا لِقَوْمٍ عَلِيمٍ  
مَا لَا يَخْفَى الْأَسْجَادُ مِنْ رَبِّهِمْ  
الَّذِينَ تَصَوَّرْتُمْ بِهِ الْإِلَهَ جَدًّا  
وَأَمْشَوْا فِي الْأَنْفُسِ الْمَوْتِ  
أَمْ حَسِبْتُمْ أَنَّ دِيَارِيَّ بَدْوٌ لَا يَهْدِي

اور اس میں بہت کچھ ایسا ہے جو پوشیدہ  
نہیں کیا گیا، ہاتھوں اس زمانہ میں کہ  
ہتھیار بہت ہو گئے ہیں اور فوسس ہیں  
تو اشیائے کا نظارہ اور ہر راستے والا  
ایک راستہ پر منہ دہا رہتا ہے۔

(حجۃ اللہ الیہ المقادس)

پہلے سے جان کر تھا کہ حق پر امن امن کرتے والوں پر سخت تنقید فرماتے ہیں۔  
فَمَا ذَهَبَ الْإِلَهَ مِنْ حَزْمِ عَيْنِهِ  
فَمَا أَتَى الْمُتَّقِينَ حَوَامِلَ الْأَيْدِي  
لَا حَتَّىٰ آتِيَهُمْ بِآيَاتٍ قَوْلًا لَّيِّنًا  
وَسُورًا مِّنَ اللَّهِ يَخْطُبُ فِيهَا وَيُلَاحِظُ  
مُلَاكِبَهُمْ فَسُرَّ لَهُ  
(حجۃ اللہ الیہ المقادس)

تقلید کے بارے میں حضرت شاہ صاحب کا نظریہ یہ تھا کہ اگر بالفرض کوئی  
شخص کسی ایسے مکتب میں خیام پڑھ رہا ہو جہاں کسی دوسرے مذہب کا کوئی عالم یا اس کا  
کئی ہیں موجود نہ ہوں تو اس کو وہ مذہب غیبی کی تقلید کرنا ضروری ہے، اس  
میں غیر ہے۔ فرماتے ہیں:-

فَمَا ذَاكَ إِلَّا كَمَا أَنَّ الْإِنْسَانَ جَاهِلٌ لَا يَدْرِي  
بِلَاذِ الْهَيْدَةِ أَوْ بِلَاذِ مَا دُرَاوُ  
الْهَيْدَةِ وَلَيْسَ فَتَاكَ عَالَمِ شَاخِصٍ  
وَلَا مَالِكِي وَلَا حَنْبَلِي وَلَا كِتَابٍ

جب کوئی شخص ہندوستان یا ماوراء  
النہر میں سکونت پذیر ہو جائے کوئی شافعی  
یا حنبلی اور مثلی عالم نہ ہو اور نہ ان مذاہب  
کا کتاب میں ہی میرے پاس ہیں تو اس کو



من كتب الذاهب وجب عليه ان يقتل جسد هب  
التي حنيفة رد ويحرم عليه ان يخرج من ماله لانه  
حينئذ يخلع عنقه ويقتل  
الشرعية ويقتل سداً مبالاً  
(الانصاف) پھر ہے گا۔

ما شخص واجب ہے کہ وہ صرف کلام  
اور حنیفہ کی تقلید کرے۔ ان کے مذہب  
سے ملوہ ہونا اس کے لیے حرام ہے  
کیونکہ اس سے علوہ کی صورت میں  
وہ شریعت کی رہی اپنی گردن سے  
انار پھینکے گا اور پھر یونہی آزاد پھر  
پھر ہے گا۔

شاہ صاحب ایسے شخص کو قطعاً ناپسند فرماتے تھے جو محدثین اور فقہار  
سے کنارہ کش ہو جائے۔ اپنی کتاب الانصاف میں فرماتے ہیں :-  
جو شخص ایسے موفیاء کرام سے جو عالم شریعت بھی ہوں اور ایسے  
علماء سے جو موفی ہوں یا محدثین سے جن کو امام و پیشوا سے  
وافر صہ ملا ہو اور ایسے فقہار سے جن کو علم فقہ سے گہرا تعلق ہو  
تعلق منقطع کرے وہ شخص ہمارے گروہ سے نہیں ہے۔

**تنبیہ:** بلاشبہ حضرت شاہ صاحب کے کلام سے ایسے شواہد بھی ملتے  
ہیں جن سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب تقلید شخصی کو پسند نہیں  
فرماتے تھے، لیکن شاہ صاحب کی ان ساری عبارات کو سمجھنے کے لیے ان کے  
گروہ و پیشوا کے ماحول سے اور اس زمانہ کے پیلاش و فقیہ جو دوسے صرف نظر  
نہ کرنا چاہیے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے زمانہ میں بعض لوگوں نے نفی مسائل  
اور ہر نہایت کو امام و پیشوا کا درجہ دے دیا تھا۔ فقہار کی تعریفات کے خلاف  
کوئی مرید اگر پیشوا کی جاتی تو اس کو یہ لوگ رو کر ویٹے تھے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ

ہندوستان میں حدیث پاک کا فروغ حضرت شاہ صاحبؒ ہی کے ذریعہ ہوا ہے۔  
شاہ صاحبؒ کی نظر میں یہ چیز نامہندہ نہیں تھی، اس وجہ سے آپ فقہی جزئیات کو  
کتاب و سنت پر مبنی کرنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے تاکہ اقوال متکلفین جو قول سنت  
معارف کے مطابق ہو اس کو اختیار کیا جاسکے۔

- اس بارے میں حضرت شاہ صاحبؒ کہ یہاں انسان توسع تھا کہ اگر کوئی مسئلہ فقہی کی نظام کی روایت میں موجود نہ ہو یا اور حدیث میں موجود نہ ہو تو اس کو مزور اختیار کر لیتے اور اس طریقہ کو مذہب حنفی کی تقلید کے خلاف نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

ومن قال مذهب الی حنیفۃ متولفۃ الا مشادۃ  
بالسببۃ فقلل اخطاء ولا  
يعضد وراۃ ولا دراجۃ  
قال ابن ہمام نعم لہ  
یذکرہ محمد فی الاصل  
و ذکرہ فی الموطاء  
وجدت بعضہم لا یحبون  
قولنا لیست الاشارة و ظاہر  
المذہب و قولنا ظاہر المذہب  
انہا لیست الاشارة  
احیاء اللہ البالغۃ ص ۲۷

بعض شخص نے یہ کہا کہ امام ابو حنیفہؒ کا  
مذہب یہ ہے کہ کثرت ہیں اشارۃ بالاسباب  
نہ کرنا چاہیے، اس نے تقلید کی کیونکہ یہ  
فعل اور نقل دونوں کے خلاف ہے۔  
بجواب کہ ابن ہمام نے فرمایا: ہاں اس مسئلہ  
کو اصل موطاء میں ذکر نہیں کیا اور ظاہر  
روایت کی کتابوں میں سے ہے لیکن انھوں  
نے موطاء میں اس کو ذکر فرمایا ہے اور  
ہیں دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ فقہاء متنفذ  
کی دو تفسیروں میں فرق نہیں کرتے کہ اشارۃ  
ظاہر مذہب یا نہیں اور ظاہر مذہب سے  
ہے کہ اشارۃ نہیں۔

اس توسع کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض نظام میں حضرات نے شاہ صاحبؒ کو حنفی مسلک

ہے۔ انا۔ بلکہ اس کے خلاف کھڑا ہوا۔ انا ان کے قطعاً مخالف و متضاد ہوں۔

یہ تھے حضرت شاہ صاحبؒ کے نظر یا اس مسئلہ انقلاب کے بارے میں۔

اب تقلید پر مبنی تاریخی نوعیت کے متعلق اس قدر تفصیل جائزہ والا نظر فرمائیے۔

رسالت آپ حضرت محمد علیؑ علیہ وسلم کے عہد

زریں میں مسافر کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لیے

### تقلید غیر خفیہ کا رواج

مسائل تاریخیہ اور واقعات حادثہ میں عمل کرنے کے لیے یقین راستے تھے۔

(۱) ذات اقدس علیہ السلام (۲) اجتہاد (۳) تقلید۔

اگر کسی صاحب کو کسی بھی جزئی مسئلہ میں ترو و تہمت یا فہم و لغت یا قیاس و مذاہب

آئمہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسخی و عملی کر کے اس پر عمل کر لیتے اور اگر وہ جوئے

کی وجہ سے یا کسی اور بنا پر ملاقات نہ ہو سکتی تو قیاس کے ذریعہ یا غلط و کتابت

سے دریافت کرنے کی کوشش کرتے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکتا اور ان میں خود

اجتہاد کی قوت نہ تھی تو اپنے اپنے اجتہاد اور استنباط سے کام لیتے اور عمل کرتے۔

اور اگر قوت اجتہاد و یہ سب نہ ہوتی یا اس سے کام لینا نہ چاہتے تو جو بھی عالم مل جاتا

اس سے روایات کرتے اور وہ اپنی روایت یا روایت سے جو کچھ جواب دیتا

پھر سنے و قوی و معتد سے اس پر یقین کر لیتے۔ چہ کہ ان حضرات کا مقصد

واقعہ عمل کرنا ہوتا تھا اس لیے اس کا راستہ تلاش کر کے عمل میں مصروف ہو جاتے

اور قیاس و قائل میں وقت ضائع نہیں کرتے تھے۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد چونکہ براہ راست آپ سے

مسائل معلوم کرنے کا سلسلہ ختم ہو گیا اور سب اہل غیر منصوصہ اجتہاد میں صرف دو ہی

پہچان یعنی اجتہاد اور تقلید پر عمل کا دار و مدار ہو گیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے

اپنے فضل و کرم سے مجتہدین کی ایک بڑی جماعت پیدا کر دی لیکن اس وقت تک

کسی مجتہد کے اصول و قواعد مضبوط نہیں ہوئے تھے اور اس طرح مسائل و فروع بھی مدوں نہیں تھے اس لیے کسی خاص معین مجتہد کے مسائل اجتہاد پر مطلق ہو کر اس کے مذہب متبعین کی پابندی اور اس پر عمل کرنا نہایت دشوار بلکہ غیر ممکن تھا۔ اور غیر مجتہدین میں تدریس و تعلویٰ اور اخلاص عمل کا جذبہ موجزن تھا۔ لہذا جس کو جو بھی مجتہد رش ہوتا اس سے اپنی ضرورت کا مسئلہ دریافت کر کے عمل کر لیتا اور اس مسئلہ میں اسی کی تقلید اور تابعداری کر لیتا۔ کسی نیک مجتہد کی پابندی نہیں تھی اور نہ یہ اس وقت ہو سکتی تھی۔ تقریباً دوسری صدی ہجری کے آخر تک اسی طرح تقلید غیر شخصی جاری رہی اور اس کا ایسا عام رواج رہا کہ کسی بھی قابل کما کا مالک نے اس پر کوئی انکار نہیں کیا۔

**تقلید شخصی کا رواج** دوسری صدی ہجری میں جب علماء رہا نہیں گئے اور ایہام خداوندی اصول و فروع کی تدوین اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ بند رواج شروع فرمایا تب بعض مسائل کے ایسے مجموعے بنائے جانے لگے جن کے ذریعہ ائمہ مجتہدین کے قابل ترین اور لائق تلامذہ نے اپنے اپنے اساتذہ اور اکابر کے مذاہب و مسائل کی بقا اور حرج میں سعی تبلیغ شروع کر دی۔

اس طرح دوسری صدی ہجری کے بعد اکثر لوگوں میں تقلید شخصی کے رواج کی ابتدا ہوئی۔ لیکن اس وقت چونکہ مذاہب مدونہ کا اس فارغ رواج مذہبوں کا تھا کہ ہر ملکہ اور شخص کو باسانی و دستیاب ہو سکیں اور غیر مجتہدین کی تعداد بھی غیر محصور تھی۔ اس لیے جن لوگوں کو مذاہب مدونہ پورے طور پر بہتر نہ ہو سکے وہ اس وقت بھی حسب دستور سابق تقلید غیر شخصی پر عاف رہے اور بہتوں نے ایک ایک مذاہب کی پابندی کر کے



تقلید شخصی کا التزام کر لیا۔ اور پھر یہ تقلید شخصی ہی ان چار مذہبوں پر مذاہب شرع منہصر  
 ہوئی کیونکہ ان مذاہب کے علاوہ اس وقت اور بھی بعض اجتہادین کے مذاہب پائے  
 جاتے تھے جو بھی صدی ہجری تک نہ پہنچا روئے رہا۔

## تقلید شخصی کا انحصار مذاہب اربعہ میں

جو بھی صدی ہجری میں جبکہ مذاہب اربعہ، یعنی مالکی، شافعی اور حنبلی  
 کی کتب فہرہ دونوں ہو کر افکار عامہ میں پھیل گئیں اور ان مذاہب اربعہ میں  
 سے کسی مذہب پر ہر ملک اور ہر شخص کے لیے عمل کرنا سہل اور آسان ہو گیا  
 اور یہ تھرا کہ ان چار مذہبوں میں امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور  
 امام احمد بن حنبل کے مذاہب کے سوا باقی تمام مذاہب جو بھی صدی ہجری سے قبل  
 کچھ نہ کچھ پائے جاتے تھے اسباب مخالفت کی بنیاد اور کسی وجہ سے ختم ہو گئے، بلکہ  
 کہنا چاہیے کہ مشیت الہی اسی طرح تھی کہ جس کا باقی رہنا مقصود تھا باقی رہا ورنہ  
 فنا ہو گیا۔ اور اہل سنت والجماعت میں ان چار مذاہب کے سوا اور کوئی مذہب  
 مروج اور معمول نہ رہا اور پھر عدم ضرورت اجتہاد میں بھی گئی انتہا جو بھی  
 صدی ہجری میں ان چاروں ائمہ کے مذاہب میں تقلید شخصی کا انحصار ہو گیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں :-

”پھر مذاہب اربعہ کے دوسرے تمام مذاہب تقریباً معدوم

ہو گئے، اب ابھی چاروں کا انبیاء سواد اعظم کا اتباع قرار پایا

اور ان سے باہر جو سواد اعظم سے نکلنا چاہا، (معدوم ہوا)

علامہ ابن خلدون مقدمہ تاریخ میں لکھتے ہیں :-

”وچار و انحصار میں ان ہی ائمہ اربعہ میں تقلید منہصر ہو گئی اور ان کے

سواء جو امام تھے ان کے مقلد ناچند ہو گئے اور لوگوں نے اختلافات کے دروازے اور راستے بند کر دیے۔ اور چونکہ اصطلاحات علمیہ مختلف ہو گئیں اور لوگ متبذد اجنبی و کسب ہو چکے تھے اور اس امر کا اندیشہ پیدا ہوا کہ اجتہاد کے میدان میں کہیں ایسے لوگ نہ کوئی ہیں جو نہ تو اس کے اہل ہیں، نہ ان کا دین اور ان کی راستے قابل وثوق ہے لہذا علمائے زمانہ میں جو محنت طے انھوں نے اجتہاد سے اپنا بھر ظاہر کر دیا اور اس کے دشوار ہونے کی تصریح فرمادی اور ان ہی ائمہ مجتہدین کی تقلید کے لیے جن کے لوگ مقلد ہو رہے تھے ہدایت اور رہنمائی کرنے لگے۔ اور چونکہ تداول تقلید میں تلامذہ ہیں، یعنی اس طرح تقلید کرنے میں کہ کبھی ایک امام اور کبھی دوسرے امام کی طرف رجوع کرنے میں وہیں گھٹونا ہین جانا ہے اس لیے اس طرح کی تقلید کرنے سے لوگوں کو منع کرنے لگے اور ایک ہی امام کی تقلید کرنے پر زور دینے لگے اور صرف عقول مذہب باقی رہ گیا۔ اور بعد فقہیم اصول و اقسام مسند بالروایۃ ہر مقلد اپنے اپنے امام مجتہد کی تقلید کرنے لگا اور فقہ سے آج بجز اس امر کے کچھ اور مطلب نہیں۔ اور فی زمانہ مذہبی اجتہاد مروجہ اور اس کی تقلید مروجہ اور متروک ہے اور اہل اسلام انھیں ائمہ اربعہ کی تقلید پر مستقیم ہو گئے ہیں۔

(منقول از اذکار الہیہ، ص ۱۰۹)

## مذہب اربعہ میں تقلید شخصی کا انحصار افضل رہتا ہے

مسائل اجتہاد پر مخصوص مسائل میں مجتہد سے کسی بھی صورت میں استفتاء نہیں ہو سکتا اور ائمہ اربعہ کے ماسواہاتی تمام مذاہب جن میں مذاہب حقہ بھی تھے جو تسمی صریح ہجری تک ختم ہو گئے اور آنے والے لوگوں میں مجتہد اپنے کی قرعہ بھی باقی نہیں رہی تو اب صرف دو ہی صورتیں تھیں۔ یا تو لوگ اپنے اپنے خیالات کو کافی سمجھ کر اس پر عمل کر سکتے اور اتباع ہوا کے گناہ میں مبتلا ہوتے یا ائمہ اربعہ کے مذاہب حقہ محفوظ کی تقلید اختیار کر سکتے اور اپنے آپ کو اتباع ہوا سے محفوظ رکھتے۔ پس اس وقت خالصتہً افضل و کرم سے لوگوں میں ائمہ اربعہ کی تقلید شخصی کی محبت پیدا کر دی اور ان کے دین کو تہلیل ہوئی سے بچا لیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اپنی کتاب "الافتا" میں فرماتے ہیں:-  
 "ائمہ مجتہدین کے مذاہب کا پابند ہونا ایک راہ خداوندی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علماء کے قلوب میں الہام فرمایا ہے اور اس پر ان کو جمع کروایا ہے۔ وہ سمجھیں یا نہ سمجھیں۔  
 دوسری جگہ فرماتے ہیں:-

"مجتہدین کی چونکی علامت یہ ہے کہ ان کے لیے قبولیت آسمان سے نازل ہوا یا میں طرز ہو کہ ان کے علم کی طرف علماء مفسرین، محدثین اور ارباب اصول و حفاظ کتب حدیث و فقہ گروہ در گروہ مائل ہو جائیں اور اس میں قبولیت اور علماء کی توجہ پر نہایت دراز گذار جائیں کہ یہ قبولیت و دل کی تہ میں ملے جائے۔ سو الحمد للہ یہ علامت ائمہ اربعہ میں پوری طرح پائی جاتی ہے

لہذا مذہب اربعہ عند اللہ مقبول ہیں۔

## تقلید شخصی کا وجوب

اس لیے دینی حکم مطلق اور نفس پرستی کے دور میں تقلید شخصی ضروری اور واجب ہے۔ اس کے کسی بھی صاحب فہم اور سلیم الطبع آدمی کو قطعاً انکار نہیں ہو سکتا۔ تقلید کے وجوب اور اس کی ضرورت کو سمجھنے کے لیے اولاً وجوب کے معنی سمجھ لینا چاہئیں کسی چیز کے واجب اور ضروری ہونے کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن و حدیث میں خصوصیت کے ساتھ اس کی تاکید فرمائی گئی ہو جیسے نماز و روزہ وغیرہ۔ اس طرح کے وجوب کو وجوب بالذات کہتے ہیں۔ وجوب کی دوسری صورت یہ ہے کہ اس امر کی خود لوگوں میں صراحتاً تاکید نہیں کی گئی ہے مگر جن امور کی قرآن و حدیث میں تاکید کی گئی ہے ان پر عمل کرنا اس امر کے بغیر ممکن نہ ہو اس لیے اس کو بھی ضروری اور واجب کہا جائے گا کیونکہ یہ ایک مشہور اصول ہے کہ واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے۔ لیکن جس چیز پر کسی مذہب کا دار و مدار ہو وہ خود بھی واجب ہوتی ہے۔ اس کی مثال یہاں بہت سی چیزوں کا نام لیا جاسکتا ہے جن میں قرآن و حدیث کی تدوین اور کتابت بھی ہے۔

ایک ہی شریعت میں کہیں بھی قرآن و حدیث کو اس طرح بجا کرنے اور ان کو محیطہ تحریر میں لانے کا صراحتاً حکم نہیں آیا ہے لیکن چونکہ قرآن و حدیث کو محفوظ رکھنا اور اس کو حلال ہونے سے بچانا ایک شرعی فریضہ ہے جس کی بار بار تاکید کی گئی ہے اور تجربہ شاہد ہے کہ اگر کتابت کے عائدگان کی مخالفت نہ کریں تو ہی اس لیے قرآن و حدیث کے لکھنے کو ضروری اور واجب سمجھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ولایت اس پر امت کا اتفاق پیدا کیا ہے۔ اس طرح کے وجوب کو وجوب بالغیر



کہتے ہیں۔

وجوب کے سلسلہ میں مذکورہ بالا تفصیل کے بعد اس بات پر ہر شخص کو یقین چاہیے کہ تقلید شخصی بھی واجب الخیر ہے کیونکہ تقلید شخصی سے ان عقائد کا رد و اذہ بند کرنا مقصود ہے جن سے شریعت اسلام میں نہایت شد و حد کے ساتھ روکا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

لَا تَقْلُدْ بِدُعا بِلَا اَدْنٰی اِلَّا فِی الْاَدْنٰی وَفِی الْاَدْنٰی اَصْلُ الْاَدْنٰی۔  
اصلاح کے بعد زمین پر فساد  
برپا نہ ہو۔

آیت کریمہ میں فساد کرنے سے روکا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو چیز فتنہ و فساد کا باعث ہوگی وہ خود بھی منوع ہوگی اور اس کا ترک واجب ہوگا۔ چونکہ یہ مقلدیت موجب فتنہ و فساد ہے جبکہ مذکورہ معلوم ہوگا اس لیے ترک تقلید منوع ہوگی اور ائمہ اربعہ میں سے کسی بھی امام کی تقلید واجب ہوگی کیونکہ اس سے فتنہ و فساد کا رد و اذہ بند ہو جاتا ہے۔ صابری یہ بات کو ترک تقلید میں سراسر فتنہ و فساد ہے اس کے سمجھنے کے لیے غور فرمائیے۔

آیت کے دور میں امام طور پر ملے کہ مالک اور اہل اس و اہل بیت کا فتنہ ان جیسا کہ ہے ظاہر ہے۔ اسی حالت میں اگر یہ ملے ہو جائے کہ قرآن و حدیث کا مطلب جس کی سمجھ میں جو آئے وہ اس پر عمل کیا کرے اور اپنی کچھ کے مطابق فتویٰ صادر کیا کرے تو اس کا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ بعض لوگ تو اپنے آپ بہت سمجھ کر قیاس کرنا شروع کر دیں گے اور جو اجتہاد کو احادیث سے ہمیشہ کر کے کہیں گے کہ اجتہاد کو حدیث سے کسی جماعت کے ساتھ مخصوص تو کیا نہیں ہے اور پھر ہم بھی تو آخر پرستے لکھتے ہیں۔ قرآن و حدیث کا ترجمہ ہم نے ہی دیکھا ہے یا کسی عالم سے سنا ہے۔ اور ہم اس کو سمجھ بھی گئے ہیں پھر ہمارا اجتہاد

کیوں معتبر نہ ہو؟

اسی طرح ہر کس و نا کس ملکی اجتہاد ہوگا اور ہر ایک اپنے اپنے اجتہاد کے موافق فتویٰ دے گا، پھر ایک دوسرے کے فتویٰ کو باطل قرار دے گا، تو توہم پیدا ہوگی اور امت میں محنت، اختلاف اور فتنہ و فساد برپا ہوگا۔ مثال کے طور پر ایک مسئلہ کیا وہ مسئلہ پانی کو کسے جیسے جو فقہ اور اکثر کتب حدیث کا گویا پہلا مسئلہ ہے:

اذا صبغ الماء قلین لا یجمل حسب پانی دو تلے (شکل) پر جائے تو الحلیہ - (الحلیہ) وہ ناپاکی قبول نہیں کرتا۔

اس حدیث قلین کی بنا پر ایک صاحب کی بھرمیں یہ آتا ہے کہ پانی اگر دو تلوں سے گم ہے تو اس میں نہاست پڑ جائے ہے وہ پانی ناپاک ہو جائیگا۔ دوسرے صاحب کے سامنے ایک دوسری حدیث آئی ہے۔

الماء طہور لا ینجسہ شیء مالم یشغیر۔

یعنی پانی پاک کرنے والا ہے، اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی جب تک کہ پانی میں تغیر نہ آجائے۔

جس کے پیش نظر پانی کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو وہ و قوی نہاست سے ناپاک نہ ہوگا جب تک کہ اس پانی میں تغیر نہ آجائے۔ دوسرے صاحب

کی تحقیق یہ ہوئی کہ حدیث کے مطابق الماء طہور لا ینجسہ شیء تو۔

یعنی پانی پاک کرنے والا ہے، اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی۔ و قوی نہاست

سے پانی ناپاک ہوتا ہی نہیں اس پر تغیر ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ حدیث مثیل السند

او صاف ثنائی کے تغیر کے بارے میں واقع ہی نہیں ہوئی۔ چوتھے صاحب

امام داؤد ظاہری سے متعلق الرأے ہوئے کہ پیشاب سے تو پانی ناپاک ہو جائیگا۔

پانچا سہ ناپاک نہیں ہوتا، کیونکہ عاریت، الا صیولوں احد کھینے الماء الذائم، یعنی تم میں سے کوئی نہیں ہے جو سہ ناپاکی میں پیشاب نہ کرے۔ یہ عاریت پیشاب کے بارے میں آئی ہے نہ کہ پانچا سہ کے متعلق۔ سہ ناپاکی صاحب امین حرم کے ہم خیال ہوئے کہ اگر پانی میں ہی پیشاب کیا جائے تو پانی ناپاک ہوگا اور اگر کسی برتن میں پیشاب کر کے پانی میں ڈال دیا جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ چھٹے صاحب کا یہ اجتہاد ہو کہ پانی میں پیشاب کیا جائے یا فارغ سے لے جائے بہر صورت وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے، مگر صرف اسی کے واسطے جس نے پیشاب کیا دوسروں کے لیے وہ طہرہ طہری رہتا ہے۔ اب یہ چھ اٹھنا میں ہوئے۔ فرض کیجیے کہ ہر سب کے سب ایک ہی مقام پر رہتے ہیں اور پانی کے مسئلہ میں ہر ایک کی رائے مختلف ہے اور ہر شخص کا ماخذ حدیثی ہے، ہر ایک نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق فتویٰ دیا ہے تو ایسی حالت میں عوام کی کیا کیفیت ہوگی۔ ہر ایک اپنے مخالف کے قول کو باطل قرار دے گا اور ان عقیدوں میں کتنا شدید اختلاف ہوگا اور کتنے متفرق فرقے بن جائیں گے۔

یہ تو پانی کا ایک مسئلہ ہوا، اس کے علاوہ نماز و روزہ کے سینکڑوں جگہ بلامبالغہ ہزاروں احکام ایسے ہیں جن میں اختلاف کی پوری گنجائش ہے۔ سو اختلافِ ذات کی وجہ سے کس قدر دنگے اور فساد کی فزیت آئے گی۔ جب ہر شخص اس کا حجاز ہوگا کہ کتاب و سنت سے جس کی سمجھ میں جو آئے اس پر عمل کرے۔ اور فتویٰ دے۔ اور ظاہر ہے کہ انسانی طبیعتیں مختلف اور عقل و فہم ہر جہاد میں تو پھر اتفاق کس طرح ہو سکتا ہے خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ عام طور پر لوگوں میں نفسانیت بھری ہوئی ہو اور بے دینی و بے علمی کا دور دورہ ہو۔

ذکورہ بالا موردت، عالیٰ جس مشفق مزاج کے راستے ہوگی اس پر یہ امر

روز بروز شکی کی طرح واضح ہو جائے گا کہ غیر مقلدین فتنہ و فساد کی جڑ تھپہ اور رفع فساد کے لیے اس سے اعتزاز نہایت ضروری ہے اور کسی خاص مذہب کی پابندی لازمی نہیں بلکہ ہر چہ تو غیر مقلدین میں تقلید سے بچے ہوئے نہیں ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ غیر مقلدین یا اس سے قریب تر زمانہ کے کسی عالم کی تقلید کے شرف سے محروم رہ کر چودھویں صدی کے کسی نام نہاد عالم و محدث کی تقلید میں پھنسے ہوئے ہیں۔

لیکن جو نگار اثر اربعہ کے سوا کسی اور امام کا مذہب یا دین اور شائع نہیں اس لیے انہی چاروں میں سے کوئی خاص مذہب اختیار کرنا ضروری ہوگا۔  
الغرض جب یہ ثابت ہو گیا ہے کہ غیر مقلدین فتنہ و فساد کی جڑ تھپہ اور کسی مذہب معین کی تقلید جو چوب صلیح اور رفع فساد کا ذریعہ ہے تو عدم تقلید نامائز اور تقلید شخصی واجب بالغیر ہوتی۔

**تنبیہ :** امام معین کی تقلید کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کے تمام مجتہدات پر عمل کرنا لازم اور ضروری ہے، بلکہ امام سے منقول ان کے مستند مسائل میں سے جو معنی بہاؤں ان پر عمل کرنا کافی ہے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ مجتہد مطلق کا یہ وہ مسئلہ استنباط کیا جوا ہو بلکہ مجتہد کے اصول استنباط کے مطابق جو بھی قابل امتداد عالم افواہ وہ امام کا تقلید جو یا نہ ہو انھیں اس کے مسائل کرے اور اس پر فتویٰ دے دیا جائے تو اس پر عمل کرنا بھی ہوگا اور یہ مجتہد کی تقلید سے اعراض نہ سمجھا جائے گا۔ یہ ہی معنی تقلید کے ہیں۔ مثلاً مذہب حنفی میں اگر اکثر مسائل مختلف مذہب ہیں۔ امام صاحب کچھ فرماتے ہیں اور صاحبین کچھ اور فرماتے ہیں مگر فتویٰ کسی ایک کے قول پر ہے۔ پس مسائل حنفی یہاں کے اعتبار سے مذہب حنفی میں ایک خاص مذہب کل کیا تو رفع فساد کے لیے اس کی تقلید کی جائے گی اور یہی درحقیقت تقلید شخصی



اپنی کتاب 'بستان المؤمنین' میں تحریر فرمایا ہے کہ :-

"امام ابو داؤد کے مذہب کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض ان کو شافعی کہتے ہیں اور بعض حنبلی و اشعری۔"

امام ترمذیؒ — ابو یوسفؒ بن سورۃ الترمذی، صاحب جامع ترمذی متوفی ۲۵۵ھ کے متعلق حضرت شاہ صاحب الفاضلؒ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ حنفی المذہب ہیں اور امام اسحاق بن راہویہ کی طرف بھی منسوب ہیں اور بعض اہل تحقیق نے ان کو شافعی المذہب بھی کہا ہے۔"

ابن صاحبینؒ — متوفی ۲۵۵ھ، دارمیؒ — متوفی ۲۵۵ھ، ہر دو حضرات حنبلی المذہب ہیں اور اسحاق بن راہویہ کی طرف بھی منسوب ہیں، جیسا کہ الفاضلؒ میں مذکور ہے۔

امام عبد الرحمن اسماعیلیؒ — متوفی ۲۵۵ھ صاحب سنن اسماعیلی شافعی المذہب ہیں، جیسا کہ ان کی کتاب 'مشک' اس پر دلالت کرتی ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے 'بستان المؤمنین' میں ذکر فرمایا ہے، اور 'جامع الاصول' میں ہے :-

"الشافعی کان شافعی المسلف، لہ مناسلک الفہم"

علیٰ مذہب الشافعی۔"

خیر مولانا عبدالحق محدث دہلویؒ نے "شرح سفر السعادت" میں بھی اس کو بیان کیا ہے۔

فیہ بن مدعلؒ — متوفی ۲۵۵ھ، امام بخاریؒ کے استاد اور طبع تابعین ہیں، حنفی المذہب ہیں۔ علامہ قسطلانیؒ نے ابن عسکالان سے

لفظ کیا ہے۔ اور صاحب الجواہر الغنیہ نے اپنی کتاب میں، اور علامہ مینی نے تصنیف  
القاری شرح بہاری میں لکھا ہے :-

”كان الحديث أصلاً كبيراً لجميعاً على جلالته وقوته وكبره“

وكان على من ذهب الإمام إلى حقيقته قاله القاضی

ابن خلكان وليس في كتب السنن من أمثلة له

ابن سعد بن داود الخزاز

امام ابو یوسفؒ - یعقوب بن یزید، برائیم انصاری، متوفی ۲۴۰ھ،

شاگرد امام اعظم ابو حنیفہؒ، حنفی المذہب رہا۔ تاریخ ابن خلكان میں ہے کہ ان پر  
مذہب الی حنیفہ غالب تھا۔ ہاں بہت سے مقامات پر ان کی مخالفت کی گئی ہے  
یعنی جن مسائل میں ان کو مرتبہ اجتہاد حاصل تھا صرف ان میں مخالفت کی ہے۔

امام محمد بن حسن الشیبانیؒ متوفی ۲۴۰ھ، شاگرد امام اعظمؒ و امام  
ابو یوسفؒ، حنفی المذہب ہیں۔ انھوں نے فقط ان مسائل میں حضرت امام اعظمؒ  
ابو حنیفہؒ کی مخالفت کی ہے جن میں ان کو مرتبہ اجتہاد حاصل تھا۔ ان کے  
حنفی المذہب ہونے کی تصریح صاحب کشف الظنون اور ابن خلكان وغیرہ  
نے پورے طور پر کی ہے۔

اسی طرح چوتھی صدی ہجری کے بعد جو کبار محدثین ہوئے ہیں ان کے  
حالات کی تحقیق کی جائے تو وہ بھی ان مذاہب اربعہ سے خالی رہیں گے،  
لاحظہ فرمائیے :-

ماخذ زبیدی، علامہ مینی، محقق ابن ہمام، ملا علی قاری وغیرہم جو علاوہ  
فقہ کے علم حدیث میں بھی شہر رکھتے تھے یہ سب حنفی المذہب تھے۔ ابن عبد البر  
یہی محدث مالکی المذہب ہیں۔ نووی، بغوی، خطابی، ذہبی، مسقلانی،

قطلائی، سیدولی، دھیرم، کافن، مدبر، میں ڈولکا، بینا، خاشا، قاضی، امام، سب تھے،  
اور اسی طرح بہت سے علماء و محدثین، جن کی المذہب ہوئے ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ  
عافہ اللہ عنہم یہ دونوں حضرات، منسل تھے۔

## امام ابو حنیفہ کی تقلید اور اس کا پھیلاؤ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے صحابہ کرام  
مختلف قصبات اور شہروں میں گئے اور مختلف مقامات پر مقیم ہو کر  
سکونت پذیر ہو گئے۔ ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق (امام حاکم) کا انجوم  
ہا ہنتم اختلافیہ تھو اختلفتہم، یعنی میرے اصحاب ستاروں کے مانند  
ہیں جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے، (امام صحابہ اپنے اپنے مقام  
پر مقتدی اور متبوع قرار پائے۔ اسی طرح تابعین عظام اپنے اپنے علاقوں اور  
مقامات کے امام بنے اور لوگوں نے ان کی تقلید اور اتباع کی۔

سلسلہ میں حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کو ذہیں اور شہر میں  
حضرت امام مالک مدینہ میں پیدا ہوئے۔ غریبوں نے امام ابو حنیفہ کو اپنا  
امام تسلیم کیا اور محاذیوں نے امام مالک کو اپنا مفتاز اور پیشوا قرار دیا۔ شہر  
میں بہت نام فرہ (طلطلین) امام شافعی کی ولایت، باسعادت ہوئی۔ آپ  
مترقبہ اجہاد کو پہنچے اور بہت سے لوگ ان کے مقلد اور متبع ہو گئے۔  
میں امام احمد بن حنبل نے شہر بغداد میں صاحب عزم عالم وجود ہیں قدم رکھا،  
بہت بڑے محدث اور امام مجتہد ہوئے۔ بہت سے لوگوں نے ان کی تقلید  
اختیار کی۔ اگرچہ ان ائمہ اربعہ کے زمانہ میں اور ان کے بعد اور بھی بڑے  
بڑے مجتہد تھے اور ان کے بھی لوگ مقلد اور متبع تھے مگر مشیت ایزدی

اور مرضی رہائی ہوئی کہ ان ائمہ اربعہ کے اتباع اور تقلید میں روز بروز افزائش  
ہوئے گئے۔ نیز ان کے مسائل اجتہادیہ کتابوں میں مدون ہو گئے۔ بالخصوص  
امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد امام یوسف، امام محمد، اور امام زفر رحمہ اللہ  
حدیث و فقہ میں کثرت کتابت میں تصنیف و تالیف فرمائیں۔ جن میں امام اعظم کے  
مسائل فقہیہ کی پوری وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا۔ حتیٰ کہ خود امام ہمام نے  
یہی کتابیں لکھیں جیسا کہ علامہ کوثری نے 'بلوغ الامانی' کے حاشیہ صفحہ ۱۸  
پر لکھا ہے کہ متقدمین کی مؤلفات میں امام صاحب کی مندرجہ ذیل کتابوں  
کا ذکر شایع ہے۔

کتاب الرائی، ذکرہ ابن العوام۔ کتاب اختلاف الصحابہ، ذکرہ  
ابو عاصم العامری، مسعود بن خثیمہ۔ کتاب السیر۔ کتاب الاوسط۔ کتاب  
الجامع، ذکرہ العیاس ابن مصعب فی تاریخ مرو۔ الفقہ اکابر۔ المظاہر  
الاوسط۔ کتاب العالم والمتعلم۔ کتاب الرد علی القدریہ۔ رسالۃ الامام  
الی عثمان البنی فی الارحام۔ چند کتابیں بطور وصایا جو آپ نے اپنے چند  
اصحاب کو لکھے۔ اور یہ سب کتابیں مشہور و معروف ہیں۔

(منقول از مقدمہ الزور البیاری)

در حقیقت طہت اسلامیہ کی مثال ایک درخت طوئی کی سی ہے کہ اس  
شجر طوئی سے چند شاخیں نکلیں گی جیسے کوئی تو ایک ہاتھ بڑھ کر رکھ لے، کوئی  
دو ہاتھ اور کوئی اس سے بھی زیادہ بڑھیں۔ مگر اس کی چار شاخیں اتنی بڑھیں اور  
پہلی پہلی کہ سارے عالم میں پھیل گئیں۔ اور ان میں بھی ایک شاخ کا قزو  
شکوہ و شہادہ چار و انگ و عالم میں اس سے اپنا سایہ ڈالے اور بلائے منفردہ میں  
اپنا رنگ جمایا۔ یہ بڑی شاخ مذہب حنفیہ کی ہے کہ تیسری صدی ہجری تک



سند کے ساتھ کہ جو کوائف اس میں ہیں وہ سب صحیح ہیں۔ چنانچہ سند کے ساتھ میں جب کہ ضمیمہ میں والی  
بالشک کے کچھ آدمیوں کو سند کے ساتھ ہی کا حال دریافت کرنے کے لیے بھیجا تو وہ اس کے  
لوگوں کو متعلق المذہب بتایا۔

نواب صدری من فاض صاحب یسویا نے ریاض الفرائض میں بحوالہ  
مسائل المسائل لکھا ہے کہ :-

”مفتی غفرلہ سند کے ساتھ ہی کہ در انجا یوں نہ ہوسد ورنہ اسلام و تشدد  
و مذہب غنی و زبان عربی و فارسی کی تقدیم انا از مسلمانینہ بسیار  
بلے فرمودند۔“

تیسری صدی مسند میں امام ابو داؤد قضاہری  
**عدم تقلید کا آغاز** پیدا ہوئے۔ یہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے محدث  
اور نہایت متبحر عالم تھے۔ انھوں نے تمام قیاسیات کو خواہ خفیف ہوں یا عظیم  
سب کو ترک کر کے ظاہر مخصوص پر چلنا اختیار کیا۔ اسی وجہ سے ان کو داؤد قضاہری  
کہا جاتا ہے۔ مسلمانوں کی خاص جماعت ان کی پیروی ہو گئی جن کو ظاہر یہ کہا جاتا  
ہے۔

چوتھی صدی مسند میں علامہ ابن حزم کی ولادت ہوئی۔ علم حدیث میں  
تبحر حاصل کیا اور حفاظ حدیث میں شمار کیے جاتے تھے۔ ابتداءً ہی شافعی المذہب  
تھے پھر داؤد قضاہری کا مذہب اختیار کیا اور آخر سب کو چھوڑ چھاڑ کر خود امام  
الاحمہ بن گئے اور تقلید کو حرام بنلانے لگے۔ قیاس کے انکار اور مخصوص ظاہر  
کو اختیار کرنے کے متعلق کتابیں لکھیں۔ احمد مجتہدین کو سب و شتم کیا اور خوب  
دل کھول کر برا بھلا کہا اور ان کے حق میں نہایت زبانی و زانیہ لکھی۔ یہی وجہ  
ہے کہ علامہ ابن حزم کا خوب عزائم اڑا گیا اور ان کی تالیفات کرو و کتا ہیں

بطائی گئیں، پھر ان کی بیٹیوں اور درباریوں کی گئیں۔

آخر میں صدک جرجی میں مظہر ابن قیس متوفی ۱۷۵ھ اور داؤد بن قیس متوفی ۱۸۵ھ پیدا ہوئے۔ یہ دونوں حضرات اکابر فقہاء و علماء میں سے ہیں۔ علوم و فنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ بحر العلوم اور اپنے وقت کے زبردست متکلم تھے۔ کبار محدثین ان کی توفیق و توسیع میں رطب اللسان ہیں، مگر یہی حضرات ان کو حسب الرائے "اور بنی العقل" قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ ذہبی وغیرہ نے ان کے متعلق بالتفصیل لکھا ہے۔ علامہ ابن بطوطہ نے تحفۃ النظار میں لکھا ہے:-

"کان یبدع شئ من کبار الفقهاء والحنابلہ متقی

الدین ابن متیمۃ کبار الشام ینکح نصف الفضول الا

ان فی عقلہ شیئاً"

یعنی دمشق میں اکابر فقہاء حنابلہ سے فقہ الدین ابن قیس تھے جو شام میں نہایت معظّم اور فنون میں بڑے متکلم تھے مگر ان کے عقل میں کچھ کمی تھی۔

علامہ ابن قیم کے ہارسے میں ان کے اوصاف جمیل اور کمالات بیان کرنے کے بعد علامہ ذہبی نے الجہم میں لکھا ہے،

"الکشف معجب برأیہ سبغ العقل جری علیہ امود"

یعنی ابن قیس میں یہ تمام صفات تھیں مگر اس کے ساتھ ہی وہ اپنی رائے کے مقابلہ میں کوئی رائے پسند نہیں کرتے۔ اور ان کی عقل میں بھی کچھ خرابی تھی۔

تفسیر یہ کہ عقل میں دھار کا مطلب یہ ہے کہ جہاں پر انھوں نے اجتہاد کیا ہے اور بعض اپنی عقل سے کام لیا ہے وہاں لغزش ہوئی ہے۔

بارہویں صدی جرجی کا زمانہ آیا ابو محمد بن عبد الوہاب نجدی نمودار ہوئے۔ یہ تھے تو مصلح الذہب، مگر اس قدر حسد سے تہاد کر گئے کہ راستہ باطل میں علم کرانہ

مشرک اور کافر بنائے گئے۔ بہت سے لوگ ان کے ملتج ہو گئے، خصوصاً کتبہ قبیلہ  
محمد بن سعود نجدی نے ان کے خیالات کو بہت زیادہ اپنایا۔ آخر جنگ و جدال  
کی نوبت آئی اور کچھ ممالک ان کے قبضہ میں آ گئے۔ محمد بن سعود کے بعد ان کے بیٹے  
عبد العزیز اور عبد العزیز کے بعد ان کے بیٹے سعود و قحط بنیں، والی ریاست  
اور صاحب مملکت حجاز ہوئے۔

محمد بن عبد الوہاب کی عمر سو برس کی ہوئی۔ ان تینوں و الیہا ریاست  
نے محمد بن عبد الوہاب کے خیالات اور ان کے مسائل کی تبلیغ اور نشر و اشاعت  
میں انتہائی جدوجہد اور سعی طبع کی اس کی وجہ سے روز بروز ان کی تعداد میں  
اعضاؤں کا ہمارا ہوا۔ عبد العزیز کو محمد بن شریفین پر بھی کچھ دنوں کے  
لیے غلبہ اور تسلط حاصل ہو گیا۔

غلبہ کے زمانہ میں انھوں نے وہاں پر خون ریزی اور فتنہ و فساد کا  
بازار خوب گرم رکھا۔ اکثر و بیشتر اور مقامات مقدسہ کا زراعی لحاظ نہیں  
کیا۔ قبیہ بنوی مسلمہ کے ڈھانے کا بھی ارادہ کیا مگر یہ نہ ہو سکا۔ جو لوگ ان  
کے ہم مشرب نہ تھے ان کو سچ بیعت اللہ سے بھی روک دیا۔ اس وقت محمد بن  
عبد الوہاب شاہ کے مقتول کے دیں بنے ہوئے تھے۔ وہ جو کچھ بھی فتویٰ دیتے  
اسی کی تابعداری کی جاتی تھی۔ اس فرقہ کا لقب وہابیہ تھا۔ اگرچہ محمد بن  
عبد الوہاب نے ان میں فوت ہو گئے مگر ان کے اصحابین برابر طوفانِ تیزی  
اٹھاتے ہیں مشغول رہے۔

سلطانِ روم اس زمانہ میں روسیوں سے برسرِ بیکار تھے اس لیے  
وہ اس فرقہ کی طرف متوجہ ہو سکے۔ بالآخر جب اس فرقہ کا فتنہ حد سے تجاوز کر گیا  
تب پھر امیرِ اہم محمد بن علی باشا والی مصر نے صابر سلطان اپنے ہمراہ لیکر ان لوگوں کو

چڑھائی کی اور ۱۲۳۲ھ میں اس جماعت کو درجہ برہم کر دیا۔ عبد اللہ ابن معویہ  
ابن عبد العزیز کو جو اس وقت امیر تھیں گرفتار کر کے سلطان روم کے پاس  
بھیج دیا اور بقیہ تمام اشترار کا خاتمہ کر کے بلاد عرب کو فرقہ وہابیہ کے فتنہ و شر  
سے پاک کر دیا۔

۱۱۱۱ھ شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ اس کی بخاری فتنہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ محمد  
ابن عبد الوہاب بخاری کی وفات کے وقت ان کی عمر ۳۴ برس کی تھی اور فرقہ وہابیہ  
کے قلع قمع کے ساتھ ساتھ بہت سے لوگوں ان کا انتقال ہوا۔ چونکہ سعود بن عبد العزیز  
امیر تھیں فرقہ وہابیہ کے سرگروہ اور سردار تھے ان کے ساتھ قاضی شوکانی کے  
گہرے تعلقات تھے ان کے ساتھ خط و کتابت اور نامہ و پیام کا سلسلہ بھی  
برابر جاری رہتا تھا یہی گروہ قاضی شوکانی نے اپنی کتاب "در طالع" میں اس کا  
انکشاف کیا ہے۔ اور مزید برآں علامہ ابن حزم، حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم  
جیسے مشہورین کی تصنیفات پر بھی قاضی شوکانی کی گہری نظر تھی اس لیے ان کے  
کتب و اساتذہ سے بڑھ گئے تھے۔ نیز ان میں فرقہ وہابیہ کی بھی مراد  
کر گئی تھی جیسا کہ ان کی تالیف کردہ کتابوں سے ظاہر ہے۔

ہندوستان میں پہلے اسلام نے قدیم رکھا مسلمانوں کی بعد از ان کی  
برابر خفیہ انداز میں اور امام مہتمم ابو حنیفہ کی تقلید کی۔ جب اسلامی حکومت کا  
جراثیم نپا اور ہندوستان میں انگریزی حکومت قائم ہوئی اور حکومت انگریز  
کی طرف سے مذہبی معاملات سے کوئی تعرض نہ رہا تب یہ جو یہاں صدی کی پوری دنیا  
جا بجا کچھ ایسے لوگوں نے نشوونما پایا جو ائمہ اور اہل نقل و حدیث کو محض بے حاصل سمجھنے  
لگے۔ انھوں نے ابن حزم و ابن قیم اور قاضی شوکانی کے خیالات اور ان کے تشدد  
سے واقفیت حاصل کی اور ان کو اپنی مثال آپ سمجھنے لگے۔ بات راستہ میں خفیہ



اختلاف کرنے لگے اور مقلدین کو بدعتی و مشرک بلکہ کافر تک کہنے لگے۔

## غیر مقلدین کو وہابی کیوں کہا جاتا ہے؟

اگرچہ محمد بن عبدالوہاب علیہ السلام تھے اور یہ غیر مقلدوں کا فرقہ کسی امام کا مقلد نہیں ہے۔ مگر چونکہ نجدیوں کے فتنہ و فساد کے اقتضام کا زمانہ اور غیر مقلدین کے ظہور کا وقت قریب قریب ایک ہے اور شہادت میں دونوں نے ہم قدم ہیں اس لیے ان کو وہابی کا لقب دیا گیا۔ اور خود یہ لوگ اپنے آپ کو محمدی کہتے تھے۔ اس پر بعض مزاح پسند افراد نے یہ شگوفہ چھوڑا کہ چونکہ یہ لوگ محمد بن عبدالوہاب کے پیرو ہیں اور اس کی تائید داری کرتے ہیں اس لیے انھوں نے اپنا لقب محمدی رکھا ہے۔ اس کے بعد یہ حضرات اپنے آپ کو اہل حدیث اور متحد کہنے لگے اور مقلدین نے ان کو غیر مقلد کہنا شروع کیا۔

## تقلید پر کیے جانے والے اعتراضات کی حقیقت

اب ہم چاہتے ہیں کہ متعزّان اعتراضات کو زیر بحث لائیں جو عام طور سے تقلید پر وارد کیے جاتے ہیں۔ متکرمین تقلید کے موئے تشبہات کا جواب دیا جائے گا۔

تقلید کیا دو چیزیں ہیں، تقلید مشروع و تقلید غیر مشروع۔ تقلید مشروع ایسے مسائل اجتہادیہ میں ہوتی ہے جن میں شرعاً اجتہاد کو دخل ہے اور جنہیں ایسے ائمہ کوین نے قرآن و حدیث سے استنباط کیا جو جو پوری طرح علمی و فقہی حیثیت سے اجتہاد کے اہل ہوں اور جن کا درجہ و تقویٰ اور صدق و اخلاص بھی شک و شبہ سے بالاتر ہو۔ اور ان کی یہ مصلحت اجتہادی الدین اور

استنباط مسائل شرعیہ کی اہمیت اس حد کے سوا و اعظم کے نزدیک مسلمانوں اور تقلید کرنے والے اس خارج کے مسائل میں اعتدال گرام پر غایت افضا کی بنا پر ان کی تقلید کرتے ہیں۔ اور درحقیقت یہی وہ تقلید ہے جو مستحسن فکر واجب ہے جس کا ثبوت قرآن و حدیث سے، اکابر امت کے عمل سے اور فقہاء و مجتہدین کے اقوال سے ثابت ہے اور روز روشن کی طرح عیاں ہے جیسا کہ پچھلے اوراق میں اس پر سیر حاصل بحث ہو چکی ہے۔

تقلید غیر مشروع اس کا نام ہے کہ ایسے مسائل میں کسی کا اتباع کیا جائے جو مخصوص میں اور بین میں شرعاً اجتہاد کا وظیفہ نہیں، یا ان کا استنباط کرنے والا اجتہاد کی اہمیت نہیں رکھتا، مثلاً وہ دیندار یا سرے سے مسلمان ہی نہیں، یا عالم و فقیہ کے اس مرتبہ پر فائز نہیں جو اجتہاد کے لیے ضروری ہے اس لیے اسی طرح کی تقلید قبیح لکھجواں ہے۔

اس تفصیل پر غور کرنے کے بعد غیر مقلدوں کے تقلید کے مسئلہ پر ہر قسم کے شبہات اور اعتراضات کا اجمالی جواب شکل آتا ہے۔ بگد ملایا۔ اہل حدیث کے نام اعتراضات و شبہات، معنی ایک مفالطہ اور دھوکہ پر مبنی معلوم ہونے لگتے ہیں۔ کیونکہ مقلد ہی کے مقابل میں یہ لوگ دعویٰ تو کرتے ہیں تقلید و مشروع متروک ہونے کا اور دعویٰ کے ثبوت میں دلائل وہ پیش کرتے ہیں جو تقلید غیر مشروع کے رو میں پیش کیے جاتے چاہئیں، معنی تعداد اور شمار بڑھانے کے لیے اپنا حدیث کے مسائل ہیں۔ لاکل تو بہت ذکر کیے جاتے ہیں مگر ان کی حقیقت اور وزن کا اعتناء کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ بہت ہی کم اور اقل ہیں۔ اس لیے یہاں پر ان کے پیچیدہ و لائق کو معنوں میں مساوات ذکر کر کے جوابات لکھے جا رہے ہیں۔

پہلا شہرہ  
کہا جائے کہ قرآن حکیم کی آیت ول میں تقلید کی ذمت کی گئی ہے۔

وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ اتَّبِعُوا مَا  
اَنْزَلَ اِلٰهُكُمْ قَالُوا مَا نَتَّبِعُ  
مَا اَلٰهِنَا عَلَيْهِ اِهْلَامَنَا  
اَوْ لَوْ كَانَ اَبَاؤُهُمْ  
اِلٰهَةً لَّكُنْ شَيْئًا وَّ لَا  
يَعْلَمُ وَاُولٰٓئِكَ  
(سورہ بقرہ: ۱۳۰)

جب کفار سے کہا جائے کہ پیروی کرو ان لوگوں  
کی جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں تو وہ جواب  
میں کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اس طریق کی پیروی  
کریں گے جن پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے  
(حق تعالیٰ بظہور و فرمایا ہے) کیا ہر حالت میں  
اپنے باپ دادا کی پیروی کرتے رہیں گے گو ان کی  
باپ دادا انکے دین کو سمجھتے ہوں اور حق کی  
راہ پاتے ہوں۔

جواب: یہ شبہ سراسر مخالف ہے۔ کیونکہ جن لوگوں کی تقلید کی جاتی ہے وہ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک کفار اور دوسرے ائمہ مجتہدین۔ کفار کی تقلید مرام ہے۔ اور اسی کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں رد فرمایا ہے۔ اب دوسرے لوگوں دین اور ائمہ مجتہدین کی تقلید جو عام طور پر مسلمانوں میں رواج پذیر ہے اس سے کسی بھی آیت یا حدیث میں منع نہیں کیا گیا ہے۔ خود فرمائیے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے باپ دادا کی تقلید کی ذمت کے دو سبب بیان فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے احکام کو برقرار رکھتے ہیں اور انھیں تسلیم نہ کرنے کا اعلان کرتے ہیں اور صاف صاف کہتے ہیں کہ ہم اس کے بجائے اپنے باپ دادا کی بات مانیں گے۔ دوسرے یہ کہ ان کے یہ بزرگ عقل و ہدایت سے بالکل کورے تھے۔ اور ہم میں تقلید میں گفتگو کر رہے ہیں اس میں یہ دونوں سبب نہیں پائے جاتے جس کی وجہ سے اس آیت میں

کہاؤ اچھا اور کی تقلید سے منع کیا گیا ہے۔

پہلا سبب تو اس طرح نہیں پایا جاتا کہ کوئی بھی تقلید کرنے والا منعوذ باللہ اللہ و رسول کے احکام کو رد کر کے کسی بزرگ کی بات کو ہرگز نہیں مانا بلکہ وہ اپنے بزرگ کو شارع قرآن و سنت سمجھتا ہے۔ دوسرا سبب بھی ظاہر ہے کہ یہاں نہیں ہے کیونکہ اس سے کوئی بھی اہل حق انکار نہیں کر سکتا کہ مقلدین میں امت جہتہ میں کی تقلید کرتے ہیں، ان سے کسی کو کتنا ہی اختلاف رائے کہوں نہ ہو مگر تمام مقلدین کے نزدیک بھی وہ حضرات ہر اعتبار سے علیین القدر اور عظیم الشان شخصیتیں ہیں، لہذا اس تقلید کو کافروں کی تقلید پر مطلق کرنا سراسر ظلم اور نہایت جھٹ

دھرمی ہے۔

دوسرا شبہ کہ کیا جاتا ہے کہ مندرجہ ذیل آیت میں تقلید کو شرک

کہا گیا ہے۔

اتخذوا احبارہم و دھیانہم  
ارباباً من دون اللہ  
(سورہ توبہ، پٹ)

انہوں نے اپنے علماء اور رؤسایہ

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی پیشوا کے اوامر و نواہی کی اتباع کرنا شرک ہے لہذا اگر جہتہ میں کی تقلید شرک ہوئی اور تقلید کرنے والے شرک ہوئے

جواب: یہودیوں و نصاریٰ کے رہبان و احبار غرض انہی رائے سے احکام آگے کے خلاف لوگوں کو امر و نہی کیا کرتے تھے اور لوگ ان کو طاع مطلق جان کر ان کی چروی کرتے تھے اس لیے ایسی تقلید کو شرک کہا گیا ہے۔ بخلاف اس کے اجتہادی مسائل و حقیقت قرآن و حدیث کی مراد و مقاصد کے لیے منظر ہوتے ہیں اور ان کا اجتہاد قرآن و حدیث سے منسلک ہوا کرتا ہے۔



ائمہ مجتہدین کا امر دینی از خود نہیں ہوتا اور نہ ان کو مطلق مطلق سمجھ کر ان کی ہر وی کی جاتی ہے اس لیے اس تقلید کو کافروں کی تقلید سے کوئی نسبت نہیں اور ائمہ دینی کی تقلید کی مخالفت اس آیت کریمہ سے ہرگز نہیں ملتی۔

### تیسرا شبہ

حضرت امام مالکؒ موطا میں ہر سال روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتا ہے کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جیسے تکبیر ان پر عمل کرو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت۔

(مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۱۸۸)

اس حدیث میں کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قابل عمل اور گمراہی سے بچنے کا ذریعہ قرار دینا اس امر کی صاف دلیل ہے کہ ان دونوں کے اسوا امام کے مسابقی اجتہاد میں اس کی تقلید کرنا جائز نہیں بلکہ مکمل ہوئی گمراہی ہے۔

جواب :- ائمہ مجتہدین مسائل اجتہاد پر انشاء اللہ اور استخراج قرآن و حدیث ہی سے کرتے ہیں لہذا ان مسائل کو قبول کرنا جہن قرآن و حدیث کی تابعداری ہے، کیونکہ قرآن و حدیث سے مراد عام ہے خواہ اس کے مسائل ظاہر ہوں یا اجتہاد پر۔

### چوتھا شبہ

حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ ایک روز نوراست کا

عن جابر بن عمر بن الخطابؓ

مسائل اختلافیہ کو اچھے دیر پاقت کر لیا جائے۔ اب رہیں کتب احادیث اسوہ اربعہ میں نسخہ و موضوعیت اور ضعف و قوت کا احتمال ہو جو ہے۔ اس لیے ان کے ذریعہ اقوال ائمہ کو رد الی اللہ و الرسول کر کے باطل نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر کسی شخص کو مزید اجتہاد حاصل ہو جائے تو اس کو حدیث کے مقابلہ میں اقوال ائمہ پر عمل کرنا بہترگزشتہ درست نہیں۔ لیکن حرام الناس یا عالم غیر مجتہد کے لیے ائمہ اربعہ کی تقلید کے بغیر چارہ نہیں۔

فتاویٰ کا وجود گفنی الذمیب میں ان کے متعلق یہ سمجھنا کہ وہ حدیث کے خلاف عمل کرتے ہیں اور وہ امام کے قول کے مقابلہ میں عمل بالحدیث ناجائز سمجھنے میں نہایت غلط اور سرسبز ہیں۔ کیونکہ امام دارقطنی نے حدیث ہی پر ہے اور عام خفیہ تو اپنی کمائیگی اور کوتاہی کی وجہ سے ائمہ مجتہدین کی شرح حدیث پر اعتماد کرتے ہیں۔ نیز قرآن و حدیث پر براہ راست عمل کرتے ہیں اس کے خارج موضوع عام و خاص کا جاننا ضروری ہے جن کو وہ حامی ہونے کی وجہ سے نہیں جانتے۔ اس لیے کسی جلتے والے کا اتباع کرتے ہیں اور اسی اتباع کو وہ تقلید کہتے ہیں۔

اب دو لوگ ہیں غیر مقلدین جو اپنے آپ کو محمدی کہلاتے ہیں وہ بھی تو اس موضوع اور عام و خاص جلتے میں کسی کسی کا اتباع ہی کرتے ہیں خواہ وہ اصحاب کتب صحاح ہوں۔ یا ائمہ اربعہ یا ابن قیم و ابن تیمیہ اور شوکانی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

چنانچہ حدیث زیارت بنی مسلم کو ابن تیمیہ نے موضوع کیا ہے۔ اور سفر زیارت مسلم کو سفر معصیت قرار دیا ہے۔ اور سفر زیارت میں نماز قصر کرنے کو منع کیا ہے، جبکہ علامہ ابن حجر کی لے اپنے خاتمہ فتاویٰ میں اس کو لبطل اور تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (عمود باللہ عن ہذا العقیدہ) اور عقیدین نے

ہیں قرآن و حدیث پر عمل کرنے والے ہیں اور حضور صلعم کی تابعداری ہی کی فرض سے  
مسائل اجتہاد کے استنباط اور اخراج کرتے ہیں۔

۵  
**پانچواں شبہ** صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے  
زمانہ میں تقلید کا وجود تھا، لہذا یہ تقلید و سنت  
ہوتی۔ نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اور ائمہ اربعہ ان سے مفضل ہیں اگر  
تقلید جاری نہ ہوتی تو ہمارے ائمہ اربعہ کے صحابہ کرام کی تقلید رائج ہوتی۔

**جواب :-** تعامل صحابہ و تابعین اور غیر القرون کے زمانہ میں تقلید کا  
پایا جاتا اور اس کا رواج اور ان سابقہ میں ثابت کیا جا چکا ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ  
صحابہ و تابعین میں تقلید نہ تھی سراسر غلط اور فریب ہے۔ اب رہا ہمارا یہ  
دعوئی کہ افضل کچھ ہوتے ہوتے مفضل کی تقلید جاری ہے، سو اس کے متعلق ہم حضرت  
ثناء ولی اللہ صاحب محدث و ملوئی کی عبارت پیش کرتے پر انکشاف کرتے  
ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں :-

دفعہ ان اعتقاد افہمیلیۃ  
الامام علیہ السلام سائر الائمة  
مطلقاً غیر لازم فی صحیحۃ  
التقلید اجماعاً لان الصحابة  
والتابعین كانوا یستفدون  
ان خیر ہذا والامة ابو بکر  
شرعوا وكانوا یقلدون  
فی کثیر من المسائل بخلاف  
قولہما دلیہنکہ علی ذلک

✓ پہلی بات اس طرح رد کی گئی ہے  
کہ تقلید کے صحیح ہونے میں بالاجماع  
یہ اعتقاد رکھنا ضروری نہیں ہے کہ  
(میرا) امام باقی تمام ائمہ پر مطلقاً  
مفعلیت رکھتا ہے اس لیے کہ صحابہ  
کرام اور تابعین عظام یہ عقیدہ رکھتے  
تھے کہ تمام امت میں افضل حضرت  
ابوبکر ہیں اور پھر حضرت عمرؓ حالانکہ  
بہت سے مسائل اختلافیہ میں ان





من الكتاب والسنة والافتقار مخرج العلم ايمان  
التقليد واجب على العاقل لثبوت العقل في دينه  
(میزان النکیر فی مطبوعہ مصر ج ۱)

یعنی تقلید کی محالیت اس شخص کے لیے ہے جو پورے طور پر مجتہد ہو ورنہ علماء  
کرام تصریح کرتے ہیں کہ غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے تاکہ وہ اپنے دین میں گمراہ نہ  
ہو۔ اور فقہاء کرام نے بھی تقلید مذموم اور غیر مشروع سے منع کیا ہے نہ کہ تقلید محمود  
و مشروع سے۔ صاحب الیواقیت والخواہر فرماتے ہیں :-

”وهو محمود على من اعطى قوة الاجتهاد واما  
الضعيف فيجب عليه التقليد لانه من الائمة  
والاهلک وصل“ (الیواقیت ص ۲۷)

یعنی تقلید کی ممانعت مجتہد کے لیے ہے ورنہ غیر مجتہد پر ایک امام کی تقلید  
واجب ہے ورنہ وہ برباد و گمراہ ہو جائے گا۔

مولانا رومؒ نے اپنی شہنوی میں متعدد مقامات  
پر تقلید کی بے انت فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ  
**سَأَتَوَانُ شُبُهَةَ**  
کہتے ہیں :-

مرا التقليد سنان برباد داد

کہ در صراحت سنان تقلید برباد

اسی طرح سعدیؒ بزمستان کے باب ششم میں لکھتے ہیں :-

عبادت بتقليد گراہی است

شک رہے کہ اگر آگاہی است

جواب :- یہ بات تو پہلے ہی بیان کی جا چکی ہے کہ تقلید کی دو قسمیں

ہیں، ایک مشروع اور دوسری غیر مشروع۔ مولانا روم نے اس تقلید کی مذمت کی ہے وہ تقلید غیر مشروع ہے جیسا کہ تقلید کو شمس ان سے مقید کرنے سے ظاہر ہے۔

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ اس شعر سے پہلے مولانا روم نے ایک صوفی کا قصیدہ بیان فرمایا ہے جو کہ نا اہلوں کی تقلید میں "خبر رفت" و "خبر رفت" کہتا رہتا تھا اور پھر سمجھتا تھا "اے خدا، تو اس کے متعلق مولانا روم فرماتے ہیں کہ ایسی تقلید میں نا اہلوں کی جو غلطی میں گمراہی ہے۔ اس طرح جو لوگ گمراہ ہیں، ان کی تقلید کی بھی اس کے بعد مذمت فرماتے ہیں۔

خاصہ تقلید چہیں بے حاصلان

کا برو را سخت بند از بہر نان

یہی تقلید مشروع جو اہل اللہ اور مقبول بندوں کی ہوا کرتی ہے اس کی جا بجا مدح اور تعریف بیان فرماتے ہیں۔ اس طرح شیخ سعدی بھی بوستان کے ایک شعر میں تقلید غیر مشروع کی مذمت فرمایا ہے میں نے ذکر مشروع کی تفصیل اس کی اس طرح ہے کہ شیخ سعدی نے اپنے سفر ہندوستان کی حالت اور نگار پرچم کا قصہ بیان کیا ہے۔ چنانچہ پہلا شعر یہ ہے:

بے دیدم از عمارت و در سومات

و صبح ہوں در جاہلیت منارت

پھر اس واقعہ کے ضمن میں اس تقلید غیر مشروع کی مذمت کرتے ہیں جو بہت پرستوں نے برہمن کی اعتقاد کر رکھی تھی۔ مولانا کو اہل اللہ اور ائمہ دین کی تقلید سے کیا تعلق ہے جو کہ مشروع و صحیح اور محمود ہے۔

## ازھوان شہیدہ

بعض حضرات تقلید کی ضرورت کا انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرآن و حدیث سہل اور آسان ہے اس لیے ان سے احکام کے سمجھنے میں کسی کے واسطے کی مطلق ضرورت نہیں۔ چنانچہ قرآن میں ہے :-

وَلَقَدْ يَسِّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدْكِرٍ  
(سورہ قمر)

اور بلاشبہ ہم نے قرآن کو تمہیں سمجھنے کے لیے آسان بنا دیا ہے۔ کیا کوئی پیچیدگی کرے گا اور الٹا کرے گا؟

جواب :- اس آیت کے الفاظ پر غور فرمائیے تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ قرآن حکیم کی وہ آیات آسان ہیں جو وعظ و تذکیر اور نصیحت و عبرت کے مضامین پر مشتمل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "لِلذِّكْرِ" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یعنی قرآن نصیحت کے لیے آسان کیا گیا ہے۔ اور وہ آیات جو احکام پر مشتمل ہیں سو ان کا دقیق ہونا بالکل ظاہر و باہر ہے۔ چنانچہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

أَنْزَلَ الْقُرْآنَ عَلَى سَبْعَةِ  
أَحْرَفٍ، لَكُلِّ آيَةٍ مِنْهَا ظَهْرٌ  
وَبَطْنٌ وَلِكُلِّ حَرْفٍ  
مَطْلَعٌ

(مشکوٰۃ شریف)

یعنی ہر حرف کے لیے ایک ظہر اور ایک باطن ہے اور ہر حرف کے لیے ایک مطلع ہے۔

قرآن سات حرف پر نازل کیا گیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک آیت کے ایک ظہری معنی ہیں اور ایک باطنی اور ہر حرف کے لیے اطلاع کا طریقہ ہذا گائے ہے یعنی ہر حرف کے لیے عربی زبان اور باطنی کے لیے قریب فہم

## نوان شہیدہ

غیر مقلدین امتراض کرتے ہیں کہ مقلدین جہاں کہیں اپنے امام کے قول کو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف

بھی پاتے ہیں وہاں بھی وہ حدیث کے مقابلہ میں اس قول کو نہیں چھوڑتے حالانکہ خود ان کے نام ابو حنیفہ کا قول ہے: "أشركوا قولي بخلاف الرسول" یعنی جہاں کہیں میرے قول کو بخلاف رسول کے خلاف پاؤ اس کو چھوڑ دو۔

**جواب:** ایسی حالت میں امام کا قول بڑا بہت ہو اور فراموش یا نہ فراموش مگر نبوی کے خلاف کرنا ایک مسلمان سے قطعاً بعید ہے۔ جو شخص رسول کو برحق ماننا چاہو کیا وہ ایسا کر سکتا ہے اور اس تک کہ جس سے ممکن ہے کہ زید و عمر کے ایسے قول پر جس کو قرآن نبوی کے خلاف جاننا ہو ٹل کرے اور اس کے مقابلہ میں قول مصدوم کو چھوڑ دے مسلمانوں پر تو بغیر اسے کلام ربانی "ما آتاكم الرسول فخذوه" نہیں لازم اور ضروری ہے کہ آپ ہی کا حکم مانیں اور اسی پر عامل ہوں اور آپ کے فرمان کے مقابلہ میں کسی کی بھی بات نہ مانیں۔ رہی یہ بات کہ مقلدین ایسا اور ویسا کرتے ہیں، سو یہ غیر مقلدین کی اہل قرہی اور بہتان عظیم ہے۔ کیونکہ مقلد اگر عامی اور آن بڑھ ہے تو اس پر بھارے کو تو اسی میں تردد ہوتا ہے کہ یہ حدیث جو مخالف نے پیش کی ہے کس درجہ کی ہے۔ موصوع ہے یا غیر موضوع؟ حقیق ہے یا مجہم و قیص علیٰ هذا۔ اور اگر عالم ہے مگر اس کو متقدمین کی طرح علوم و شیعہ میں تخریب نہیں، صرف پانچ چھ کتابیں حدیث و فقہ کی پڑھ لی ہیں تو ایسا شخص جب امام صاحب کا کوئی مسئلہ ظاہر حدیث کے خلاف دیکھتا ہے تو اس کو یقین نہیں ہوتا کہ فی الواقع اس کی مؤید کوئی حدیث نہیں ہے۔ کیونکہ مرد و بکرا بولیں حدیث کے نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ میری کتب حدیث ہیں اس مسئلہ کی مؤید کوئی حدیث نہیں ہے۔

یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے جس پر عقل و نقل دونوں شاہد ہیں کہ کتب متداولہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام احادیث اور آپ کے جملہ اقوال و افعال و تقریرات



مستدرج نہیں ہیں۔ خیال فرمائیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کا کام ہر وقت تعلیم و ارشاد تھا، شب و روز میں کتنے کام کرتے ہوں گے۔ کتنی باتیں فرماتے ہوں گے اور صابہ کرام کے کتنے افعال نظر سے گزرتے ہوں گے اور ان کو پسند فرماتے ہوئے سکوت فرماتے ہوں گے۔ اور یہ سب امور اقامت حدیث میں سے ہیں۔ پس اگر صحاح مروجہ میں کمال حدیثیں درج ہوئیں تو ظاہر ہے کہ ایک بار شتر ہو جاتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ پچھلے لوگوں کو لاکھوں حدیثیں یاد تھیں، اسحاق بن راہویہ کو شتر ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ چنانچہ نواب صاحب اہل حسن خاں صاحب نے "تخاف ان یلاہ میں لکھا ہے کہ: "خو اسحاق گفت کہ ہفتاد و صد ہزار حدیث یاد دارم" مگر پھر بھی صحاح مروجہ میں کوئی ایک بھی ایسی کتاب نہیں جس میں دس ہزار احادیث بھی ہوں۔ جب یہ وجہ کتب حدیث کا حال یہ ہے تو بہت ممکن ہے کہ ائمہ اربعہ خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حدیث میں پیدا ہوئے تھے بوجہ قرب زمانہ نبوی معلوم اپنے مسئلہ فقہیہ کی تائید میں کوئی حدیث رکھتے ہوں تو صحاح مروجہ میں نہیں ہے۔

علاوہ ازیں ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث جس کو فریق ثانی نے پیش کیا ہے وہ امام صاحب کے نزدیک قابل اختلاج نہ ہو اس لیے اس کو قبول نہ کیا ہو۔ اور یہ قبول کرنا کس طرح بھی مذموم اور قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔ دیکھیے صحابہ کرام نے بھی ایسی اوقات صحیح حدیث کو رد کر دیا ہے۔ چنانچہ صحابہ میں وغیرہ کتب احادیث میں وارد ہے کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میں ناپاک ہو گیا ہوں اور میں نے اپنے پانی نہیں دلا، حضرت عمرؓ نے اس کو نماز پڑھنے سے منع فرمایا، تب حضرت عمارؓ نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ ناپاک ہو گیا تھا، پانی نہ ملا تو میں نے

زمین پر لوٹ کر خدا پر ہمدلی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ سنا تو آپ نے  
تحکم کی تعلیم فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ تم کو کافی تھا تاہم تم میں سے کوئی نہ ہو۔ حضرت عمرؓ  
کو وہ واقعہ یاد نہیں رہا اس لیے حدیث قبول کرنے میں انہیں تردد ہوا۔ بلکہ اس  
حدیث کو بیان کرنے سے بھی حضرت عمارؓ کو روک دیا۔

خود فرمائیے تم کہے باز سے ہیں یہ حدیث بالکل صحیح ہے حتیٰ کہ طبقہ ثانیہ میں  
بچے شاعر و نقادوں سے اس کو روایت کیا گیا ہے اور لوگ جنابت سے تمیم کے  
تائل ہو گئے۔ مگر حضرت عمرؓ نے حضرت عمارؓ کے بیان کو نہ مانا اور اپنی رائے پر  
قائم رہے۔

اسی طرح فاطمہ بنت قیس نے حضرت عمرؓ سے بیان کیا کہ میں مطلقہ ٹالٹھ  
ہوئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے لقمہ دے سکتی کچھ مقرر نہیں فرمایا۔  
حضرت عمرؓ نے اس کو نہیں مانا اور فرمایا کہ میں ایک عورت کے کہنے سے (خدا  
جسٹس پر کبھی چبے یا بھوٹا یونانی سے) کتاب اللہ کو نہ چھوڑوں گا۔

خود فرمائیے کہ حضرت عمرؓ نے ان امانت کو قبول نہیں مانا۔ کیا ان کے  
دل نے قبول کر لیا تھا کہ بلاشبہ یہ فراموشی ہے اور اس کا مطلب جو یہ لوگ  
سمجھتے ہیں وہی درحقیقت رسول اکرمؐ کی مراعاتی، بھرپوری و اپنی رائے پر قائم  
رہے۔ ہرگز نہیں۔ ایسی بات تو وہی شخص نہیں کہہ سکتا کہ اسے شک ہے کہ جو صحابہ  
کا اور حضرت عمرؓ کا دشمن ہوگا۔ بلکہ وجہ یہ تھی کہ باوجود حضرت عمرؓ کو صدق حدیث  
ہی میں تامل ہوا یا وہ یہ سمجھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کچھ اور ہوگی اور یہ لوگ  
کچھ اور سمجھ گئے ہیں۔

پس اسی طرح متقدمین کو قول نبویؐ تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں رہتا بلکہ  
تسلیم نہ کرنے کی وجہ بھی تو یہ ہوتی ہے کہ ان کو قول نبیؐ ہوسے نہیں تردد اور شک ہوتا ہے

یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ کتاب ہے کہ ہمارے امام نے اس حدیث کو مکروری کی وجہ سے قابل  
 احتجاج نہ جانا ہو مقلدین یہ سمجھ کر کہ انہی مجتہدین اعرف بالسنن تھے ان کے بیان  
 کردہ ہر کتاب و سنت سے مستنبط ہیں اپنے اپنے امام کے قول پر عمل کیا کرتے  
 ہیں۔ ایسی حالت میں ترک حدیث کا الزام ان پر یہ گزرا نہ ہو سکتا۔ اگر یہ حال  
 میں ایسا "ترک حدیث" باعث الزام ہے تو پھر اس کے پہلے صحابہ کرام کی حدیثیں  
 جماعت پر اعتراض عائد ہوتا ہے۔ کیونکہ بعض اوقات وہ حضرت امت مسلمہ کی حدیث کے تسلیم  
 کرنے سے انکار کر دیتے تھے اور اپنی رائے پر قائم رہتے تھے جیسا کہ اوپر بیان کر دہ  
 حضرت عمرؓ کے واقعہ سے ظاہر ہے۔ ان ترک حدیث کا الزام مقلد پر اس  
 وقت عائد ہوتا ہے جبکہ مقلد کو اجماعی طرح معلوم ہو کہ یہ قول نبوی ہے اور اس میں  
 کوئی امر قاطع بھی نہیں ہے اور ہمارے امام کا قول صراحتاً اس کے خلاف ہے  
 پھر بھی وہ حدیث کے مقابلہ میں اپنے امام کے قول کو ترجیح دے اور اس پر عمل  
 کرے۔

لیکن یہ بات یاد رہے کہ یہ درجہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب آدمی دین  
 اجتہاد کو اپنی ترجیح سمجھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب  
 "ایو القیت والجوہر" میں امام ابو حنیفہؒ کے قول "ان کو اقولی" کے متعلق تحریر  
 فرمایا ہے: "وہو ماحول علی من اعطی قوۃ الاجتزاع"۔ یہیں سے یہ بات  
 بھی سمجھ لی جانی چاہیے کہ قرآن پاک میں جو "فان ندنا زعلہ فی شئ خرد وہ الی  
 اللہ والرمول" وارد ہوا ہے اور اس نکتہ پر کہ یہ اللہ اور رسول کی طرف  
 اختلاف کے وقت رجوع کرنے کا حکم ہے، تو یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جس میں  
 اس کی صلاحیت ملے ہو، ہر شخص کا یہ کام نہیں۔

آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شخص نفیس اس دنیا میں موجود نہیں کہ

الحی رسول اللہ ﷺ علیہ  
وسلم یسجد من التوراة فقال  
یا رسول اللہ! هذه نسخة من  
التوراة، فسكت (الحی ان قال)  
فقال رسول اللہ علیہ وسلم  
والذی نفس محمد بہیدہ لو  
بلیہ لکم موسیٰ فانتہتہ وہ و  
ترکتمونی لضللتہم عن سواء  
السمیل ۛ

(مشکوٰۃ شریف)

۳۳

ایک نسخہ کے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے رسول  
خدا یہ توراة کا نسخہ ہے۔ آپ خاموش  
رہے۔ انھوں نے پڑھنا شروع کیا۔  
آپ کے چہرہ مبارک سے ناراضگی کے  
آثار نمایاں ہونے شروع ہو گئے اس  
حدیث کے آخر میں ہے کہ حضور پُر نور  
نے فرمایا تم اس ذات کی کہ تم کی جان  
جس کے قبضہ میں ہے، اگر تمہارے لیے  
حضرت موسیٰ علیہ السلام ظاہر ہو جائیں  
اور تم مجھ کو پھوڑ کر ان کی پیروی کرنے لگو  
تو تم سیدھے راستہ سے ہٹ جاؤ گے ۛ

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ چھوڑ  
کر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کی تقلید اور نابینا راسی جانکر نہیں تو کس قسم  
یا اجتہاد کی کس طرح جائز اور درست ہو سکتی ہے۔

**جواب :-** حضرت موسیٰ علیہ السلام شریعت متقلد کے پیغمبر ہیں اور آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت شریعت موصی کے لیے ناسخ ہے۔ اگر حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی جاتی تو مسلکی مشوخص میں  
میں اتباع کرنا ہوتی جو شریعت حدیث کے انکار کو مستلزم ہے اور صریح کفر ہے  
اسی لیے وحی و حرکت قویٰ ارشاد فرمایا گیا۔ اور ائمہ مجتہدین کی تقلید میں بین اتباع  
رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس لیے کہ یہ حضرات حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں آپ کے فرمانبردار



اس کو بھی طرح رد کیا ہے اور حدیث زیادت کو حسن یا کم کہا ہے تو اب جو لوگ اپنے آپ کو محمدی قرار دیتے ہیں اور زیادت سے منع کرتے ہیں وہ متبع عاقلان نہیں ہوئے جن کا عقیدہ اللہ جل شانہ کے بارے میں یہ ہے۔  
 اِنَّهُ بِقُدْرَتِهِ الْعَزِيزِ لَا يَصْغُرُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِقُدْرَتِهِ الْعَزِيزِ کہ ہے نہ  
 لا اکبر۔ اس سے چھوٹا ہے اور نہ بڑا۔

تَعَالٰی اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عَلُوًّا كَبِيْرًا

ان کے اس عقیدہ کو بھی علامہ ابن حجر کی نظر اپنے ذہن کی میں ذکر کیا ہے۔ بخود  
 بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔

اب ہم ان غیر مقلدین سے دریافت کرتے ہیں کہ بغیر کسی ماہر فن کی انتہاء اور تقلید کے تم نے کہاں سے جانا کہ یہ حدیث صحیح ہے، یہ ضعیف، یہ منسوخ اور یہ تارض اور منسوخ ہے۔ ان چیزوں کے جاننے والے محدثین ہیں یا ائمہ مجتہدین۔ پھر یہ تو ان کی تابعداری اور تقلید ہوئی، پھر آپ محمدی کہاں سے ہو گئے۔

تَنْدِیْلٌ، تقلید کی مخالفت کرنے والے غیر مقلدین اپنی کتابوں میں تقلید منسوخ کو تو خوب بیان کرتے ہیں اور اس کے دلائل قرآن و حدیث سے لاتے ہیں مگر تقلید مشروع کو ہاتھ نہیں لگاتے حالانکہ قرآن و حدیث اور علماء حق کی تصنیف کردہ کتابوں میں تقلید مشروع کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔

خوب یاد رہے کہ جن آیات میں تقلید کی ممانعت ہے اور جن حضرات نے تقلید کو ناجائز کہا ہے وہ ممانعت اس کے حق میں عام نہیں ہے، بلکہ عامی کو عامی کی تقلید اسی طرح مجتہد کو کسی دوسرے مجتہد کی تقلید منسوخ اور

ناجائز ہے نہ کہ مطلقاً۔ کیونکہ ہمارے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا ہونا اور عوامی کو عالم اور صاحب اجتہاد کی تقلید۔ اور ہر وی کی برگی اور ہر حکم عالم غیر مجتہد کا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ کتب فقہ معبرہ پر عمل کرتے ہیں تو درحقیقت یہ عمل قرآن و حدیث کے موافق ہوگا کیونکہ وہ مسائل قرآن و حدیث ہی سے نکالے گئے ہیں ایسے لوگوں کو مشرک کہنا ہے یا جہالت بلکہ تہمت ہے۔

بعض لوگ فقہ سے نفرت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فقہ لوگوں نے اپنی طرف سے بنا لیا ہے جو قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ اور ائمہ مجتہدین کو برا کہتے ہیں ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور فقہاء کرام پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ یہ بات ان کی غلط اور جہالت پر مبنی ہے۔ کیونکہ ائمہ مجتہدین تو مشرک قرآن و حدیث ہی سے کرتے ہیں اور اسی سے مسائل جہالت کا شہادہ کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ "استنباہ الازکار" میں ہے کہ فقہ حدیث کا ثمرہ ہے۔ یعنی استخراج من القویث ہے۔ اور فقہ کا ثواب کسی طرح حدیث سے کم نہیں۔ اسی طرح علامہ قسطلانی نے مقدمہ شرح بخاری میں نقل کیا ہے:

"والجس ثواب الفقیہ دون ثواب المحدث فی  
الاعتقاد والاعادة بما نقل عن المحدث"

اسلامی شہادہ | ائمہ اربعہ کی تقلید پر ال حدیث کا ایک مشہور اعتراض یہ ہے کہ کراچی اور اٹھارہ سال قبل کے نزدیک ایک جانب ہی حق منظور ہو سکتا ہے۔ اگر دونوں جانب حق تسلیم کیا جائے تو اجماع متناقضین ماننا پڑے گا جو عقلاً محال ہے۔ تو یہ کس طرح مانا جاسکتا ہے کہ چاروں مذاہب اصطنعی، مالکی، شافعی اور حنبلی برحق ہیں جبکہ بہت سے مسائل میں ان ائمہ کے درمیان شدید اختلاف ہے۔ ایک نام

کہتا ہے کہ نماز میں امام کے پیچھے مقتدیوں پر قرآن فاتحہ واجب یا مستحب ہے تو دوسرا  
 کہتا ہے کہ حرام و مکروہ ہے۔ کسی امام کے نزدیک چند مواقع متعین ہیں رفع یدین  
 مسنون ہے تو دوسرے کے نزدیک رفع یدین صرف یک طرفہ کے وقت مست  
 ہے۔ کوئی آئین بالچکر کو سنت دانہ بتلاتا ہے تو دوسرا اختلاف کو سنت قائم کہتا  
 ہے۔ اسی طرح اور بہت سے مسائل میں سخت اختلاف پایا جاتا ہے۔ اب  
 اگر چاروں مذہبوں کو برحق مانا جائے تو اس کے صاف معنی یہ ہونے کے قرآن  
 مقتدی واجب بھی ہے اور حرام بھی۔ رفع یدین مواقع معلوم میں سنت بھی  
 ہے اور غیر سنت بھی۔ اور آئین بالچکر مسنون بھی ہے اور غیر مسنون بھی۔  
 یہ تو وہی اختلاف مذاہب میں اور ائمہ کا جمع ہونا ہے جو تمام عقائد کے نزدیک  
 معتبر اور حلال ہے۔ اور اگر ان میں سے کسی ایک کو ناپسند کیا جائے اور باقی  
 دوسروں کو ناقلی تو ترجیح بلا مرجع ہوگی اور یہ مشکل ہوگی کہ کسی کو حق کہیں اور  
 کسی کو باطل، اس سے تو یہی پتہ ہے کہ ان ائمہ میں سے کسی کی تقلید اور پیروی  
 رک جائے بلکہ صرف قرآن اور حدیث کی پیروی کی جائے۔

یہ سبب کی وہ تقریر جس سے عوام کو ائمہ ہدای کی پیروی اور ان  
 کی تقلید سے روکا جاتا ہے اور قرآن و حدیث کی آرا میں اپنا مفکر اور  
 پروٹایا جاتا ہے۔

اس شبہ کے دو جواب ہیں ایک اجمالی اور دوسرا تفصیلی۔

**جواب اجمالی** ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک امام نے بے شمار جزئی  
 مسائل کو آیات متن المعانی سے اس طرح ثابت کیا ہے کہ معانی الفاظ سے  
 ایک ہی کو بغیر ان و شواہد راجح اور دوسرے کو مرجوح قرار دے کر راجح معنی  
 پر بنائے مسئلہ قائم کی اور مرجوح معنی کی طرف استغاثہ نہیں کیا۔ اسی طرح

حدیث متواترہ سے مسائل کو اس طرح سے انداز کیا ہے کہ اپنی تحقیق و تفتیش کے مطابق حسب قواعد و ضوابط ترجیح دے کر ایک حدیث کو معمولی بہ قرار دیا اور دوسری حدیث کو نزدیک اور غیر معمولی یہ کہا۔ اس طرح سے ہر امام کے نزدیک جو جو مسائل ثابت ہوئے گئے وہ کتابوں میں مدون ہوئے گئے۔ آخر کار ایسا مجموعہ مسائل کا نام مذہب و مسلک مشہور ہو گیا۔

اب چونکہ ان آدمیوں نے فراست و نقاہت میں مختلف المذاہب میں جیسا کہ آیت قرآنی "فولان ذی علم عابد علیہ" اس لفظ شریف ہے۔ اور ہر اسباب ترجیح حدیث اور مجتہدین میں مختلف تھے ہیں۔ کسی کے نزدیک ہزار ترجیح مستند کی قوت و ضعف ہے اور کوئی قدیم و ناخریادہ کو، اور ترجیح قرار دیتا ہے اور کوئی صحابہ کے تغافل، و لواریث کو اور کوئی روایت کے اوصاف کو ترجیح کا مدار محضاً ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکابر عجمین روایت کی جرح و تعہیل میں بہت زیادہ مختلف النیال ہیں۔ اب چونکہ اسباب ترجیح میں اور ارباب علم و اجتہاد میں نظر اختلاف الاستعداد ہیں تو ضروری نہیں ہے کہ جو صاحب ایک امام کے نزدیک راجح ہو وہ دوسرے کے نزدیک بھی راجح ہی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ عالم برکس ہو۔ اور ہے ہی اسی طرح جیسا کہ بہت سے مسائل پر یہی فرقانہ کے یا کسی اختلاف کے ظاہر ہے۔ چونکہ اس اختلاف کا اظہار اور حقیقی و حقیقیہ سے بہت اور طلب صادق ہے اس لیے محققین (اختلاف، امتیاز، جہل) اس بات کے حق میں باعث رحمت ہے۔ اور یہ اختلاف ہر طرح سے بہ طور اور بہت بڑے رسول ہے۔ چنانچہ آپ کے زمانہ سے برابر چلا آ رہا ہے اور تا قیامت رہے گا جو مجلس دنیا میں اس اختلاف کو مٹانا چاہے وہ نہایت نادان ہے کہ وہ خوف اور فطرت خداوندی کا مقابلہ کرتا ہے جو عاقل و نامعنا ہے۔



مسلم و ایمان اہل حدیث سے وابستہ کرتے ہیں کہ جس طرح ان ائمہ عظام  
 نے مسائل کو ثابت کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہے کہ بہت قلیل تعداد کے کسی ایک متنی  
 کو لیتے ہیں اور کسی کو ترک کرتے ہیں۔ اسی طرح اعاویض میں سے کسی حدیث پر  
 اسے راجح سمجھ کر عمل کرتے ہیں اور کسی کو مرجوح خیالی کر کے متروک العمل قرار  
 دیتے ہیں۔ کیا تم بھی اثبات مسائل کا یہی طریقہ اختیار کرتے ہو یا اس کے  
 علاوہ اور کوئی طریقہ؟ اگر تمہارا طریقہ یہی وہی ہے جو ائمہ اربعہ کا تو پھر کیوں  
 اور کس وجہ سے ان مذاہب اربعہ کو تو چھوڑ دیا جائے اور تمہارا مسلک  
 اختیار کیا جائے۔ نہ تم جو دعائیہ قول قرآنی پر عمل ہو نہ وہ حضرات۔ اور اسی  
 طرح نہ تم جمیع اعاویض پر وہی پر عمل ہو اور نہ ان حضرات سے عمل کیا ہے۔  
 تو پھر تمہارے مسلک کو ایسا کو ان مذاہب پر کیا فوقیت اور برتری ہے  
 علاوہ انہی ان مذاہب میں سے ہر مذہب کو اپنے سوائے سواہین مذہبوں سے  
 اختلاف ہے اور بقول آپ کے یہ اختلاف وجہ ہے کہ وہ ترکہ کے قابل  
 ہیں۔ تو پھر تمہارے مذہب کو تو چار مذاہب کے اختلاف ہے تو یہ پانچواں  
 مذہب کیوں قابل ترک نہ ٹھہرے گا جبکہ اختلاف ہی ترک کو نقصانی ہے تو وہ  
 چار مذاہب جو یا پانچ میں سب ہی متروک العمل ہوئے چاہیں۔ اور اگر یہ خیال  
 ہے کہ ہمارا طریقہ عمل قابلِ امان ہے اور ان ائمہ کا طریقہ عمل قابل ترک ہے  
 کیونکہ ان ائمہ کو احادیث راستے میسر نہیں ہوئی اور ہم کو نصیب ہوئی تو یہ  
 خیالی کوئی بھی جوش مند اور سلیم العقل کیوں قبول کرے گا!

بھلا جن لوگوں کو غیر العثم صاحب شریعت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے زمانہ سے قریب مائل ہو اور صحابہ و تابعین اور صحیح تابعین کا شرفِ محبت  
 اور علاقہات میسر ہو اور سلسلہ روایت میں دو تین واسطوں سے زائد کی ان کو

ضرورت نہ ہو اور نہ ہر دفعی میں ضرب النعل ہوں اور تحصیل علم میں ہر طرح جوہاں  
 دیہاں ہوں، ان کو تو اصابتِ حق حاصل نہ ہو اور میں کو ان فضائلِ طیبہ میں سے  
 کوئی مقدار حصہ نہ ملے جو ان کو نفس الامری حق پرست ہو جائے، کس قدر لغو خیالی  
 اور مضحکہ خیز بات ہے!

کہ ہوت کلمۃ تخریج من افواہہم ان یقلو لون الا کسب یاہ  
 ای ہمد سابقین کو تو حامل بالقرآن والحدیث نہ کہنا اور اپنے گروہِ فہلہ  
 کو اس نام کے ساتھ موسوم کرنا سرِ اسریتِ دھوکہ نہیں ہے تو اسے کیا ہے؟  
غیر تقلید کا یہ کہنا تھا کہ ائمہ مجتہدین کی تقلیدِ شرک و بدعت ہے اور نقادین  
نہاد و یوں کہنے باقرانی ہیں، روزِ ان کا مقام ہے، تقلید کو چھوڑو اور قرآن  
و حدیث پر عمل کرو، کس قدر لغو اور باطل ہے۔ ذرا انداز فرمائیے  
 جبکہ غیر متقلدین کا عمل بھی وہی ہے جو حضرات ائمہ کا تھا۔ یعنی راجع پر عمل کرنا  
 اور مرجوح کو چھوڑ دینا، تو پھر ائمہ ہی کی پیروی سے عمل بالقرآن والحدیث  
 کیوں حاصل نہ ہوگا اور ان کی پیروی کے کچھے حال ہو جائے گا۔ ارباب  
 دانش ذرا غور فرمائیں کہ متقلدین کی تابعداری بہتر ہے یا بچھلے تنگ خیالی  
 لوگوں کی!

وہ حقیقت سلف صالحین کی تقلیدِ سراسر و ششہد ہدایت ہے اور  
 ان غیر متقلدین کی گورائے تقلید۔ آپاں گمراہی ہے۔ حق بات یہ ہے کہ زمین کو گول  
 کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شرفِ حضور حاصل نہیں ہے ان کو بغیر تقلید کے  
 کوئی چارہ کار نہیں۔ ہاں اگر نظم قرآن میں نقد و معانی نہ ہوتا اور احادیث  
 میں تضاد اور تناقض نہ پایا جاتا اور طبائع انسانی مختلف الاستعداد  
 نہ ہوتیں تو تقلیدِ سلف کی چنداں ضرورت نہ ہوتی، مگر جبکہ یہ سب امور

موجود اور حقیقی ہیں تو پھر سلف کی تقلید نہایت ضروری اور لازمی ہے ۔  
**تفصیلی جواب ۱۔** قرآن و حدیث کے مضامین میں اگر غور و فکر  
 سے کام لیا جائے تو ان تمام مضامین کی چھ قسمیں نکلیں گی  
 (۱) اعتقادات ، جن پر ظہری اذعان اور توحید یقین کو نامہ مسلمان  
 کے لیے ضروری ہے ۔

(۲) وہ اعمال و امثال جن کا وعدہ یا نکرہ نہیں اور نہ ہیبت اخلاق  
 سے ہے ۔

(۳) قصص و حکایات یا امثال و غیرہ جن سے تخریب و تحریب  
 مفہود ہے ۔  
 (۴) وہ قطعی اور غیر متعارض احکام جن کا تعلق طہری عبادت یا  
 تشریح معاملات سے ہے ۔

(۵) وہ فروعی احکام جو آیات و احادیث متعارضہ سے ثابت کیے  
 جاتے ہیں ۔

(۶) وہ احکام جو آیات و احادیث سے صراحتاً ثابت نہیں ہوتے  
 بلکہ انشا یا اقتضا یا اشارۃ یا اور کسی طریقہ حنفیہ سے سمجھے جاتے ہیں اور  
 ان میں اجتہاد کو دخل ہے یعنی سبکی قیاس ۔

اول چار قسم کے مضامین قرآن و سنت کا لب لباب ہیں ، ان کے  
 مفاد بہت آئی ہیں اور ان پر کاربند ہونا انفس الناس کے لیے ذریعہ  
 نجات اور موجب نجات ہے ، اور یہی وہ مضامین عالمہ ہیں جن پر صحابہ  
 کرام سے لے کر اب تک تمام اہل سنت و اطاعت کا اتفاق رہا ہے ، اور  
 اسی احترام و امداد پر فرقہ ناجبہ کا دوسرے تمام باطل فرقوں سے امتیاز کا

دار و مدار رہا ہے اور یہی فرقہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "ما انا علیہ  
و اصبحتی" کا مصداق ہے۔ ان معنائیں میں ائمہ اربعہ صحابہ کرام متفق  
اور صحابہ کرام کے نقش قدم پر کامزن اور عائشہ بالغفران والحدیث میں۔

رہی پانچویں قسم، چونکہ وہ احکام ہی اس طرح کے ہیں کہ ان کے بارے  
میں آیات نکل المعانی یا احادیث متعارضہ وارد ہوئی ہیں اس لیے ان احکام  
میں خود شارب علیہ السلام نے اجتہاد کا حکم صادر فرمایا ہے جیسا کہ حدیث  
معاذ سے ظاہر ہے۔ اس کی تعبیر حضرات صحابہ نے بھی کی ہے اور ان کے اربعہ  
نے بھی۔ لہذا اس میں بھی ائمہ اربعہ صحابہ کرام کے متفق اور یہ وہیں صحابہ کرام  
نے بعض مواقع پر صحیح حدیث کو کسی آیت یا کسی مشہور حدیث سے متعارض  
ہونے کی بنا پر چھوڑ دیا ہے۔

دیکھیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فاطمہ بنت قیس  
کی اس حدیث کو رد کر دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ معتقدہ الثلاث کا سنی اور  
نفقہ واجب نہیں۔ اور اس کے مقابل میں آیت قرآنی "والله یطہق ما یشاء  
بالمعروف حقاً علی المتقین" سے استدلال کیا ہے۔ اور حضرت عائشہ  
نے حدیث "المیت بعد ابہیکما الی علی علیہ" کو آیت قرآنی "ولا  
تزر وادؤد و زو اخوی" سے متعارض سمجھ کر رد فرمایا۔ اسی طرح  
شب معراج میں روایت باری تعالیٰ کا مسئلہ صحابہ میں مختلف، فیہ رہا ہے  
بعض حضرات بوجہ آیت "لا تدعون الاہل البعاد و هو جہنم ربک الا یصلوا  
رویت باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اور بعض اس کو ثابت کرتے ہیں۔  
یہاں اس سے بحث نہیں کہ کس کا قول صواب ہے اور کس کا خطا ہے۔  
بلکہ مقصد تو یہاں یہ صرف یہ تھا کہ صحابہ کرام میں کسی حدیث کا رد یا انکار



بوجہ دوسری دلیل قرآنی کے مروج اور معمول یہ رہا ہے۔ لہذا یہ طریقہ بھی مذمت صحابہ  
 میں داخل ہے جو آج تک ائمہ اربعہ اور محدثین کبار میں جاری و ساری ہے۔  
 پس جس طرح صحابہ کرام باوجود اس رد و انکار کے حامل بالقرآن والحدیث ہیں اس طرح  
 ائمہ اربعہ اور محدثین بھی ہرگز ہرگز حمل بالقرآن والحدیث سے باہر نہیں ہیں۔ البتہ  
 یہ الزام جائز کرنا کہ انھوں نے قرآن وحدیث کو چھوڑ دیا ہے، بعض فریب نفس  
 اور غلط ہے۔

تیسرے میں طرح صحابہ کرام باوجود بعض مسائل میں اختلاف باہمی کے جنت کی  
 اور راہ یاب میں جیسا کہ حدیث رزین کا یہ جملہ "فمن أخذ بشئ من مسام علیہ  
 من الخلفاء اہم فہو عندی علی ہدی" "مشرع ہے اور وہ اس کی یہ ہے  
 کہ انھوں نے محل المعانی اور احادیث متفقہہ میں متفقہہ قرار دیا ہے کہ علم اراستہ  
 فقہین مراد میں نیکی جتنی کے ساتھ اجتہاد و استنباط کریں۔ اگر اصابت ملے تو اصل  
 ہوگی تو دوسرا ثواب ملے گا ورنہ ایک ثواب تو ضرور ہی ملے گا۔ اللہ و رسول  
 کے نزدیک اس تلاش جو تجویز کا نام داریت اور ہدی ہے، صرف اصابت ملنے  
 ہی کا نام داریت نہیں۔

درحقیقت ہدی و داریت اس طور و طریقہ پر چلنے کو کہتے ہیں جو خدا اور اس  
 کے رسول کو پسند ہے۔ اسی وجہ سے حدیث رزین میں ارشاد ہے فہو عندی  
 علی ہدی "ابن ابی خیال سر اسے غلط ہے کہ جس کو اصابت ملی نہیں ہوئی وہ  
 گمراہ ہے ورنہ بعض صحابہ کو مختلف فریساہی میں معاذ اللہ کہ اوگینا شمرنا  
 جائز اور درست ہوگا حالانکہ ایسا کہنا بھی ذی حوش کے نزدیک درست نہیں  
 بلکہ ازروئے حدیث بالابھی راہ یاب اور مبتدی ہیں۔ دراصل گم کردہ راہ  
 اور گم کردہ مقصود میں بہت بڑا فرق ہے۔ اولیٰ کو شرعاً ضائع کہتے ہیں جو راجح

کا تارک اور اصل مقصود کا ناقد ہے اور دوسرے کو مہندی کہتے ہیں جو مستحق  
ثواب ضرور ہے اگرچہ مصیبت حق نہیں۔ اور اگر مصیبت حق بھی ہو تو وہ مہندی  
بھی ہوگا اور قطعاً بھی کہلائے گا۔ اس طرح طالب شکی کی تین قسمیں ہوتی ہیں،  
اول، مثال جو راہ اور مقصود دونوں کا تارک ہوتا ہے۔

دوم، مہندی، داخلی جو راہ یا باب ہے حق یا بائیں مگر مستحق ثواب  
ضرور ہے۔

سوم، مہندی مصیبت جو راہ یا باب بھی ہے اور حق یا بائیں بھی ہے۔  
دوسرے ثواب کا مستحق ہے۔

اب یہاں سے یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ مذاہب اربعہ کے برحق ہونے  
کے معنی یہ ہیں کہ ان کو اختیار کرنے والے سب عند اللہ راہ پسند پر  
چلنے والے ہیں اور سب اللہ کے نزدیک مہم اور مشکلور ہیں۔ کسی کی خطا  
و غلطی پر اللہ مآخذہ و مناقشہ نہ ہوگا، یہ معنی نہیں کہ سب مصیبت حق  
ہیں کیونکہ یہ معنی ویسے البطلان ہیں۔ اس لیے کہ حق مستند نہیں ہو سکتا۔ حق  
فقط نفس الامریہ ایک ہی ہو سکتا ہے۔ نیز یہاں پر اس فرق کو بھی خوب  
ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ راہ حق پر چلنا اور چیز سے اور حق پر نہ چلنا اور چیز  
سے۔ پہلے معنی کے لحاظ سے مذاہب اربعہ کو کلی الحق کہا جاتا ہے کیونکہ وہ  
سب کے سب شارع کے پسندیدہ طریقہ پر کام لیں ہیں۔ اور دوسرے  
معنی کے لحاظ سے "الحجۃ بآئین علی و مصیبت" ہر مجتہد کا مسلمہ مسئلہ  
ہے۔ کیونکہ ہر مذہب میں خطا و صواب کا احتمال ہے۔

الحاصل آیات متعارفہ اور احادیث متناقضہ میں جو مسلک صحابہ کرام  
کا تھا وہی بعینہ ائمہ اربعہ کا ہے مگر مو فرق نہیں۔ لہذا جس طرح حضرات صحابہ

مبتدی تھے اسی طرح حضرات ائمہ اربعہ بھی مبتدی ہیں۔ اہل حدیث ہزار ہا سرسبز  
بچپن تفریق کوئی وجہ موجود بیان نہیں کر سکتے۔ ولو کان بعضہم لبعض  
ظہیر۔

اب رہا قرآن و حدیث کے مضامین کی چوتھی قسم کا معاملہ یعنی وہ احکام جو  
آیات و احادیث سے صراحتاً ثابت نہیں ہوتے بلکہ دلالت یا اشارۃ یا اقتضاء  
یا اور کسی عقلی طریقہ سے سمجھے جاتے ہیں اور ان میں مجتہدین اجتہاد کرتے ہیں۔  
جن کو مسائل قیاسیہ کہا جاتا ہے تو اس میں تو کوئی اشکال ہی نہیں کیونکہ یہاں  
ایک قیاس دوسرے قیاس سے مستفاض ہوتا ہے کسی آیت یا حدیث سے  
تقاضا نہیں ہوتا اور اس کے متعلق اللہ اور اس کے رسول نے صاف ارشاد  
فرمایا ہے کہ جب آیت و حدیث سے کسی مسئلہ کا ہنڈیٹے تو اپنی رائے سے  
اجتہاد و استنباط کرو۔

حدیث معاوۃ ملاحظہ کیجیے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں: الحمد للہ  
الذی دعی رسول اللہ، لما یخفی بہ رسول اللہ، لہذا اجتہدین۔  
کے اجتہاد کی ضرورت دو ہی مقام پر ہوتی ہے۔ ایک وہاں کہ جہاں پر  
دلالت متعارفہ بالخصوص محل المعانی کسی امر کے متعلق وارد ہوئی۔ اور دوسرے  
اس جگہ کہ آیات و احادیث سے صراحتاً ایک چیز کا حکم اور حال نہ معلوم ہوتا  
ہو تو لا محالہ وہاں پر بذریعہ قیاس صحیح اس کا حکم دریافت کیا جائے گا۔ ایسے ہی  
احکام کو مسائل قیاسیہ یا احکام مستنبط کہا جاتا ہے، اور یہی وہ مواقع ہیں  
جہاں ہدایت کے اور اجتہاد سے کام لینا شرعاً محمود ہے۔ اور یہ طریقہ اللہ اور  
رسول کو پسند ہے، اس میں اصابت حق ہو یا نہ ہو ثواب اور اجر ضرور ملے گا  
لہذا ائمہ مجتہدین ان آخری دو قسموں میں بھی عامل بالقرآن و الحدیث ہیں،

جس طرح پہلے چار قسموں میں عامل القرآن والحدیث تھے۔ لہذا سفہائے زمانہ  
 کچھ یہ زعم کر اٹھے اور بعد کی تقلید اور ان کی اتباع میں عمل القرآن والحدیث ہاتھ  
 سے جاتا رہتا ہے۔ محض ناوائی اور لیس شیطانی ہے۔

ایسا کران کو یہ خیال بالعرض جو بھی مان لیا جائے لڑکیاں ان نیاہ کی پیروی میں  
 یہ بات نہیں ہے؟ یقیناً ہے۔ ان کا مسلک نہ تمام احادیث کے مطابق ہے اور  
 نہ تمام صحابہ کے موافق۔ انہوں نے مذاہب قریب سے کچھ کٹ چھانٹ کر ایک  
 نیا مسلک قائم کر لیا ہے، اس میں بھی یہ غرض موجود ہے جو دوسرے مذاہب  
 میں ہے۔ پھر فقہائے کمالین کی اپنی رائے چھوڑ کر ان کی پیروی کرنا کوئی عقل مند کا  
 ہوگی اور اس میں کوئی سارا پد ثواب ہے۔

اعبادنا اللہ، تغافل عن امثال ہذہ الویساوس۔





# اَبْدَہِی تَقْلیدُ

کہا جاتا ہے کہ اندھی تقلید کی مخالفت ہے۔ کورانہ اور جامہ نقسید سے روکا جاتا ہے۔ معلوم نہیں کہ وہ اندھی اور جامہ تقلید کیا ہے اور کون اس کا داعی اور مبلغ ہے۔

ہمارے دور میں اندھی تقلید کا مفہوم ہی غلط سمجھا گیا ہے۔ قرآن کی نظر میں کورانہ تقلید یہ ہے کہ گمراہی اور بے عقلی کی تقلید کی جائے۔ قرآن پاک نے جہاں کہیں تقلید کی مذمت کی ہے اس قسم کی تقلید کی ہے۔ جب بھی قرآن نے کفار کی بے نیکی اور نامعقول باتوں پر دلائل کا مطالبہ کیا۔ تو ان کے پاس ایک ہی جواب تھا۔

وقالوا انت اوحیدنا اباہمنا  
خلفنا امیہ واننا علی اُشادہم  
مقتلہ دن۔

اس پر قرآن مجید نے براہِ اعتراض کیا وہ یہ نہیں تھا کہ اباؤ اجداد کی تقلید غلط ہے، بلکہ یہ تھا۔

اولو کائنات اباؤہم  
لا یعقلون شقیثا ولا  
یعتد دن۔

تمہارے باپ داداؤں میں عقل و ہدایت کا کوئی شے بھی نہ ہو پھر بھی تم ان ہی کی تقلید کیے پھے جاؤ گے۔

دوسری جگہ ذرا نرم لہجہ میں ارشاد ہے :-

قل اولو جئتمکم باہدلی  
مدا وجدلتم علیہ آیاءکم  
قالوا انما ارسلتمہ  
کاذبون :-  
انہوں نے جواب دیا جو طریق تم سے کہہ بیٹھے تھے ہو ہم تو اسے مان نہیں  
سکتے :-

اس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ اگر ان کے آباؤ اجداد میں عقل کی  
روشنی نہ ہو رہا ایت پر تو قرآن کو ان کی تقلید پر کوئی اعتراض بھی نہ ہوتا۔  
اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی نظر میں کورانہ اور اندھی تقلید گمراہی اور بے عقلی  
کی تقلید کرتا ہے اور اس کے بالمقابل روشن خیالی یہ ہے کہ ہدایت  
اور عقل کی بات کی پیروی کی جاتی ہے۔

آج کے دور میں عالم غیب کی شے سے بلند حقائق، الہیات کے  
عمیق سے عمیق معارف اور اس کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کی الٰہی تمام  
باتوں کو ان کے اعتقاد پر ان لینا جن کو ان کی سچی نظروں نے خود دیکھا  
یا فہم۔ سلم سے اسی طرح سمجھا کورانہ اور اندھی تقلید کہلاتا ہے اور اس کے  
مقابل میں یورپ کے فلاسفوں اور مؤرخوں کی نامتو اور ادھوری  
تحقیقات کو جو سنی عقید کے ساتھ ان لبتا روشن خیالی کے نام سے موسوم  
کیا جاتا ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو اختلاف و لائل کے جوئے اور نہ ہونے  
کا نہیں بلکہ اعتماد اور بے اعتمادی کا ہے۔

عصر حاضر کے موجدین اور سائنس دانوں پر چونکہ پورا اعتماد

حاصل ہے اس لیے ان کی باتیں دلیل سے باہر دلیل یا نادر و شہ خبیالی میں شمار ہے اور انبیاء علیہم السلام پر چونکہ وہی گہرائیوں میں وہ یقین حاصل نہیں ہوتا اس لیے یہاں ان کی تصدیق کے لیے ان کے فرمان سے بھی بڑھ کر کسی اور دلیل کی ضرورت باقی رہتی ہے اور ان کی باتیں بے دلیل یا نادر و شہ خبیالی اور بے تقلید نظر آتی ہے۔

اسی طرح قرآن و سنت پر عمل پیرا ہونے کے لیے ائمہ مجتہدین کو شریعت قانون مان کر ان کی شرح و تفسیر پر اعتماد کرنا اور ان کی پیروی کرنا ایک طبقہ کے نزدیک اندھی تقلید ہے اور اس کے مقابلہ میں خود راہی اور آزاد روی اور کسی کے منقولات پر عمل پیرا ہونا روشن خیالی سمجھنا ہے۔ فیہ للعجب!

علامہ شعرانی اپنی کتاب "المہجرات" میں لکھتے ہیں،  
 "اے حمیزہ اگر تو بہ نظر انصاف دیکھے گا تو یہ حقیقت  
 متکشف اور واضح ہو جائے گی کہ ائمہ اربعہ اور ان کے  
 متقلد سر یکے مدب طریقہ ہدایت پر ہیں۔ اور یہ امر ذہن  
 نشیں ہو جائے گا کہ ائمہ اربعہ کے ممالک شریعت مطہرہ  
 میں داخل ہیں۔ اور ان کے مختلف اقوال امت کے لیے  
 رحمت ہو کر نازل ہوئے ہیں۔"

## امام اعظم ابو حنیفہؒ

امام صاحب کے حالات ذکر کرتے ہوئے یہ ظاہر کرنا بھی ضروری ہے کہ یہ تذکرہ صرف قمارت کی حد تک ہے۔ ان کے حالات زندگی کی



تفصیلات یا ان پر تبصرہ کرنا مقصود نہیں کہ اس کے لیے بڑی فرصت دیکار  
ہے۔ پھر اس کا یہ عمل بھی نہیں۔ اس مختصر تذکرہ سے اجمالاً یہ اندازہ کیا  
جاسکتا ہے کہ امام اعظم حفظہ و دیانت، صداقت و عادت، اخلاق  
و عقل اور فہم و فراست میں کتنا بلند پایہ رکھتے تھے۔ امام صاحب کا  
یہ تذکرہ صرف عقیدت کی بنا پر نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے۔ اس  
مختصر تذکرہ کو بصیرت کے ساتھ پڑھیے تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ  
حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کیسے تھے اور ان کا کیا مرتبہ تھا۔

اولئک ابائی فجائی ہما لہم

اذا جمعنا یا جبر المجامع

تاریخ کا یہ بھی خوب فیز و رقی ہے کہ وہ ایک طرف تو امام صاحب  
کا تعریف و توصیف میں بکھری جاتی ہے اسی کے ساتھ وہ دوسرے  
ہی ورق پر دیانت و عقل کا کوئی عیب ایسا اٹھا کر نہیں رکھتی جو آپ  
کی ذات میں لگا نہیں دیتی۔

خطیب بغدادی نے بڑے تسو صفحات پر امام صاحب کا تذکرہ  
لکھا ہے۔ پہلے امام صاحب کے مناقب میں صفحے کے صفحے رنگ دیئے  
ہیں اس کے بعد تقریباً اتنے ہی صفحات پر آپ کی ذات میں وہ نکتہ  
چینیال نقل کی ہیں جو دنیا کے پردہ پر کسی پرترے ہر آوی پر ہی نہیں  
کی جاسکتیں۔

ایک متوسط عقل رکھنے والا انسان ان تین ناقص بیان کو پڑھ کر  
پہنچ کر سکتا ہے کہ کوئی انسان بھی ایسی دو متضاد صفات کا حامل  
نہیں ہو سکتا۔ یا اس کے مناقب کی یہ تمام داستان فرضی ہے یا پھر

عیوب کی یہ طویل فہرست صرف مختصر نکالناست اور مربع بہتان ہے۔  
مؤرخ ابن خلکان نے خطیب کے اس غلط طرز پر صوب ذیل  
الفاظ میں تردید کی ہے :-

"وقد ذكر الخطيب في تاريخه منها شيئا كثيرا  
ثم اعقب ذلك هذا كوما كان الا ليقن شيئا  
والا فلاب ان يثبت هذا الامام لا يشك في  
دينه ولا في دعوته ولا في حفظه ولعمري  
يغاب بشيئ سموي فلهذا العربية :-

(جلد ۲: ص ۱۶۵)

یعنی خطیب نے اپنی تاریخ میں آپ کے مناقب کا بہت سا حشر  
ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد ایسی نا اعلانی باتیں لکھی ہیں جن کا ذکر نہ کرنا اور  
ان سے اعراض کرنا مناسب تھا۔ کیونکہ امام اعظم جیسے شخص کے متعلق  
زیادت میں شبہ کیا جا سکتا ہے۔ نہ حفاظ و درویش میں آپ پر کوئی شک  
چینی، بجز قلت عمر بیت کے اور نہیں کی گئی۔

امام صاحب کے خلاف جس قدر مواد جمع ہو سکتا تھا خطیب  
بعد ازیں نے اپنی تاریخ میں اس کو یکجا جمع کیا ہے، جس کو ہر جگہ کی  
خیر تقلدوں نے شائع کیا ہے۔ مگر ملاحظہ فرمائیے کہ خطیب نے اپنی کتاب میں  
ہر واقعہ کی سند پر کلام کر کے اس کو قطعی کھول دی ہے اور امام صاحب پر  
ان کے اصحاب کے بارے میں جس قدر جھوٹی روایات اور نکالناک گزشتیں  
لکھی تھیں، سب کا جھوٹ نمایاں کر کے اہمیت مرحومہ پر احسان  
عظیم کیا ہے۔

یہاں پر ننلا دینا بھی ضروری ہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات آپ کی تدبیر و کوشش اور جاریہ میں کی ہر وجہ کے مدلل جوابات کے سلسلہ میں جو کچھ یہاں لکھا گیا ہے اس کا ماخذ حضرت العلامة مولانا عبدالغفار صاحب غفرلہ کا ایک غیر مطبوعہ علمی رسالہ ہے جو مجھ کو قیام بنارس کے زمانہ میں دستیاب ہوا تھا۔ حضرت مولانا عبدالغفار صاحب مدظلہ کے علم کلام کے رشتہ والے تھے۔ اپنے زمانہ کے بزرگ عالم، محقق اور علوم نقلیہ و عقلیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

حضرت مولانا عبداللہ فرنگی علی رحمہ اور حضرت مولانا رشید احمد مغلگوہی رحمہ کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ اور فقید العصر مولانا حبیب الرحمن صاحب انصاری کے استاد اور مرید تھے۔

## حضرت امام عظیم رحمۃ اللہ علیہ

امام عظیم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ درجہ کے مقدس مجتہد، محدث، فقیہ، صدوق، زاہد، عارف، شائع اور متورع تھے۔ ان کے مناقب و فضائل میں محدثین اور علماء حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنبلیہ ہزار ہا سائل تصنیف فرما چکے ہیں۔ ان کے کمالات اور مناقب اس طرح مسلم الثبوت ہیں جس طرح قطب الاقطاب شیخ المصنف حضرت شیخ عبدالغفار جیلانی قدس سرہ کی ولایت۔

ائمہ میں امام عظیم آپ ہی کا لقب تھا، علماء اور محدثین کا بہت بڑا مجمع آپ کے ہانے والوں میں رہا ہے اور امت محمدیہ کا نصف سے زیادہ حصہ اب بھی آپ کے پیچھے چل رہا ہے۔ آپ عہد صحابہ میں پیدا ہوئے اور روح اور تقویٰ، جوہ و سخا، علم و فضل، خرد و عمل کے جملہ کمالات آپ میں موجود تھے۔ آپ کی توثیق و تقدیر بڑے بڑے فقہاء و محدثین اور فقہاء امت کر چکے ہیں۔ آپ کے مناقب میں صد ہا کتابیں عربی اور فارسی میں تصنیف کی جا چکی ہیں۔ چونکہ اکثر کتابیں عربی میں ہیں، اور ہر شخص کے پاس وہ کتابیں موجود نہیں اور نہ ہر شخص زبان عربی سے واقف ہے اس لیے ہم اس رسالہ میں امام صاحب سے متعلق حسب ذیل امور سے بہت ہی مختصراً طور سے بحث کریں گے۔



۱۱) امام صاحب کے مناقب اور ان کے ثناء و تصدیق اور جید  
الحفاظہ ہونے کا ثبوت -

۲۱) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جو اعتراضات کیے گئے ہیں  
ان کا تحقیقی جواب -

۳۱) آپ کے محدث، حافظ اور ناقد الحدیث ہونیکا ثبوت  
اور قبیل الروایت ہونے کی شرح -

۴) آپ کی فصاحت و بلاغت اور عربی مہارت کا ثبوت -

## امام صاحب کے حالات

امام عظیم آپ کا لقب، ابو حنیفہ آپ کی کنیت اور نعمان آپ کا  
اسم گرامی ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت ثابت کوفہ کے بہت بڑے  
تاجر تھے۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور  
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خاندان کے لیے دعا فرمائی -

(تاریخ بغداد ج ۶)

آپ کی ولادت اگرچہ علامہ ذہبی کو ثری رحمۃ اللہ علیہ نے  
سنہ ۸۰ میں تسلیم کی ہے اور غفران و دلائل سے اسی کو ترجیح دی ہے۔  
لیکن حافظ شمس الدین ذہبی اور جمہور آپ کی ولادت سنہ ۸۰  
مانتے ہیں۔

امام صاحب کا اصلی وطن کوفہ ہے، جو اس وقت حدیث رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سرچشمہ بڑا مرکز تھا۔ کیونکہ کوفہ میں ہزاروں صحابہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
وَأَطِيعُوا أَمْرَ اللَّهِ وَأَطِيعُوا أَمْرَ الْمُرْتَضَى

# تفلیدات

مورانا محمد اسماعیل سنہری

(مورانا) معاذ اللہ سلم سنہری

قیام رہ چکا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد علوم و فنون کے مرکز تین تھے، مگر معظمہ، مدینہ منورہ اور کوفہ۔ مگر میں صدر مدرس حضرت عبداللہ بن عباسؓ، مدینہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور زیاد ابن ثابتؓ رما، اور کوفہ میں عبداللہ بن مسعودؓ رہتے تھے۔ حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں کوفہ دار الخلافہ تھا اور یہاں پر چار ہزار سے زیادہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے، اور آٹھ سو سے زیادہ حضرت ابوہریرہؓ کے شاگرد تھے۔

امام صاحب کی تربیت تعلیم اس بڑے علمی مرکز کوفہ میں ہوئی۔ اس کے علاوہ علماء حرین شریعت سے بھی برابر استفادہ فرماتے رہے۔ آپ کے شیوخ اور اساتذہ کی تعداد چار ہزار تک پہنچتی ہے۔ امام صاحب کے اساتذہ میں صحابہ کرام کے بعد اصلی درجہ کے اہل علم و فضل تابعین عظام تھے۔

## امام صاحب کے متعلق بشارت نبوی

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "تہذیب فی الصحیفہ" میں مناقب الائمة الی حنیفہ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں بشارت دی ہے۔ جس حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ علم اگر شریا پر مبنی ہوگا تو فارس کے کچھ لوگ ضرور مائل کریں گے؛ اس حدیث ابوہریرہؓ کو صحیح بخاری و مسلم اور دوسری کتب حدیث میں بھی روایت کیا گیا ہے۔ البتہ کچھ الفاظ کا اختلاف ہے۔

بعض مکلفات دین اور بعض میں لفظ ایمان وارد ہوا ہے۔ اس کی پوری تفصیل میں دشت کبیر علامہ حلال الدین سیوطی نے تہذیب الصبیحہ میں تحریر فرمائی ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ یہ روایت اصل کے اعتبار سے صحیح ہے اور شارت و فضیلت کے باب میں معتد علیہ ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے امام صاحب کی منقبت میں کسی غیر معتد حدیث کی ضرورت نہیں۔

اسی طرح علامہ ابن حجر کی شافعی اور حضرت شاہ ولی اللہ وغیرہم بہت سے علماء نے تصریح کی ہے کہ حدیث، "لو کان العلم بالطلب لکننا ولدا اناس من ابناء خادس" (مسند احمد ۱/۱۱۱) کا اولین مصداق امام صاحب ہیں۔

## امام صاحب تابعی تھے

علامہ ابن حجر کی رائے تصریح کی ہے کہ امام صاحب نے ائمہ صحابہ کا زمانہ پایا ہے۔

حافظ ابن حجر عدلی نے تہذیب التہذیب میں تصریح کی ہے کہ حضرت امام صاحب نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الکوفاء میں لکھا ہے کہ حضرت انسؓ کو کوفہ میں تشریف لائے تو امام صاحب نے ان کو کئی بار دیکھا۔

نواب صدق حسن خاں صاحب مقتدا نے غیر مقلدین نے یادبود نقشب اور مخالفت کے نتائج المکمل میں روایت حضرت انسؓ کا اعتراف کیا ہے اور خطیب کی تاریخ بغداد سے اس کو نقل کیا ہے۔



الغرض بڑے سے بڑے محدثین نے روایت السنن کو تسلیم کیا ہے جو حدیث صحیح کے مطابق اور محققین و محدثین کے اصول پر بھی تابعی ہونے کے لیے کافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ذہبی نے امام صاحب کو محدثین کے طبقہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے اور تقریب میں ان کو طبقہ سادہ میں ذکر کرنے کو لغزش ظلم قرار دیا ہے۔

نیز حافظ موفق نے "مناقب الامام" میں اپنی مسند سے بھی امام یوسف کے واسطے سے امام صاحب کے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سنا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الذال عن الخیر کفاحلہ واللہ یحب إمامة الایمان"۔  
یعنی جو شخص نیکی کا راستہ بتلائے وہ بھی نیکی کرنے والے کے برابر اجر و ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ مظلوم اور معیبت زدہ کی مدد و فریاد رکھی کو پسند فرماتے ہیں۔

قد ایقنہ المقلدی "بلد دوم میں مولانا وحید الزماں پیشو سے غیر مقلد ہیں نے لکھا ہے کہ تابعی وہ ہے جو کسی صحابی سے حالت ایمان میں ملا جو، لهذا ابو حنیفہؒ بھی اس لحاظ سے تابعین میں سے ہیں کیونکہ انھوں نے حضرت انسؓ صحابی کو دیکھا ہے جس کو ابن سعد نے سند صحیح سے روایت کیا ہے۔

اسی طرح فتاویٰ حافظ ابن حجرؒ میں بھی تصریح ہے کہ امام صاحب نے ایک جماعت صحابہ کو پایا جو کو فرمیں تھے، لهذا وہ طبقہ تابعین میں سے تھے اور بغضیت کسی کو آپ کے سوا اکثر اصحاب میں سے حاصل نہ ہوتی۔ علامہ ابن حجرؒ کی شافعی نے "الخيار من الحسان" میں لکھا ہے کہ

امام صاحب اہل تائیدین میں سے تھے جن کے بارے میں حق تعالیٰ نے  
ارشاد فرمایا ہے :-

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ	اور جن لوگوں نے نیک کرداری
سَيُجْزَوْنَ أَجْرًا مِمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ	میں ان کی پیروی کی نشان سے
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ	راضی ہوا اور وہ سب اس سے
سَيُجْزَوْنَ أَجْرًا مِمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ	راضی ہوتے۔ اور اس نے ان کے
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ	لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں کہ
سَيُجْزَوْنَ أَجْرًا مِمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ	ان کے نیچے نمایاں بہہ رہی ہوگی
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ	ان میں یہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ
سَيُجْزَوْنَ أَجْرًا مِمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ	بڑی کامیابی ہے۔

## امام صاحب کا علم

حضرت حماد رحمہ اللہ کے درس میں امام صاحب کے سوا کوئی اور استاد  
کے سامنے نہ بیٹھتا تھا۔ دس برس ان کی خدمت میں رہے تھے۔ ایک  
دفعہ اپنی نگاہ امام صاحب کو پڑھا کہ حضرت حماد رحمہ اللہ ہاں گئے۔ اس عرصہ  
میں امام صاحب لوگوں کے سوالات کا جواب دیتے رہے جن میں  
وہ مسائل بھی آئے جو استاد سے نہ سنے تھے۔ استاد کی واپسی پر  
وہ سب مسائل ان کی خدمت میں پیش کیے جن کی تعداد ساٹھ  
تھی استاد نے چالیس سے اتفاق کیا اور بیس سے اختلاف  
تب امام صاحب نے قسم کھائی کہ ساری عمر خدمت میں حاضر رہوں گا  
چنانچہ استاد کی وفات تک ساتھ ہی رہے۔ کل زمانہ رفاقت

اٹھارہ سال ہوا حضرت حادؓ کے صاحب زادہ اسماعیلؓ نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ والد صاحب سفر میں گئے اور کچھ دن باہر رہے۔ واپسی پر میں نے دریافت کیا ابا جان! آپ کو سب سے زیادہ کس کو دیکھنے کا شوق تھا؟ فرمایا ابوحنیفہؒ کو دیکھنے کا۔ اگر یہ ہو سکتا تو میں بھی نگاہ ان کے چہرے سے زائعاتوں کو بھی کرتا۔

## عبادت و ورع

✓ حضرت عبداللہ بن مبارک کا قول ہے کہ میں نے کوثر بیہوش کر پوچھا کہ کوثر والوں میں سب سے زیادہ پارسا کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ابوحنیفہؒ۔ ان ہی کا یہ بھی قول ہے کہ حالانکہ کبھی دروں سے دیکھی مائی دولت سے ان کی آزاد نشی کی گئی مگر میں نے ابوحنیفہؒ سے زیادہ پارسا کس کو نہیں پایا۔

سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ ہمارے وقت میں کوئی آدمی مکہ میں ابوحنیفہؒ سے زیادہ نماز پڑھنے والا نہیں آیا۔

ابوہریرہؓ کا قول ہے کہ میں قیام کے دنوں میں رات کی جس ساعت میں طواف کو گیا ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کو طواف میں مصروف پایا۔ ابوہریرہؓ کا قول ہے کہ کثرت نماز کی وجہ سے ابوحنیفہؒ کو لوگ سچ کہتے تھے۔

## شب بیداری اور قرآن خوانی

یحییٰ بن ایوب الزاہر کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہؒ رات کو نہیں سوتے تھے۔

اور اسد بن عمرو کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ شب کی نماز میں ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کر دیتے تھے۔ اور یہ بھی کہا کہ جس مقام پر وفات ہوئی ہے وہاں امام صاحب کے ساتھ ہزار قرآن ختم کیے تھے۔ ابو الجوزی کا قول ہے کہ میں نے کسی کو ابوحنیفہ سے بہتر شب بیدار نہیں پایا۔ مہینوں ان کی صحبت میں رہا لیکن ایک رات بھی ان کو پہلو لگاتے نہیں دیکھا۔

مسعر بن کدام نے بیان کیا کہ میں ایک رات مسجد میں گیا تو کسی کے قرآن پڑھنے کی دلکش آواز سنی جو دل میں اتر گئی، وہ پڑھتے ہی بہرہ برائے شک کہ پورا قرآن عید ایک رکعت میں ختم کر دیا، دیکھا تو وہ ابوحنیفہ تھے۔ غار جابر بن عبدعصب کا قول ہے کہ غار کعبہ میں چار اماموں نے پورا قرآن پڑھا ہے۔

حضرت عثمان بن عفان، سعید بن جبیر اور امام ابوحنیفہ نے ز قاسم بن صحن کا بیان ہے کہ ایک رات ابوحنیفہ نے نماز میں یہ آیت پڑھی :-

يٰۤاَيُّهَا الشَّاعِرُ قُوعِدْ هَهُنَا  
وَالشَّاعِرُ اَذْهَبْ زَاۤمَرُهُ  
بلکہ قیامت ان کا دھندلا گاہ ہے اور قیامت بہت سخت اور نہایت تلخ ہے۔ تمام رات اس کو دہرائے رہے اور کسے دل سے روئے نہ ہے۔

## جو دو سخا اور امداد مستحقین

امام صاحب ہر شخص کی اتھا و آرزو پوری کرتے تھے۔ سب کے ساتھ احسان کرتے تھے۔ ہاں تجارنت، ہندو بیچنے، اس کی قیمت کمال کو بڑے سے



منگوائے، سالانہ منافع جمع کر کے شیوخ محامین کے لیے ضرورت کی  
اشیاء خریدتے، خوراک لباس وغیرہ جملہ ضروریات کا انتظام کرتے اور  
نقابہ بھی دیتے۔

امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ امام صاحب ہر سائل کی حاجت  
کو پورا کیا کرتے تھے۔

دیکھ کر کہ قول ہے کہ واللہ ابوحنیفہؒ بڑے امین تھے۔ اللہ کی  
جلالت و کبریائی اس کے دل میں بھری ہوئی تھی۔ اور کہا کہ امام صاحب  
اپنے بال بچوں کے لیے کپڑا بناتے تو اس کی قیمت کے برابر صدقہ کرتے  
اور جب خود نیا کپڑا پہنتے تو اس کی قیمت کے برابر شیوخ علماء کے  
لیے لباس تیار کراتے۔ جب کھانا سامنے آتا تو اولیٰ اپنی خوراک کے  
مقدار سے دو گنا نکال کر کسی محتاج کو دیتے۔

### امام اعظمؒ ثقہ صدوق اور جبار الی فظہ تھے

امام صاحب کے ثقہ صدوق اور جبار الی فظہ ہونے کے متعلق  
اور آپ کی توثیق و تعارض کے بارے میں بجز ثقت نقاد فن اور کبار  
محققین انصاف پسند حضرات نے بہت کچھ بیان کیا ہے۔ یہاں پر ہم  
مختصر طور پر چند اکابر کے نام لائے اور ان کی عبارات نقل کرتے ہیں۔

(۱) یحییٰ بن معین مشہور محدث اور فن رجال کے فخر عالم تھے،  
امام بخاریؒ وغیرہ کے استاد ہیں، جن کے بارے میں امام بخاریؒ فرماتے  
ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو سوائے یحییٰ بن معین کے کسی کے سامنے حقیر  
نہیں سمجھا۔ انھوں نے امام صاحب کی اعلیٰ درجہ کی تقدیر و توثیق فرمائی





قال نعم كان ابو حنيفة  
ثقةً عادلاً وقال الحدیث و  
الفقه ما موثوق به من قول الله  
عز وجل : (خير است الحسن تشبه)  
فرمایا ہاں ابو حنیفہ حدیث ثقہ  
میں ثقہ اور مجھے ثقہ اور اس کے  
دین کے بارے میں قابلِ اعتماد  
تھے ۔

اور حمزہ القاری ص ۱۳ اور نہایت شرح ہدایہ میں ہے :-  
مسئل ابن معین عند فقال  
ثقة ما سمعت احداً يضعفه  
فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو اُنکی تضعیف  
کرتے نہیں سنا ۔

یعنی ابن معین کا یہ فرمانا کہ میں نے کسی سے امام ابو حنیفہ کی تضعیف نہیں  
سنی اعلیٰ درجہ کی تعریف اور توثیق ہے جس کا ائید تہذیب الکمال مثلاً سے  
نکول ہوئی ہے ۔ اس میں ہے :-

وقال اسی یحییٰ بن معین  
مرة كان ابو حنيفة عندنا  
من اهل الصدوق ولهكن  
في مختصر التاريخ لخطيب  
البخاري :-  
ایک مرتبہ یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ  
ہمارے نزدیک ہے جس کی خطیب بغدادی کی  
تقریر تاریخ میں بھی ہے ۔

چونکہ عندنا میں صحیح جمع کی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ مرجع  
و تدریج کے نزدیک امام ابو حنیفہ ثقہ و صدوق ہیں ۔ اسی وجہ سے حضرت  
امام یحییٰ بن معین نے فرمایا : "ما سمعت احداً يضعفه"  
(۲) شعبہ بن ابیان متوفی ۳۹۹ھ یہ ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ ہیں



ایں متضام تئری ان کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہا کرتے تھے، انھوں نے امام ابوحنیفہ کی توثیق کی ہے بلکہ حیدر الحفظ کہ ہے۔ خیرات الحسان ص ۳۷۱ ہے۔  
 قال شعبۃ کان (ابوحنیفہ) شعبۂ حسن فرمایا امام ابوحنیفہ  
 حسن الظہار جب الحفظ الہی بہت کچھ راز اور حیدر الحفظ تھے۔  
 اور مقدود الجواب الملیفہ میں حانظ مولیٰ کی کتاب تہذیب الکلام  
 نقل کیا ہے۔

کان شعبۃ حسن الوائے حضرت شعبۂ امام ابوحنیفہ کے  
 فی ابی حنیفۃ الہی۔ بارے میں ابھی رائے رکھتے تھے۔  
 وکذا فی مختصر جامع بیان العلم وفضلہ للحافظ ابن  
 عبد البر ص ۱۹۲۔

جب حضرت شعبہ سے امام صاحب کے متعلق دریافت کیا جاتا تو وہ  
 ان کی بہت زیادہ تعریف و توصیف کیا کرتے تھے اور ہر سال نیا نسخہ  
 ان کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے (موضح ص ۲۷۲) اور فرمایا کرتے تھے کہ  
 جن لوگوں نے ان پر شیعہ کی ہے واللہ وہ خدا کے یہاں اس کا نتیجہ دیکھیں گے  
 کیونکہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے خوب واقف ہے (خیرات ص ۳۷۱)  
 حضرت شعبہ سے اس امام ابوحنیفہ کی شروعات پہنچی تو اللہ  
 پڑھا اور فرمایا آن کو فہم و علم کا چراغ مل گیا اور اب اہل کو فہم کو نیابت  
 بہت اس کی نظر نہ ملے گی۔ (خیرات الحسان ص ۳۷۱)

(۳) حیدر اللہ ابن مبارک یہ بھی ابن معین اور امام احمد بن حنبل کے  
 تہذیب الکلام نامیاب کتاب ہے۔ اس کا قلمی نسخہ علامہ لاہوری پٹنہ  
 میں موجود ہے۔ اسی سے یہ عبارت نقل کی گئی ہے ۱۲

استاد ہیں جن کو امام جہدی نے

نہ کہیں فی خواصہ الطالب العلم ان کے زمانہ میں ان سے ترواحہ ظلم کا طہار  
مسئلہ - کوئی نہیں تھا۔

فرمایا ہے کہ تمام محدثین کے شیخ اعظم ہیں۔ ان کی تعریف میں محدثین نے  
دفتر کے دفتر لکھے ہیں اتفاقاً موصحین اس شیخ اعظم نے دنیا سے حدیث  
کے گوشہ گوشہ میں جا کر انھوں رو بہ اسفار پر خرچ کر کے اس دور  
خیر القرون کے ایک ایک محدث سے حدیثیں حاصل کی تھیں اور  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاکھوں حدیثیں ان کو زبانی یاد تھیں۔

وہ جب امام ابو حلیفہ کے پاس آئے تو اخیر تک آپ سے جدا نہ ہوئے  
امام بخاری نے سب سے پہلے ان ہی محدثین میں مبارک کی کتہا میں  
یاد کی تھیں۔ آپ (عبداللہ بن مبارک) امیر المؤمنین فی الحدیث فن  
حدیث کے رکن اعظم اور ائمہ کبار میں سے ایک امام ہیں۔ صحیح بخاری اور  
مسلم میں ان کی روایات سے سینکڑوں احادیث موجود ہیں ازم کتاب  
کے مخصوص ڈاگروں میں ہیں۔ امام بخاری نے اپنے رسالہ رفقہ بدین میں  
فرمایا ہے کہ ابن مبارک اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم سمجھے۔ یہ  
میں امام عبداللہ بن مبارک جو امام ابو حلیفہ کی تعداد میں فرمائے ہیں۔

وہ کہہ ان امام السننی یا مسند اچھ امام شافعی نے احمد بن محمد اندلی سے  
عن احمد بن محمد بن حنبلہ البیہاوری مسند کے ساتھ ذکر کیا کہ میں نے بھی بنی  
قال سألک یہ جہدی بن معین میں سے ابو حلیفہ کے متعلق سوال کیا تو  
عنه فقال عدل فقه ما لک من فرمایا کہ وہ سچے اور اعلیٰ تھے ان کے  
من عدل بہ بن المیارہ و متفق تھا کہ ان کا خیال ہے کہ انھوں

وکیع و مناقب الامام عظیم الامام  
کے درجہ میں (امام کریمؑ کی مناقب امام عظیمؑ)

عن یحییٰ بن معین قال کان وکیع جید السرائر فیہ  
رای فی ابی حنیفۃ وایضا فیہ  
عن ابن مہارک قال غلب  
علی الناس بالمحفظ والفقہ  
والعلم والصلیۃ والورع الخ  
وکیع بن معین نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ کے  
باسم میں وکیعؒ کی رائے بہت عمدہ تھی  
نیز ابن مبارکؒ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ  
نے اپنے محفظ فقہ عم اختیار کر رکھا  
اور اعلیٰ درجہ کے فقیہ کی وجہ سے سب پر  
غلبہ پایا۔

اور حافظ وکیع بن جراح امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے استاد ہیں۔  
عین کی مدح میں امام احمدؒ فرماتے ہیں۔

ما راایت او علی منہ وکذا  
احفظ  
میں نے ان سے زیادہ ہر چیز کو حافظ  
کسی کو نہیں دیکھا۔

اور عبداللہ بن مبارک بخاری بن معینؒ اور امام احمدؒ کے استاد ہیں  
جن کو امام مہدیؑ نے

لعمریک فی سماعہ اطلب  
العلم منہ  
ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ علم کا  
طالب کوئی نہیں تھا۔

فرمایا ہے۔

پس جب ایسے ایسے اعلیٰ درجہ کے حافظ ثقہ ماہرین فن حدیث  
امام ابو حنیفہؒ کو حافظ فرماتے ہیں اور ان کی تعدیل کرتے ہیں تو اب کسی  
مسترحض حاکم کو اعتراض کا کیا موقع ہے۔

(۴) دیکھ بنی حراج امام شافعی اور امام احمد کے استاد ہیں جن کی مدح میں امام احمد فرماتے ہیں ما را بیت اوعلیٰ منہ ولا احفظ مشہور محدث کبیر امام بخاری کے شیوخ کبار میں سے تھے۔ انہوں نے امام صاحب کی تعدیل فراتی ہے۔ ایک مرتبہ ان کی مجلس میں کوئی حدیث پیش ہوئی جس کا مضمون بہت مشکل تھا۔ وہ کھڑے ہو گئے اور شخص مذی سائنس بھر کر کہا اب نہایت سے کیا فائدہ وہ شیخ یعنی ابو حلیفہ اب کہاں ہیں جن سے یہ اشکال حل ہو جاوے۔ (کرودی)

(۵) علی بن المدینی اتنے بڑے امام فن ہیں کہ جن کی شاگردی امام بخاری امام ابوداؤد اور ترمذی جیسے کبار محدثین نے کی ہے۔ تذکرۃ الحفاظ میں ہے ابو حاتم نے کہا ہے کان یمنی بن المدینی علیاً علی ابن مرینی فن حدیث اور علی ابن ابی الدناس فی عصرہ فی تامل الحدیث ایک من حیثیت رکھتے تھے۔  
والعلل

اور امام بخاری ان کے متعلق فرماتے ہیں۔  
ما استقصیٰ عنہ من حدیث میں نے علی ابن مدینی کے سوا کسی کے سامنے  
احد الا عند علی بن المدینی اپنے کو کم نہیں پایا۔  
انہوں نے امام صاحب کی توثیق کی ہے۔

(عقود الجواهر النبیۃ فی خیرات الحسان ص ۴۷)  
اور ابن عبد البر کی کتاب جامع بیان العلم وفضلہ کے ص ۱۹ میں ہے  
قال ابن المدینی ابو حلیفہ بخاری و ابن المبرک  
وحمد بن زید و جعفر بن عون و هو ثقة لا یاسر



یعنی ابوحنیفہ سے سفیان ثوری، عبد اللہ بن مبارک، حماد بن زید، ہشام  
وکیع، عباد بن العوام اور جعفر بن العون نے روایت حدیث کی ہے۔  
اور وہ ثقہ ہیں۔ ان میں کوئی عجیب نہیں۔ یہ سب کے سب مقتدائے محمدین  
اور اصحابِ سترہ کے روافہ ہیں۔

(۶) سفیان ثوری، یہ نہایت عظیم الذہن شخص ہیں جن کی شان  
میں شیعہ نے کہا ہے کہ احفظ منیٰ اور خطیب نے کہا ہے۔

کان الثوری اماماً من ائمة الامم الثوری مسلمانوں کے ایک بڑے  
المسلمین وعلمهم احلام امام تھے۔ اور ان کے شاگردوں میں سے  
الدین جمعاً علی امامتیں ایک نشان تھے ان کی امامت، وفتی  
مع الاتفاق والقبول والحفظ حلیہ عقلاً، معرفت، زہد اور غور پر  
والمعرفة والنزہد والورع علماء کا اتفاق ہے۔

(خلاصہ) انھوں نے امام صاحب کونج حدیث کا سیکھنے والا  
ثقات کی حدیثوں کو طلب کرنے والا تاریخ و مسووخ کا بنا ہوا سنیوں کے والا  
فرمایا ہے۔ منافق کرندی چپا اور خیرات الحسان ص ۲۳ میں ہے۔

کان واللہ شایداً الا خلا امام سفیان ثوری کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم وہ  
للعلم لا یأخذ الا ما صح عنہ ہم کہ بہت زیادہ دھم لے کر لے والے  
صلی اللہ علیہ وسلم شایداً تھے اور سفیان ثوری علیہ السلام کی روایت  
المعروفۃ بالناسخ والمنسوخ صحیح ہوئی صرف اسی کو اختیار فرماتے تھے  
وکان یطلب احادیث تاریخ و مسووخ کی پہچان میں غور و کثرت  
الثقات والاخر من فعلہ تھے اور وہ قابل اعتماد روایات کی روایت  
صلی اللہ علیہ وسلم ہو و حضور اکرم کے آخری عمل کے بہت زیادہ  
مثلاً محمد اکرم کرتے۔

وما ادرک عامة العلماء اتباع حق میں اکثر علماء کو ذکر رائے کو  
انکوفہ فی اتباع الحق قبول کرنے اور ترجیح دینے کا اپنا  
اخذ بہ وجعلہ دینہ مسلک قرار دیتے تھے

یا جو یکہ سفیان ثوری امام صاحب کے معاصر تھے اور امام جعفر  
چھار مہینے تک کوفی تھے مگر امام عالی مقام کے فضائل جو مثل آفتاب کے  
روشن تھے نہ چھپا سکے اور صاف لفظوں میں امام صاحب کے فضائل  
کا اقرار کر لیا اور حق پسند اہل انصاف لوگ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ امام  
سفیان ثوری کہہ کر گئے تھے کہ امام ابو حنیفہ عظیم حدیث کے افند میں  
باز معمولی طور پر محتاط تھے میں کو روایت کرتے والے نقد ہوتے تھے  
اور منہ و کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کو لیتے تھے یا جو اس  
کے بعض لوگوں نے ان پر لٹائی کی۔ خدا انہیں اور ہمیں بخش دے۔  
اگر سفیان ثوری کے پاس کوئی شخص جاتا اور کہتا کہ میں ابو حنیفہ کے  
پاس سے آیا ہوں تب فرماتے کہ تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو کہ  
روئے زمین پر اس جیسا نفعیہ و عالم نہیں۔ (الخصایر الحسان)

حضرت سفیان ثوری سے جب کوئی دقیق مسئلہ دریافت کیا جاتا  
تو فرماتے کہ اس مسئلہ میں کوئی عمدہ تقریر نہیں کر سکتا سوائے اس شخص  
کے جس پر ہم لوگ حسد کرتے ہیں (یعنی ابو حنیفہ) پھر امام صاحب کے  
شاگردوں سے دریافت کرتے کہ اس مسئلہ میں تمہارے استاد کا  
کیا قول ہے اور وہ جو جواب دیتے اسی کو یاد کر کے اسی کے موافق فتویٰ  
دیتے تھے۔ (موفق کردی)

(۴) اسراہیل بن یونس صحاح ستہ کے راوی ہیں جن کے تعلق

امام احمدؒ نے فرمایا ہے ثقہ ثقہ تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ اسراہیل ابن یونسؒ نے خلق کثیر سے حدیث سنی اور ان کے حافظ پر امام احمدؒ تعجب کیا کرتے تھے انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کو بہت بڑا حافظ حدیث کہا ہے۔ تیسری تصنیف ص ۱۷ اور شریات النعمان ص ۳۶ میں ہے۔

روی الخطیب عن اسمی ائیل  
 ابن یوسف انه قال لعمر  
 الرجل نقم ان کان احفظنا  
 لکن حدیث فیہ فقہ و  
 امثال فخصا عنہ و اعلم  
 دعا فیہ من الفقہ  
 خطیب نے اسمی بن یوسف سے نقل کیا  
 کہ اشہد نے فرمایا کہ تم لو (ایم ابو یوسف) ہم  
 بہتر شخص تھے۔ وخصا میں طور پر یہ بھی  
 احادیث کے بہت بڑے حافظ اور  
 جو یاں تھے اور ان لوگوں کے مابین نقد  
 سے بہت زیادہ واقف تھے۔

(۸) یزید بن ابی سفيان نے صحاح مستمہ کے مآوئ میں اور علی ابن المبرکین اور امام احمد بن حنبل کے استادیوں میں۔ امام احمد ان کے متعلق فرماتے ہیں۔

امام لا یسئل مثله  
اور امام علی نے کہا ہے ثقہ ثقہ  
اور ابو حاتم نے کہا ہے  
کان حافظاً متقیبنا  
وہ حدیث کے حافظ اور بہتر تھے

(خلاصہ صفحہ ۳۹۲)

بزرگواروں اور ان اپنے زمانہ کے امام کبریہ اور ثقہ محدث تھے اور  
امام اعظم امام مالک اور سفیان ثوری کے شاگرد تھے انہوں نے  
کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ حافظ حدیث ہیں۔ ذہنی تدبرۃ الامم خلاصہ ۱۵۲

میں اور سیوطی بتائیں الصحیفہ حسنہ میں لکھتے ہیں۔

مسئلہ یزید بن ابی حجاز اور ابن  
ابن ابی عمیر الشوری والی وظیفہ  
فقہ ابی حنیفہ افقہ و  
مضیان احفظ  
یزید بن ابی حجاز کے کسی نے مدعا ثابت کیا  
کہ ثوری بڑے عالم تھے ابو حنیفہ  
جواب دیا کہ ابو حنیفہ فقہ کے بڑے عالم  
تھے اور ثوری حدیث کے۔

افقہ اور احفظ اسم تعضیل کے صحیفہ میں اس سے ثابت ہوتا  
ہے کہ امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری دونوں فقہ اور احفظ حدیث  
تھے مگر ابو حنیفہ افقہ اور احفظ تھے اور سفیان ثوری فقہ اور احفظ  
تھے۔ پس امام ابو حنیفہ کا احفظ حدیث ہو گا۔ یزید بن ابی حجاز کے کلام  
سے بھی ثابت ہوا۔ یزید بن ابی حجاز فرماتے ہیں کہ میں نے علماء سے سنا  
ہے کہ امام ابو حنیفہ کے زمانہ میں ان کا نظیر تلاش کیا گیا مگر نہ ملا اور فرمایا  
کہ تم جیسے کہ امام صاحب اعظم اس میں ہیں۔ (مناقب موفق)

اور فرماتے ہیں کہ میں نے ہزار شیوخ سے علم حاصل کیا۔ لیکن خدا  
کی قسم میں نے ابو حنیفہ سے زیادہ کسی کو ورع و احفظ اور عقل میں نہیں  
پایا۔ (حدائق ص ۹۹)

اگر رد یزید بن ابی حجاز کی مجلس میں کچھ بن معین علی بن المدینی اور  
امام احمد و غیرہ موجود تھے کہ ایک شخص نے اگر ایک مسئلہ دریافت کیا  
فرمایا کہ اہل علم کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو۔ امیر بن المدینی نے  
کہا کہ کیا آپ اہل علم نہیں ہیں آپ تو حدیث کے عالم ہیں۔ فرمایا نہیں۔  
اہل علم اصحاب ابی حنیفہ ہیں تم تو عطار ہو۔ (موفق ص ۱۰۰)  
(۹) حافظ عبد البر انکی کتابوں میں امام ابو حنیفہ کی توثیق نقل



کی ہے اور تمام عیوب سے آپ کی تبری ظاہر کی ہے۔ (خبرائے حقیقہ)  
اور عقود الجرام المذنبہ ص ۱۱ میں ہے۔

قال ابو عمرو یوسف بن عبد البر نے فرمایا  
عبد البر بن یوسف بن عبد البر نے فرمایا  
عن ابی حنیفہ و وثقوا  
واستنوا علیہ اکثر من  
الذین تکلموا فیہ والذین تکلموا  
فیہ من اهل الحدیث اکثر ما  
عابوا علیہ الا غرق فی المذنب  
والقیاس وقد مر فی الحدیث  
لیس بعیب

اور یہ بھی خبرائے احسان ص ۱۱ میں ہے۔

قال الحافظ ابو عمرو یوسف  
ابن عبد البر بن یوسف بن عبد البر نے فرمایا  
ذکرہ و اهل الفقه لا  
یذنبون من طعن علیہ  
ولا یصدقون بشئ من  
السوء ینسب الیہ

ملاحظہ فرمائیے ابن عبد البر صاحب الشفا میں امام صاحب کی  
توثیق نقل فرما رہے ہیں اور تمام عیوب سے ان کی تبری ظاہر کر رہے ہیں  
اور حافظ ابن عبد البر نے جامع بیان العلم و فضله میں بھی بن معین

شہرہ اور حافظ موصیٰ ازہدیٰ اور علی بن المدینی و غیرہم سے امام صاحب کی توثیق و تعدیل نقل کر کے وہ عبارت یعنی الذین ردوا عنہن اہل حنیفہ و وفقہ النکھی ہے۔ ملاحظہ ہو محقق جامع بیان افعالہ و فضائلہ ۱۹۵ء اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن عبد البر کے نزدیک امام ابو حنیفہ ثقہ ہیں۔

(۱۰) عینی ابن یونس مشہور محدث تھے اور امام صاحب کے حدیث و فقہ میں شاکر و تھے۔ انہوں نے تمام عیوب سے امام صاحب کی برلہ ظاہر کی ہے۔ مناقب کردی ص ۲۲ میں ہے۔

قال عینی مات کلمہ فنیہما  
 (۱) فی اہل حنیفہ) جہود  
 ولا تصدق لعلہ یسنی القول  
 فیہ ولا تشر ما رأیت ا فضل  
 منہ ولا اوردع و ن جو  
 خالفت فی الخیارات

(۱۱) حسن بن صالح صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ امام عینی اور امام نسائی نے لکھا ہے کہ حسن بن صالح ثقہ ہیں اور ابو زر عدی نے کہا ہے  
 اجمع فیہ حفظہ و التمان وفقہ  
 و عبادۃ (خلاصہ ص ۱۰۰)

حسن بن صالح امام ابو حنیفہ کو حدیث میں ابن کوفہ کا عارف اور حافظ کہتے ہیں۔ خیرات الحسان ص ۱۰ میں ہے۔  
 وعن الحسن بن صالح مات حسن بن صالح سے مروی ہے کہ امام

ابا حنیفہ کا تہذیبیہ الانباخ ابو حنیفہؒ کے مسلک کی پیروی میں  
لما کان الناس علیہ حافظاً نہایت محنت اور ان کی احادیث کے  
لما وصل الی اہل بلدہ الی حافظ تھے۔

حسن بن صالح کوئی فراتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ ناسخ و منسوخ  
حدیث کی تلاش میں بہت مصروف رہتے تھے اور اس حدیث پر  
عمل کرتے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے ان کو  
ثابت ہوتی تھی اور ہل کو ف کی حدیث و فقہ کے صرف عارف ہی  
نہیں تھے بلکہ اپنے شہر کوفہ کے لوگوں کی معمول بہا احادیث کا نہایت  
سخنی سے اتباع کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں طرح قرآن و حدیث  
میں ناسخ و منسوخ آیات ہیں اسی طرح احادیث میں بھی ناسخ و منسوخ ہیں  
اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زندگی کے اعمال کے حافظ تھے۔

(موفق ص ۸۹)

(۱۲) عبداللہ بن داؤد آپ نے امام ابو حنیفہؒ کے حفظ سنن و  
فقہ کی تعریف کی ہے۔ "تبیض الصحیفہ ص ۱۱۱ اور مناقب موفق ص ۳۳  
میں ہے۔

روى محمد بن سعد الكاتب	محمد بن سعید کا تب نے روایا کر میں نے
قال سمعت عبد الله بن	عبد اللہ بن داؤد نے روایا کر میں نے
داود الخراساني يقول عجب	سنہ کر اہل اسلام پر واجب ہے کہ وہ
على اهل الاسلام ان	اپنی ناسخ و منسوخ احادیث کے لئے
يذبحوا لله لا جنى حنیفہ	ذبح کریں اور ہر اسموں کے آپ کے
فی صلا تہم قال و ذکرہ	ضبط حدیث و فقہ کا ذکر کیا

حفظہ علیہم السلام و ایسی مضمون خیرات الحسان سے  
 القضاہ و جو حالات فی الخیرات میں ہیں۔  
 الحسان ص ۳

فرماتے ہیں جب کوئی آثار یا احادیث کا قصد کرے تو اس کے لئے  
 سفیان بن اور جب آثار یا احادیث کی باریکیوں کو معلوم کرنا چاہے تو امام  
 ابو حنیفہ ہیں۔ (حدائق حنفیہ)

(۱۳) عبداللہ بن یزید المقرئ پیمبرِ ستہ کے راوی ہیں امام  
 بخاری امام احمد اور اسحاق بن راہویہ نے بھی ان سے روایت کی ہے  
 امام نسائی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ فرماتے ہیں تذکرۃ الحفاظ ص ۲۲  
 میں ان کو امام المحدثین شیخ الاسلام لکھا ہے اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ  
 حدیثہ عادل فی المقطیعات

انہوں نے امام ابو حنیفہ کی تعریف کی ہے۔ وہ اپنے تلامذہ کو  
 امام صاحب کی حدیث سننے کی ترغیب دلا کر کہتے تھے۔ مناقب  
 للموفق ابن احمد ص ۳۲ اور مناقب الصغیرہ ص ۲ میں ہے عن عبد اللہ  
 ابن یزید قال حدثنا ابو حنیفہ شامروان اور دوسری روایت  
 میں ہے۔ وکان اذا حدثنا عن ابی حنیفہ قال حدثنا شاہنا  
 نیز فرماتے ہیں جو لوگ امام ابو حنیفہ کے فضل و تقدم کو نہیں جانتے وہ  
 زندہ نہیں مر رہے ہیں۔ (الانتصار)

(۱۴) خود امام ابو حنیفہ نے اپنے حور و حفظ کی تعریف و توصیف  
 کی ہے۔ موفق ابن احمد کی مناقب امام اعظم ص ۵۵ اور مناقب الصغیرہ  
 ص ۳۱ میں لکھتے ہیں۔



مجلس است الى حماد فمكثت  
 اسمع مسائداً فاحفظها ثم  
 يعيد لها من الغد فاحفظها  
 ثم يعيد لها من الغد  
 فاحفظها ويطعن اصحابها  
 فقال لا مجلس في صمد  
 الخلقه محمد بن ابي حنبله  
 حقيقه فصحت عشرين  
 سنين الخ

میں حضرت حماد کے درس میں بیٹھا اور  
 ان کے بیان کردہ مسائل غلط سے سن کر  
 یاد کر لیا تھا وہ ان کو دوسرے دن پڑھانے  
 میں پھر یاد کر لیا۔ اگلے دن بھی وہ ایسا  
 ہی کرتے اور میں یاد کر لیا تھا چونکہ  
 ان کے دوسرے عاۓہ غلطیاں کرتے  
 تھے اس لئے انہوں نے فرمایا کہ صمد  
 غلط میں میرے سامنے ابو حنیفہ کے سوا  
 کوئی نہ بیٹھا کرتے اس طرح میں ان کی  
 خدمت میں دس سال رہا۔

اور ابن جریر بن شافعی غیر ات اہل عمان حدیث میں تحریر فرماتے ہیں:  
 جلس ابو حنیفہ فی حلقۃ  
 حماد فیکان یحفظ جمیع ما  
 یقولہ ویطعن اصحابہ  
 فاجلسہ محمد بن ابراہیم  
 الخلقہ عشرين سنين

حضرت حماد کے درس میں امام ابو حنیفہ  
 شرکت کرتے اور ان کی ساری تقریر کو  
 یاد کر لیا کرتے تھے۔ اور ان کے ساتھی  
 غلط کیا کرتے۔ چنانچہ حضرت حماد نے  
 امام صاحب کو اپنے سامنے صمد بنام  
 دس سال تک بیٹھا۔

دیکھتے امام ابو حنیفہ کی جودت حافظ نے آپ کے استاد حماد  
 کے دل میں ایسا گھر کر لیا کہ دس برس تک بجز آپ کے دوسرے شاگرد  
 کو صمد مطلق نہیں کہتے تھے آپ کے استاد نے اعانت ہی نہیں دی۔ اس  
 کے اندازہ ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کس قدر جید الیما فاضل تھے۔

(۱۵) حافظ ابو الحجاج جو امام فن رجال ہیں انہوں نے امام ابو حنیفہ کی توثیق کی ہے۔ چنانچہ تہذیب الکلام ص ۱۸ میں کہتے ہیں۔

قال محمد بن سعيد العوفي  
سمعت يحيى بن معين  
يقول كان ابو حنيفة ثقة  
في الحديث لا يحدثن الا  
بما ي حفظه  
محمد بن سعيد عوفي نے فرمایا کہ یحییٰ بن معین نے فرماتے تھے کہ امام ابو حنیفہ حدیث میں ثقہ تھے صرف اسی حدیث کو بیان کرتے تھے جو ان کو اچھی طرح محفوظ ہوئی تھی۔

وقال صالح بن الاسود  
الحافظ سمعت يحيى بن معين  
يقول ابو حنيفة ثقة في  
الحديث وعنه قال لا  
ياسر به وقال موهب كان  
ابو حنيفة عنده ما من اهل  
الصدق  
صالح بن الاسود نے فرمایا کہ یحییٰ بن معین نے فرماتے تھے کہ امام ابو حنیفہ حدیث میں ثقہ ہیں لہذا انہوں نے امام صادق کے لئے کہیں نہ یاسر بہ نہ فرمایا نہ وہ ان سے روایت نہیں کرتے تھے بلکہ ان کے پاس وہ حدیثیں تھیں جن سے ان کا نقل و نقل

(۱۶) علامہ ذہبی نقاد فن ہیں انہوں نے صاف لفظوں میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کی ہے۔ چنانچہ تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں۔

بحث: کتاب تہذیب الکلام میں کاظمی ابو حنیفہ کی توثیق فرماتا ہے۔ اسی معیار اور مستند کتاب ہے کہ صاحب کشف الظنون نے ص ۲۳ میں اس کے بارے میں لکھا ہے۔ وہو کتاب کثیر لیسر لوف مثله ولا یثقیل ان یطاع



(۱۷) حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں  
امام ابو حنیفہ کی توثیق کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

قال محمد بن سعد سمعت  
یحییٰ بن معین یقول کان  
ابو حنیفہ ثقلاً لا یحدث  
بالحدیث الا بما یحفظہ  
وقال صالح بن محمد بن  
الاسری عن ابن معین  
کان ابو حنیفہ ثقلاً فی  
الحدیث

عبداللہ بن عمر نے کہا میں نے یحییٰ بن معین  
کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ امام ابو حنیفہ  
حدیث میں ثقلاً ہیں۔ صرف اسی حدیث کو بیان  
قراتے تھے جو ان کو اچھی طرح محفوظ ہوئی  
تھی اور صالح بن محمد اسری نے امام  
صاحب کے بارے میں ابن معین کا یہ قول  
نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ حدیث میں  
ثقلاً ہیں۔

نوٹ: تہذیب التہذیب نہایت معتبر کتاب ہے۔ اور  
تہذیب الکلام کا مختصر اور خلاصہ ہے۔ چنانچہ خود حافظ ابن حجر نے  
تعمیل النقص میں لکھا ہے۔

وکنتم قد تحضرت تہذیب  
الکمال ودرت علیہ فوائد  
کثیرۃ وسمیتہ تہذیب  
التہذیب وجاء نحو ثلث  
الاصل ونحو ثالث فی  
دریاجہ تہذیب التہذیب

میں نے تہذیب الکلام کو مختصر کیا اور اس  
میں بہت سارے فوائد کا اضافہ کیا اور اس  
کا نام تہذیب التہذیب رکھا۔ یہ خلاصہ  
اصل کتاب کے تہذیب کے برابر ہو گیا۔  
تہذیب التہذیب کے دریاچہ حصہ میں بھی  
لکھا ہے۔



(۱۸) علامہ صفی الدین خزاعی نے خلاصہ تہذیب ص ۳۳۵ میں  
امام صاحب کی توثیق کی ہے انہوں نے لکھا ہے۔

وَلَقَدْ اٰمَنَ مَعِيْنَ وَقَالَ اِنْ سَمِعْتُمْ اَنْ تُوَلَّجَ كَيْفَ يَكُوْنُ  
مَعِيَ الْوَحْيُفَهُ اَعْلَمُ فَرَايَا كَرَامِ الْوَحْيُفَهُ اَيْتِ رَادِ كِ  
اَهْلِيْ خَدَمَاتِ سَبَّحُ سُبْحَانِ

(۱۹) ابن حجر مکی شافعی انہوں نے بڑے زور سے امام ابو حنیفہ  
کی تعدیل کی ہے۔ چنانچہ خیرات الحسان ص ۴۷ میں ایک مستقل فصل  
اس طرح منعقد کی ہے۔

الفصل الثانی والثلاثون فی رد ما قیل فیہ من الجرح  
اس فصل میں حافظ ابن عبد البر مکی بن معین، عی بن المذنبی،  
شعبہ، حجاج اور تاج الدین سبکی وغیرہم کے اقوال سے امام ابو حنیفہ  
کی بسط کے ساتھ تعدیل کی ہے۔ اور معترضین کے اعتراضات کا نہایت  
معقول جواب دیا ہے، فرماتے ہیں کہ وہ ہم بھی نہ کہا جاسکتا ہے کہ امام  
ابو حنیفہ علم فقہ کے ماسوا اور دوسرے علوم نہیں جانتے تھے لکن اللہ  
وہ علوم شرعیہ تفسیر، حدیث اور علوم عالیہ اور بیہ قیاس اور علوم حکمیہ  
کا ایک سمندر تھے ان کے بعض مخالفین کو قول اس کے خلاف ہے مگر  
ان کا منشا محض حسد اور اپنی برتری کی خواہش ہے۔

ہمیشہ علماء اور اہل حجاجات امام ابو حنیفہ کی فکر کی زبارت کرتے  
اور امام کے مزار کو اپنی حاجتوں کی تکمیل کے لئے وسیلہ سمجھتے تھے۔  
جن میں امام شافعی بھی تھے۔ (خیرات الحسان ص ۹۷)  
(۲۰) تاج الدین سبکی نے امام ابو حنیفہ کی تعدیل کی ہے۔

چنانچہ طبقات شافعیہ ص ۲۹ میں برج و تعدیل کے اصول پر ایک نیا  
بحث کر لے کے بعد لکھتے ہیں،

وحیث لا یختلف کلام  
النوری وطریق بنی ابی  
حنیفہ الخ  
اور اب عام ابو حنیفہ کے ارے میں  
امام قوی وغیرہ کا کلام بالکل قابل التفات  
ہو گیا ہے۔

(۲۱) امام ابو یوسف علم حدیث میں امام احمد علی بن محمد بن  
احمد بنی بن معین و غیرہ اکابر محدثین کے استاد ہیں جو امام بخاری وغیرہ  
محدثین کے شیوخ میں ہیں۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ کو

ابو حنیفہ الحدیث الصحیح حدیث صحیح کے بہت جاننے والے  
کہا ہے۔ خیرت الحسان ص ۳ میں ہے وکان ابو حنیفہ الحدیث  
الصحیح۔ فرماتے ہیں کہ میں نے امام صاحب سے زیادہ تفسیر و حدیث  
کا عالم نہیں دیکھا۔ ہمارا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوا تو امام صاحب کے  
پاس حاضر ہوتے اور امام صاحب فوراً ہی حل پیش کر کے بیماری تشفی  
فرمادیتے تھے۔ (موفق ص ۲۲)

(۲۲) امام شعرائی فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ کے مسانید  
مثلاً کے صحیح نسخوں کا مطالعہ کیا جن پر حفاظ حدیث کی تصدیق تھی۔  
میں نے دیکھا کہ ہر حدیث بہترین عدول وثقات تابعین سے مروی و  
منقول ہے۔ مثلاً اسود، علفہ، عطا، عکرمہ، مجاہد، مسکول اور  
حسن بصری و غیرہ سے ہیں امام ابو حنیفہ اور رسالت آپ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے درمیان تمام راوی عادل، ثقہ، عالم اور بہترین بزرگ  
ہیں۔ میں کوئی کاذب اور متهم یا کذب نہیں۔

فرمانے ہیں کہ ہمارے لئے کسی طرح معذرت نہیں کر ایسے امام عظیم  
پر اعتراض کریں جس کی جدالت، قد علم و درجہ بہا، تاریخ اور اتفاق ہو چکا  
ہے۔ نیز فرمایا کہ امام صاحب پر اعتراض کرنا کسی طرح مناسب نہیں  
کیونکہ وہ ائمہ متبوعین میں سب سے بڑے مرتبہ کے تھے۔ ان کا  
مذہب سب سے پہلے رد ہوا اور ان کی سند حدیث بھی دوسرے  
ائمہ کے لحاظ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہے۔  
(میزان کبریٰ)

(۲۳) امام مالک امام ابو حنیفہ کی مدح فرماتے ہیں۔ امام شافعیؒ  
نے حضرت امام مالکؒ سے چند حدیثیں کا حال دریافت کیا اور کہا امام ابو حنیفہؒ  
کا حال پوچھا تب انہوں نے فرمایا سبحان اللہ وہ عجیب شخص تھے ان کا مثل  
میں نے نہیں دیکھا۔ (الخیرات المحمداً)

امام مالکؒ سے ایک مرتبہ دریافت کیا گیا کہ اہل عراق میں سے جو آپ  
کے یہاں آتے ہیں ان میں فقہ کون ہیں۔ فرمایا کون آتے ہیں۔ کہہ گیا۔  
ابن ابی شیبہؒ، ابن مشرورؒ، سفیان ثوریؒ اور امام ابو حنیفہؒ۔ امام مالکؒ نے  
فرمایا کہ تم نے ابو حنیفہؒ کا نام بھی نہیں لیا۔ میں نے ان کو دیکھا کہ ہمارے ہاں  
کے کسی فقہیت سے ان کا مناظرہ ہوا اور تین بار اس فقہ کو اپنی بات سے  
رجوع کرنا پڑا۔ پھر بھی اخیر میں امام صاحبؒ نے فرمایا۔ یہ بھی خطا ہے۔  
(موفق)

امام شافعیؒ کا بیان ہے کہ امام مالکؒ سے امام ابو حنیفہؒ کے  
بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا۔ سبحان اللہ تو ایسے شخص تھے کہ اگر  
تم سے کہہ دیتے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو پھر اس کو دلیل وجہت سے

ثابت کرو گئے تھے۔ (کردی و خیرات و مبیض)

(۲۳) امام شافعیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی تعریف و توثیق فرمائی ہے۔ علی بن یحیٰ بن شاگرد امام شافعیؒ نے روایت کی ہے کہ مجھ سے امام شافعیؒ نے کہا کہ میں امام ابو حنیفہؒ کے توسل سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ خیرات حسان میں امام شافعیؒ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ کوئی عقیل آدمی پیدا نہیں ہوا۔ شامی میں ابن جریرؒ سے بحوالہ ربیع روایت ہے کہ امام شافعیؒ نے فرمایا: لوگ فقہ میں ابو حنیفہؒ کے خیال ہیں کیونکہ میں نے ان سے زیادہ فقہ کسی کو نہیں پایا۔ نیز فرمایا کہ جو شخص ابو حنیفہؒ کی کتابوں کو نہ دیکھے وہ نہ تو علم میں متبحر ہو گا اور نہ فقہ پر جسے سمجھو۔ (حدائق ص ۵۷)

یہ بھی فرمایا کہ ابو حنیفہؒ خاندان فقہ کے مری اور مورث اعلیٰ ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ)

(۲۵) امام احمد بن حنبلؒ امام صاحبؒ کی توثیق کرنے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ علم و تقویٰ، زہد اور افتادِ آخرت میں اس درجہ پر تھے کہ کوئی ان کو نہیں پہنچ سکتا۔ (شامی و خیرات الحسان)

(۲۷) علامہ ابن سیرینؒ مشہور و معروف عابد و زاہد اور علم و تعبیر خواب کے زبردست عالم تھے۔ تازہ ابن خلکانؒ میں عطیہ کی تاریخ سے نقل کیا ہے کہ جب امام ابو حنیفہؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کھودنے کا خواب دیکھا تب ایک شخص کو امام صاحبؒ نے ابن سیرینؒ کے پاس تعبیر دیا منت کر لے کہ بھیجنا انہوں نے فرمایا کہ اس خواب کا دیکھنے والا اس حد تک علوم نبوی روشن اور واضح کرے گا



کہ اس سے پہلے کسی نے سہفت نہیں کی ہوگی۔ (مدا لقی الحنفیہ ص ۱)

(۲۷) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ میں سب سے اعظم تھے یہاں تک کہ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ سب لوگ فقہ میں ابوحنیفہؒ کے عیال ہیں۔ (عقد الجید)

جس طرح امام جلال الدین سیوطیؒ اور علامہ ابن حجر مکیؒ شافعیؒ و دیگر بہت سے حضرات علماء نے تصریح کی ہے کہ حدیث

لو کان العلم بالشریۃ التاویل وکرم لایا یریدہ تو فامس کے معنی ہوگے  
اماس مع انباء فامس اس کو حاصل کر لیتے۔

(مسند احمد ص ۳۹۳)

کا اولین مصداق ابوحنیفہؒ ہی کی ذات گرامی ہے۔ اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ نے بھی اس حدیث کا مصداق امام صاحبؒ ہی کو قرار دیا ہے۔  
یہاں کہ ان کے کتابت میں ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے اس حدیث پر گفتگو کی کہ ایمان اگر شریا کے پاس بھی ہوتا تو اہل فارس کے کچھ لوگ یا ان میں کا ایک شخص اس کو ضرور حاصل کر لیتا۔ فقیر (یعنی شاہ صاحبؒ) نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ اس حکم میں داخل ہیں کیونکہ جن فضائل نے علم فقہ کی اشاعت آپ ہی کے ذریعہ سے کرائی اور اہل اسلام کی ایک جماعت کو اس فقہ کے قدیم مہذب کیا۔ خصوصاً اس اخیر دور میں کہ دولت دین کا سراپہ ہی مذہب ہے۔ سارے ملکوں اور شہروں میں بادشاہ حنفی ہیں۔ قاضی حنفی ہیں۔ اکثر درس علوم دیتے والے علماء اور اکثر عوام بھی حنفی ہیں۔ (کلمات ہدایت یعنی مجموعہ مکاتیب شاہ صاحبؒ وغیرہ مطبوعہ ممبئی ۱۲۵۰ء)

علاوہ ازیں صدرِ مہدیین نے امام ابو حنیفہؒ کی توثیق و تعزیل اور  
توصیف و منقبت کی ہے۔ ہم یہاں پر اختصار کے طور پر ستائشیں مقدس  
علاء کرام کے نام لائی پر اکتفا کرتے ہیں۔

لاحظہ فرمائیے کہ حضرت امام عظیم ابو حنیفہؒ کی شان میں توثیق و  
تعزیل کے کیسے کیسے کلمات محمدؐ میں اور نفاذ حق سے نہ نکلے ہیں۔

ثقة ثقة العدل ثقة ثقة الصدوق ثقة ثقة  
صمت العدل اضعف ثقة ثقة باس باس ثقة  
الحديث جليل الحفظ احسن الضبط احفظ حافظ  
وثقة الصدوق بالحدیث الصبیح وثقة باس معین  
عدل له باس مبارک و کعب انقبل من الکتاب  
عدل خاص اهل الصدوق لا باس باس لم یکن یتمجد  
ادجود اس قدر توثیق و تعزیل کے اگر کوئی شخص حضرت امام  
ابو حنیفہؒ کو مجروح و ضعیف کہے اور ان کی روایت کو قابل احتیاج نہ  
سمجھے تو اس سے زیادہ متعصب انسان پرست اور حق پوش اس  
زمانہ میں اور کون ہوگا۔

فائدہ: اس مقام پر یہ بھی معلوم کر لینا چاہیے کہ تعزیل  
کے مراتب میں امام ابو حنیفہؒ کی تعزیل کس مرتبہ کی ہوگی،  
مقدماتین صلاح حدیث میں ہے۔

اما الفاظ التعزیل فی فعلی کسی کا تعزیل کہنے سے مختلف الفاظ  
مراتب الاولی قال ابن استعمال کیے جاتے ہیں راہب ابن ابی امام  
حاکم اذا قبل نواخذت فرماتے ہیں اگر کسی کے لئے لفظ الله



بافعل کا وفتح الناس واثلث اثبت الناس وطرز  
الناس او نحوه

چونکہ امام ابو حنیفہ کی شان میں تعذیل کے کلمات ہر قسم کے جیسے  
ثقة او ثقة ثقة وعدل ثقة بشکرام اور احفظ صیغہ  
افعل منقول ہیں اس وجہ سے تمام اقوال کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کے  
ثقة اور عادل ثابت ہوئے ہیں اور آپ کی روایت یقیناً جملہ اقوال  
کے لحاظ سے قابل استحاج بھی جائے گی۔

والله افضل الناس ليوثيهم  
عن بشاء عطا فرما ہے

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ امام احمد بن حنبلہ بن معین سے تعذیل  
کے کلمات مختلف مروی ہے۔ ان کا جملہ لا باس بھی ہے اور یہ  
خاص اصطلاح ہے ابن معین کی کہ فقط لا باس سے وہ ثقہ مروا  
لیتے ہیں۔ چنانچہ نور ابن معین نے اس کی تصریح کر دی ہے۔

مقدم ابن صلاح ۵۵ میں ہے۔

عن ابی حنيفة قال قلت  
ليحيى بن معين انت  
أقول فلان ليس بي  
باس و فلان ضعيف قال  
إذا قلت انت ليس بي  
باس فهو ثقة وإذا قلت  
انت هو ضعيف ليس هو  
نعم انه فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین  
سے کہا کہ آپ بعض کے لئے کہتے ہیں  
(لیس بی باس) اور بعض کے لئے ضعیف  
کا لفظ استعمال فرماتے ہیں اس کا کیا  
مطلب ہے۔ فرمایا میں نے کہا میں  
لیس بی باس کہوں سمجھو کہ وہ ثقہ ہے  
اور میں نے لئے ضعیف کہوں وہ قابل



ثابت نہ لکھتے۔ حدیث میں  
وہ گھڑا فی قدامہ یب اللہوی  
حدیث ۱۳۶ وفتح المغنی ص ۱۵۹

## امام صاحب پر حرمین اور ان کا جواب

جن کے اقوال سے حضرت امام صاحب کا ناقص الحافظ اور  
ضعیف الحدیث ہونا ثابت ہوتا ہے ان کے نام بالاحوال  
یہ ہیں۔

زہبی۔ نسائی۔ ابن عساکر۔ بخاری۔ دارقطنی۔ بیہقی۔  
ابن جوزی۔ علی بن المدینی۔ خطیب بغدادی۔ حافظ ابن عبد البر  
حافظ ابن حجر۔ امام احمد بن حنبل۔ قاضی ابوبکر زکریا بن محمد۔  
مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی۔ وکیع بن الجراح۔ طاہر۔ زہری۔  
ابو اسحاق فزاری۔ امام مسلم۔ ترمذی۔ ہشام بن عروہ۔ ابوداؤد۔  
ابو حفص عمر بن علی۔ عبدالرزاق منادی۔ جلال الدین سیوطی۔  
اولا اس کا اجمالی جواب ملاحظہ فرمائیے اور پھر اس پر تفصیل گفتگو ہوگی۔

## اجمالی جواب

مضمر تعداد بڑھانے کے لئے اسے نام جارحین میں لئے جاتے  
ہیں۔ ورنہ بعض تو ان میں وہ نام ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہ کی توثیق  
اور تعدیل فرمائی ہے۔ جیسے زہبی۔ علی بن المدینی۔ وکیع بن الجراح  
حافظ ابن عبد البر۔ حافظ ابن حجر وغیرہم۔ اور بعض سے سید الحافظ  
اور تصحیف کے الفاظ معتبر طریقہ پر منقول ہی نہیں ہیں جیسے مسلم۔

ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، طاہس، زہری، امام احمد، ابواسحاق،  
ابن قسطنطین، جلال الدین سیوطی، شافعی، ابوالفتح و غیرہم، اور بعض سے کچھ  
الفاظ جرح منقول ہیں، جیسے ابن عدی، نسائی، بخاری، دارقطنی،  
ابن ابی شیبہ، اور بہت سی و غیرہم، مگر بقاعدہ اصول ان لوگوں کی جرحیں  
امام اعظم ابوحنیفہ کی شان میں غیر مقبول ہیں، چنانچہ ہمارے تفصیلی جواب  
سے ہمارے اس دعوے کا ثبوت ان جانے گا۔

## تفصیلی جواب کی تمہید

قبل اس کے کہ تفصیلی جواب لکھا جائے بطور تمہید کے چند مقدمات  
جرح و تعدیل کے متعلق لکھنا ضروری ہیں تاکہ حقیقت حال کے  
انکشاف میں کسی قسم کی پہچیدگی باقی نہ رہے۔  
جرح و تعدیل کے متعلق تمہیدی مقدمات  
۱۔ جن راوی میں جرح و تعدیل دونوں جمع ہوں تو اس کی پسند  
صور نہیں ہیں۔

۲۔ جرح و تعدیل دونوں مبہم ہوں،  
۳۔ جرح مبہم اور تعدیل مبہم

ان دونوں صورتوں میں ہم مذہب صحیح تعدیل مقدم ہوگی اور  
جرح نامقبول۔

قال المسخاوی فی شرح الفیہ  
یلغی نقیض الحکم بتقدیم  
الجرح علی التعدیل بما اذا  
فسر اما اذا تعارض من  
غیر نفسا برفاقہ یقتدم  
التعدیل قالہ المزی وغیرہ  
وقال النووی فی شرحہ  
لا یقال الجرح مقدم علی  
التعدیل لان ذالک فیما  
اذا کان الجرح ثابتاً مقسماً  
بسلیب والہ فلا یقبیل  
الجرح اذا لم یکن کذا  
وقال ابن الہمام فی تجرید  
الاصول اکثر الفقہاء مہم  
المنفیہ والحدائین علی  
استلزام یقبل الجرح الا صبیحاً  
لان التعدیل الخ

علامہ مہادی نے شرح الفیہ میں فرمایا  
ہے کہ جرح کے تعدیل پر مقدم ہونے کا  
کلمہ لگانا تشریحی مناسب ہے جبکہ جرح  
مفسر ہو اور اگر غیر تفسیر کے تعارض ہو  
تو تعدیل جرح پر مقدم ہوگی مزی وغیرہ  
نے بھی کہا ہے۔ اور امام نوویؒ نے  
مسلم کی شرح میں فرمایا ہے۔ ایسا  
نہیں ہے کہ جرح تعدیل پر مطلقاً مقدم  
ہوئی ہے اس لئے کہ ایسا صبیحی ہوتا  
ہے جبکہ جرح ثابت اور مفسر ہو وہ  
جرح قابل قبول نہیں۔

علامہ ابن ہمام نے تجرید الاصول میں فرمایا  
ہے کہ اکثر فقہاء رحمہم میں اصناف و  
حد میں بھی شامل ہیں، کے نزدیک جرح  
نبی تک شرح واضح نہ ہو قابل قبول  
نہیں۔ برخلاف تعدیل کے

اور ایسا ہی بہت سی کتابوں میں مذکور ہے۔ دیکھو تہذیب  
الراوی۔ شرح خیر سندھی اور میار الحق مولوی تذکرہ حسین دہلوی

و غیر مسلم

ج۔ جرح و تعدیل دونوں مفسر ہوں۔

د۔ جرح مفسر ہوا اور تعدیل مبہم

ان دونوں صورتوں میں جرح مقدم ہوگی اور تعدیل غیر مقبول۔  
قال السيوطي في تاريخ الروب السوي ص ۳۳ اذا جمع فيه  
جرح مفسر و تعدیل فالجرح مقدم الز و قال السخاوي  
في شرح الفقيه ينبغي لتعيين الحكم يتقدم به الجرح على  
التعديل دجا اذا فسوا له و نحو ذلك في شرح النخبة  
(۳) جرح کے لئے چند شرطیں ہیں اگر یہ شرط پائی جائیں تو اس کی  
جرح مقبول ورنہ غیر مقبول ہوگی۔

الف۔ جرح عادل و لقمہ ہو۔

ب۔ جرح و تعدیل کے اسباب کا اعتراف ہو۔

ج۔ متعننت اور تشدد نہ ہو۔

د۔ مذہبی منافرت، دنیوی عداوت، حسد اور مواہرہ  
سے خالی ہو۔

قال الذہبی فی تذکرۃ کثرۃ  
الحفاظہ ص ۳۳ و لا سیل الی  
ان یصابوا بالعارف المذہبی  
بیزکی فقلۃ الاخیار و  
یجوز ہم جہد الایاد  
مادن الطلب و المفضل  
علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں فرمایا  
کر وہ عارف جو مدافہ اعاویث کی تعدیل  
و تبریح کرتا ہے وہ بیہم قلب و بیہم  
کثرت بحث، شب بیداری، داناؤ اور  
زہد کے ساتھ ساتھ تقویٰ یعنی استقامت  
انصاف پسندی، علامہ کی طرف سے



عن هذ الشان وكثرة  
المد اكثرة والسهر واليقظ  
والفهم مع التقوى والدين  
المتين والاد نصاب والتوحد  
الى العلماء والمتحري و  
الان تقان والافعل قدح  
هناك الكناية لست بهم  
ولو سودت وجهك يا  
المداد قال الله تعالى  
فاستلوا اهل الذكوات  
كنتم لا تعلمون

اور اگر ترجمہ دے اور مذہب کے  
سلسلہ میں خواہش نفس اور عصیت  
دہشت دہری کا قلم ہو جائے تو علماء  
محمد سے اتفاق نہیں کری گے اور اگر یہ  
معلوم ہو جائے کہ احکام اللہ کے معاملہ  
میں محمد و مہین ہے پھر تو ہم محمد سے انکل  
بجلا رہی

ما فتان ابن حجر نے شرح محمد ص ۱۷۱ پر فرمایا کہ  
محمد ص ۱۷۱ پر فرمایا کہ  
محمد ص ۱۷۱ پر فرمایا کہ  
محمد ص ۱۷۱ پر فرمایا کہ

شورخ المنقبہ ص ۱۷۱  
ص ۱۷۱ الجور من غیو عارف  
یا سبابہ لمد بعنا مریہ  
والضی قال یقول الذکر کی

من عارف باسباب جمال من  
غیر عارف و یبغی ان لا  
یقبل الجرم الا من عدل  
متیقظ

وقال الحافظ فی مقدمه

فتح الباری ص ۲۲۰ القسم

الشارح فی من ضعف یا من

وردود کائنات من او التفتت

او علم الا عقاد تحلی

المضعف لکون من طیر

احسن النقاد او کون قلب

الخبیر بحدیث من تکلم

فیہ او بحالہ او متاخر

عصره و یحوی الذل الخ

والیضا قال فی ص ۲۲۰ واعلم

انہ قد وقع من جماعه

الضعف فی جماعه بسبب

اختلاف فہم فی العقائد

فیلبغی التنبیہ لذلک و قد علم

الا عند ادبہ الابحاث

و کذا عتاب جماعه من

کوئی اعتبار نہیں نیز فرمایا کہ تقدیر اس  
کی قبول کی جائے گی جو اس کے اسباب  
سے واقف ہو لہذا مرجع بھی میں ضعف  
اور دیباچہ کی قبول کرنا مناسب ہے  
نہ کہ کہیں وہ نہیں کی

ما قش نے مقدمہ فتح الباری ص ۲۲۰ فرمایا

ہے قسم نامی اس شخص کے بیان میں اس

رکشی کو یا قابل قبول وجہ سے ضعیف

قرار دیا ہو (ضعیف کسی امر پر رد کے

ساتھ کی ہو مثلاً تعصب و تفتت (فرہنگی)

یا مصنف پر عدم اعتماد (نودہ قبول نہیں)

اس لئے کہ وہ متعصب یا بی خبر ہے اور

جس پر تقدیر کر رہا ہے اس سے یا اس کے

مالیات سے بہت کم واقف ہے یا اس کے

زمانہ کے بعد ہے وغیرہ

نیز فرمایا درہ حقیقت (کل واقع ہے)

کہ ایک جماعت نے دوسری جماعت پر

اکثر اختلاف کیا کہ کیا یہ حق ہے اس

سے باخبر نہ رہا ہے اور عقیدہ وجہ کے

بغیر اس کا حوالہ نہ کیا ہے۔ اور اسی

طرح پر نیز گاندی کی ایک جماعت نے

المشرعین جملہ کے دخلوا  
فی اموالنا فضعفوا  
لذلک التضعیف مع الضد  
وانضبطوا لله الموفق و

اس جماعت پر عرب لگا رہنمائیوں نے  
و ترویج ممالک میں پھیلایا اور سب کو  
سے انھوں نے سدنی و ضبط کئے  
اور وہ ان کو ضعیف قرار دیا۔

ابعد من ذلک کل من  
الاغتیار تضعیف من  
ضعف بعض الرافق یا صر  
کیوں الحمل فیہ علی غیرہ

اور ان سب سے زیادہ ناقابل اعتبار  
ان کی تضعیف ہے جنہوں نے بعض اولیاء  
کو باجی و شریک اور تعصب کی بنا پر  
ضعیف قرار دیا۔

او التماسل بین القوی  
وابعد من ذلک تضعیف  
من هو اوثق منه و اھنی  
قدیرا او اعرف بالحدیث  
فکل هذا لا یعدا جوبہ

اور اس سے بھی زیادہ قابل قبول اس  
کی تضعیف ہے جو اپنے سے زیادہ  
بلند مرتبہ اور اعرف بالحدیث و حدیث  
کے بڑے عالم پر تنقید کرتے سب  
کو ناقابل اعتبار ہے۔

وقال الذھبی فی المناہج  
عہ ۳ قلت کلہم الا قرآن  
یضعفہم فی بعض لا یعدا بہ  
لا سیم الا الاحادیث اولا و  
اولئک هم ادرستہ  
ما یجوز منہ الذھبی من خصم  
اللہ و ما علمت ان خصم  
من الا خصمہ سلفا اھلہ

علامہ ذہبی نے میزان جلد ۳ ص ۳۴ پر  
فرمایا کہ ہر شخص کو ان کی ایک دو مسخر  
تنقید عشر ہیں۔ خصوصاً جبکہ یہ بات  
ظاہر ہو جائے کہ یہ تنقید فہمی اور حسد  
کی لیا ہو رہے۔ اس سے وہی معفوہ  
رہ سکتا ہے جسے اللہ نہایت ہے۔ میرا  
خیال ہے کہ الحیار و متدین کے خلاف  
کسی زمانہ کے لوگ اس سے محفوظ رہیں گے۔

من ذالک سوى الانبياء و  
الصديقين

وقال السبكي في طبقات  
الشافعية، ۱۹۹ قدر عرفنا  
ان الحارث لا يغفل منه  
الحجر وان فسه في حق  
من غلبت طاعته على  
معصيته، وما دونه على  
ذاميه، ومن كرهه على  
جاريه، اذا كانت هناك  
قرينة يستبعد العقل بان  
مثله داخل على ما فيه من  
نقص مذموم او منافاة  
دنيوی کہا بیكون بین  
النظراء وغیر ذالک الخ  
ونحو ذالک کما فی التوضیح  
والتحقیق فی شرح الحسامی  
وسایر اعلام النبلاء والذہبی  
وغایرها۔

علامہ سبکی نے طبقات شافعیہ  
جلد ۱ ص ۱۹۹ پر فرمایا ہے کہ کسی ابن حارث  
کی برج اگر مفسر ہو اس شخص کے حق  
میں قبول نہیں کی جائے گی جس کی  
تکلیف برائیوں پر غالب ہوں اور  
اس کی تعریف و توثیق کرنے والے  
جزعہ برائی کرنے والوں سے زیادہ  
ہوں جبکہ وہ ان کو فی ایسا عقلی قرینہ ہو کہ  
اس کو باعث مذہبی تعصب یا دنیوی  
شائستگی و مقام ہے۔  
یہ کہ اکثر غیر لوگوں میں ہوتا ہے۔  
الذہبی والتمیمی فی شرح الحسامی اور  
نوری کی سیر اعلام النبلاء وغیرہ میں بہت  
کچھ تفصیل ہے۔

(۳) الفاظ قبل بجز سب کے برج مبہم میں داخل ہیں۔  
فلان متروک الحدیث۔ راہب الحدیث۔ مجرور ۳۔



لیس بعدل۔ مسئلہ الحفظ۔ ضعیف۔ لیس بالحاظ۔  
ونحوذالذات۔

کشف الاسرار شرح اصول بردوی میں ہے۔

اما الطعن من انما في الحديث  
فانه يقبل بحمله اي مبهما  
بان يقول هذا الحديث  
غير ثابت او منكر او  
خلط من شروخ الحديث  
او ذاهب الحديث او يخرج  
او ليس بعدل من غير  
ان يدرك سبب الطعن  
وهو مذاهب عامة الفقهاء

والمدح مثبت

اور کمال الدین جعفر شافعی اس بارے میں فرماتے ہیں۔  
ومن ذالک قولهم فلا  
ضعيف ولا يثبتون  
وجاء الضعف مفعول  
مطلق وفيه خلط و  
التفصيل ذكرنا في  
الاصول والاولى ان  
لا يقبل من متأخري الحديث

اس میں اختلاف ہے اور اس کی تفصیل  
ہم نے اصول میں بیان کی ہے۔  
اور مناسب ہے کہ متاخرین محدثین  
کی جرح قبول نہ کی جائے کیونکہ وہ

نہ قصہ پر جو حوت پیمانہ  
 جس طرح جرح کرتے ہیں حلقہ نما  
 کیوں جو حوا و منی اللہ  
 جرح ہی نہیں ہوتی چنانچہ یہ کہہ کر  
 فلاں نسبی الحفظ اولیس  
 فلاں کا ماقدرا ہے یا فلاں حافظ  
 بخلاف یہ کہوں جو حوا  
 یہ مطلق جرح نہیں ہے  
 مطلقاً میں یہ نظروانی حالی  
 بلکہ اس صورت میں محدث و حدیث  
 المحدثات والحدیث الخ  
 کہ حالات کی تحقیق کیا جائے گی  
 جرح و تعدیل کے مفادات معلوم ہو چکے اب آپ تفصیلی  
 جواب ملاحظہ فرمائیے جس سے معترضین کی نفسانیت اور غلط فہمی  
 بخوبی واضح ہو جائے گی۔

### تفصیلی جواب

راج علامہ ذہبیؒ نے ہرگز امام ابو حنیفہؒ کی تضعیف نہیں کی  
 بلکہ تذکرۃ الحفاظ اور تقریب میں نہایت وضاحت کے ساتھ  
 آپ کی توثیق اور تعدیل کی ہے۔ کما صرحنا فیہا۔  
 مبیہ ۳۳۵ جو معترضین  
 فی میزان الاعتدال کی یہ عبارت نقل کرتے ہیں۔

ضعفہ لہذا فی من جملة حفظہ والین عدلی وغیرہ۔  
 اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عبارت میزان الاعتدال کے صحیح نسخوں  
 میں نہیں ہے غلطی سے کسی نے لکھ دی ہے کیونکہ حافظ عراقی نے شرح  
 الفیہ میں اور سیوطی نے تدریب الراوی میں اور سخاوی نے فتح الغیث  
 میں تصریح کر دی ہے کہ علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں صحابہ اور

امر قبو عین کا ذکر نہیں کیا ہے۔

قال السخاوی مع ان  
 (ای الذہبی باقیع ابن عیسیٰ)  
 فی ایواد کل من ذکرہ فیہ  
 ولو کان ثقلاً کنتہ بالترجم  
 انہ لا یزال کمالاً من  
 الصحابة والائمة المتبعین  
 علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ جس نے ہر شخص  
 (اگرچہ وہ ثقلاً ہو) کا ذکر کر کے یہاں ابن عیسیٰ  
 کا بیان کیا ہے لیکن انھوں نے مصباح اور  
 امر قبو میں اس سے کوئی قصداً ذکر کر  
 نہیں کیا۔

بلکہ خود علامہ ذہبی نے میزان کے دیباچہ میں اس کی تصریح  
 کر دی ہے۔

و کذا لا ذکر فی کتابی من  
 ان شمة المتبعین فی  
 الفروع احد الجلالہ  
 فی الاسلام وعظمیٰ قسم  
 فی النفوس مثل ابی حنیفہ  
 والشافعی والبخاری  
 اور اسی طرح نہیں ذکر کیا میں نے  
 اپنی کتاب میں ان امر کا جن کی اتباع  
 فروعات میں کی جاتی ہے۔ اسلام میں  
 ان کی زندگی اور دنوں میں عظمت کی  
 وجہ سے مثلاً امام ابو حنیفہ امام شافعی  
 امام بخاری

جیکہ علماء ثقافت امر قبو عین کے عدم ذکر کی تصریح کر رہے ہیں  
 تو پھر اس عبارت کے محاقیہ ہونے میں کیا شک مشبہ ہو سکتا ہے۔  
 اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ علامہ ذہبی نے اپنی کتاب میزان الاعتدال کے  
 صفحہ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

فان ذکرنا احداً منہم  
 فاذا ذکرنا علی الانصاف و  
 اور اگر ان میں سے کسی کا میں تذکرہ  
 کروں گا تو انصاف کے ساتھ کروں گا

ما یضربہ فی الذلک عند الذکر و جو عند انکار اور عند امان میں ضرر نہیں۔

عند الناس

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ذمہ ہی نے صحابہ اور ائمہ طہوین کا ذکر بھی کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ ذمہ ہی کی اس عبارت سے فقط ذکر کا احتمال پیدا ہوتا ہے مگر صاف ظہری جلال الدین سیوطی اور سخاوی جو ذمہ ہی سے متاخر ہیں اور ان حضرات نے بار بار میزان الاعتدال کا مطالعہ کیا ہے اور وہ صاف اور واضح لفظوں میں عدم ذکر کی تصریح کرتے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ اگر فی الواقع صحابہ کرام اور ائمہ طہوین کا ذکر اس کتاب میں مستقلاً نہیں ہے یا یوں کہا جاسکتا ہے کہ ذمہ ہی نے ذکر اعتدال کی لفظی کی سہم اور ضمنی ذکر کیا اقبالیات اور امام عظیم کی جرح کے متعلق علامہ ذمہ ہی کی طرف جو عبارت منسوب کی جاتی ہے اس کی حیثیت مستقل عبارت کی ہے لہذا ماننا پڑے گا کہ یہ عبارت الحاقی ہے اس موقع پر بعض معترضین میزان الاعتدال کی عبارت ذیل کو پیش کر کے امام صاحب کی تضعیف کرتے ہیں۔

اسمعیل بن حنبل بن نفعان	اسمعیل بن حنبل بن نفعان
بن ثابت الکوفی عن ابیہ	بن ثابت الکوفی عن ابیہ
عن جده قال ابن جلدی	عن جده قال ابن جلدی
ثم ضعفه الضعفاء	ثم ضعفه الضعفاء

میزان الاعتدال ص ۹

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس عبارت سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امام صاحب علامہ ذمہ ہی کے نزدیک ضعیف ہیں کیونکہ علامہ



زہبی نے میزان الاعتدال کے دیباچہ میں خود معذرت کی ہے اور بزرگواروں  
کی موافقت سے اپنی برائے ظاہر فرماتی ہے۔  
چنانچہ فرماتے ہیں۔

وفيه من شكك مع ثقته  
وجله لته يادق لئين و  
باقل تحويج فلوله اين  
تعالى او غير ما من مؤلفي  
كتب الجرح ذكس فلا لاك  
الشخص لعا ذكس فله لثقت  
لحر قال لا الح ذكس حتر  
لضعف فيه كندى الح  
جيك زمي نذكره الحواظ اور تقريب  
میں امام ابو حنیفہ کی تہذیب  
مخولی قرار ہے۔ یہی پھر باوجود اس صراحت کے زہبی کی طرف تضدیت  
کا انتساب سراسر لفظ نیت اور حق پوٹی نہیں ہے تو اذکر کیا ہے۔  
اگر کوئی یہ مشتبہ کرے کہ امام زہبی نے امام ابو حنیفہ کا ذکر بالبالف  
میں کر دیا ہے لہذا یہ دعویٰ کہ میزان میں ائمہ کا ذکر نہیں ہے غلط ہو گیا۔ تو  
اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ضعیف ذکر ہے ذکر مستقل اور نسبی ذکر کی نفی  
ضمین کی ہے۔ ضعیفاً تو بجا میزان میں امام بخاری کا ذکر بھی آگیا ہے۔  
چنانچہ اسی میزان میں ہے ابو حنیفہ اور ابو داؤد نے بخاری سے روایت  
چھوڑی ہے۔

(۳) نسائی، کتاب الضعفاء مطبوعہ البکاء دمشق میں ہے۔

والہ خلیفہ نہیں یا القوی ابو حنیفہ مدینہ میں قوی نہیں

فی الخلد یشتا

یہ

امام نسائی سے اس جرح کے ناظر حسن بن رشیق ہیں۔ لکھا فی کتاب الضعفاء مطبوعہ الہ آباد ص ۱۱۱ حسن بن رشیق ان لوگوں میں ہیں کہ میں پر ما فخر عبد القی اور وار قطنی نے جرح میں کی یہ ص ۳۰۰۔ ابتدا ص ۱۱۱ قاعدہ حسن بن رشیق خود مخرج ہوئے اور مخرج کی روایت قابل اعتبار نہیں ہو سکتی تو ان کی روایت سے امام ابو حنیفہ کو مخرج ٹھہرا لفظ اور لغوی ہے۔

ثانیاً کہ امام نسائی ان تعلقین اور تشددین میں سے ہیں جنہوں نے بخاری و مسلم کے بہت سے راویوں پر محض تعدت سے جرح کر دی ہے چنانچہ ما فظا بن حجر عسقلانی مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں۔

احمد بن صالح المصوری احمد بن صالح مصری۔ حسن بن صالح الزہود

تھامس علیہ السلامی حبیب العلم۔ محمد بن ابی بکر ریسائی

الحسن بن القبیاح البزوی واگر یہ ان کے لکھ ہوئے ہر سب کا

تعدت فیہ النسائی اتفاق ہے، تیم بن مادیہ سب قابل

حبیب المعلم متفق علی اعتبار ہیں لیکن امام نسائی نے ان

توثیقہ، لیکن تعدت فیہ سب کی علامتین ضعیف کی ہے۔

النسائی محمد بن بکر البوصانی

لیہ النسائی بلکہ حجتہ۔

نعیم بن حماد ضعفہ

النسائی بلکہ حجتہ

یہ باتوں راوی ایسے معتبر اور ثقہ ہیں کہ امام بخاری نے احتیاجاً ان سے روایات کی ہے، مگر امام نسائی نے بوجہ قنوت کے ان کی بھی تصدیق کر دی ہے۔

اور ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں بذیل ترجمہ عارث بن حبیب لکھا ہے۔

حدیث العارث فی مسنن  
الدرر لعنہ والنسائی مع قنوتہ  
فی الرجال فقد احتج بہ  
النسائی مع قنوتہ  
عارث کہ حدیث مسنن اور درر حدیث  
سب میں موجود ہے یا جو دیگر امام نسائی  
روایت کے سلسلہ میں بہت معتبر روایت کیا  
ہیں مگر ان کا یہ حدیث سے استفادہ کیا ہے۔  
اور سیوطی نے زمرانی علی المحتجب میں لکھا ہے۔

فکرم من رمل اخوج لہ  
ابوداؤد و الترمذی و  
تجنب النسائی اخراج  
حدیثہ بل تجنب اخراج  
حدیثہ جواعلہ من  
رجال الصحیح  
لیکن یہ ایسے حضرات ہیں جن سے امام داؤد  
اور ترمذی نے روایت نقل کی ہے لیکن  
امام نسائی نے احتساب کیا ہے کہ اور  
بہت سے صحیح روایت قرار دے دی ہیں  
سے نسائی نے حدیث بیان کر کے میں  
پر ذکر کیا ہے

حکیم حسب تصریح ابن حجر سیوطی و غیرہم امام نسائی متفقین ہیں  
سے ہیں تو ان کی جرح ایسے امام کے حق میں جس کا ثقہ اور حیدر تھا فقط ہونا  
بڑے بڑے ثقات و نقاد فن کے بیان سے ثابت ہے کس طرح  
مقبول ہو سکتی ہے۔

ثالثاً۔ جو کتاب الصحاح کتب بعد کتاب اللہ تعلیم کی گئی ہے یعنی

صحیح بخاری، اس کے بعض روایہ پر بھی کثیر الغلط والخطا کی قسم کی جب میں  
منقول ہیں مگر امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے روایت کر کے چنانچہ  
مقدمہ فتح الباری میں ہے۔

قبیصہ بن عقبہ قال احمد  
ابن حنبل کان کثیر الغلط و  
کان ثقلاً لہ بأسر و صلیح بن  
عبد اللہ قال ابو حاتم کان  
یغلط کثیراً

جبریل بن عازم قال امام احمد  
بن حنبل کثیر الغلط و قال  
ابو شریح عن احمد حدیث  
مصر حدیث و ہم فی ہذا  
و لم یکن یثقل

سلیمان بن حیان عن ابی  
داؤد اثنی من سوء حفظہ  
و یغلط و یثقی

عبد الغفور بن حاجو قال  
ابو نعیم نسئ الحفظ رجلاً  
حدیث من حفظ النسئ  
قیث یثقی

عبد الغفور بن حاجو قال  
ابو نعیم نسئ الحفظ رجلاً  
حدیث من حفظ النسئ  
قیث یثقی

عبد الغفور بن حاجو قال  
ابو نعیم نسئ الحفظ رجلاً  
حدیث من حفظ النسئ  
قیث یثقی

عبد الغفور بن حاجو قال  
ابو نعیم نسئ الحفظ رجلاً  
حدیث من حفظ النسئ  
قیث یثقی

عبد الغفور بن حاجو قال  
ابو نعیم نسئ الحفظ رجلاً  
حدیث من حفظ النسئ  
قیث یثقی

عبد الغفور بن حاجو قال  
ابو نعیم نسئ الحفظ رجلاً  
حدیث من حفظ النسئ  
قیث یثقی

عبد الغفور بن حاجو قال  
ابو نعیم نسئ الحفظ رجلاً  
حدیث من حفظ النسئ  
قیث یثقی

عبد الغفور بن حاجو قال  
ابو نعیم نسئ الحفظ رجلاً  
حدیث من حفظ النسئ  
قیث یثقی



اس قسم کے اور بھی بہت سے روایات ہیں جن سے بخاری نے روایت کی ہے اگر کسی کے کثیر الغلط کہہ دینے سے نہ صدوق راوی ضعیف اور قابل ترک ہو جاتا ہے تو پھر صحیح بخاری بچائے اس کے کتب ہونے کے باعث کتب مہرے گی۔

ابو عبد الرحمن نسائی نے سنن نسائی یعنی مجتبیٰ کو سنن کبریٰ سے منتخب کر کے مرتب کیا ہے اور خود اس امر کا اقرار کیا ہے کہ اس کی کل حدیثیں صحیح ہیں۔ چنانچہ سیوطی اپنی کتاب زہری میں لکھتے ہیں۔

قال محمد بن معاوية الاحمر نسائي رحمه الله تعالى  
الراوي عن النسائي. وقال  
النسائي كتاب السنن كله  
صحيح وبعضه معلول له  
ان لا يدرك عنده وللنخب  
المسعى بالمجتبي صحيح كله  
وذكر بعض هؤلاء النسائي  
له اصنف السنن الكبير  
اهناه الى المصنف فقال له  
الامير اكل ما في هذا صحيح  
قال له قال فجدد الصحيح  
منه فصنف له المجتبى  
نسائي رحمه الله تعالى

اور نسائی کے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی مثلاً ابن مندہ بن عدی دارقطنی اور خطیب وغیرہم نے بھی مجتبیٰ کو صحیح قرار دیا ہے۔

نیز انی اور ملح المغیث میں اس کی تصریح موجود ہے اور سنن  
نسائی میں امام ابو حنیفہ کی روایت موجود ہے۔

نہذ التہذیب میں ہے۔

ورقی کتاب النسائی حدیثاً  
عن جاحض عن ابی عباس  
قال لیس علی ابی الجعفی  
حدیثاً الخ  
اور نسائی میں ان کی روایت عامہ و  
سے ان کی ابن عباس سے مروی  
بہرہ سے خارج کرنے والے ہمحد  
تھیں۔

اور تقریب و خلاصہ ترمذی میں نعمان بن ثابت کے نام پر  
(شم نرس) علامت مرقوم ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام ابو حنیفہ  
شمالی ترمذی و جزیر القراءۃ للبخاری اور نسائی کے راوی ہیں۔ اب خود  
کرتے کامقام ہے کہ اگر واقعی نسائی کے نزدیک امام ابو حنیفہ غیر قوی  
کثیر الغلط والخطا تھے تو نسائی نے ان سے کیوں روایت کی اور اپنی  
کتاب کو صحیح کلام کیوں کہا۔ پس سب خیال معترض نسائی کے  
وہ لوں قولوں میں تعارض و تضاد ہے۔

مگر ہم معترض کو دو جواب ایسی جملہ تھے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ  
پر حرف آئے گا اور نہ حضرت امام نسائی پر۔

نکن ہے کہ امام نسائی نے پہلے امام ابو حنیفہ کو غیر قوی خیال کیا  
ہو مگر بعد تتبع و تحقیق کے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ قوی تھے ہیں اور پہلے  
خیال سے رجوع کر لیا ہوا یوں کہا جائے

لیس بالقوی فی الحدیث  
ای علی شروط النسائی وهو  
حدیث میں قوی نہیں تھے یعنی نسائی  
کی شرط کے مطابق۔

کثیر الفاظ و الخطاء ای فی مقدم  
اور وہ بہت لائق کر لے والے تھے یعنی معنی  
المعنی کے کہتے ہیں

چونکہ روایات کے باب میں نسائی کی شرطیں بہت سخت ہیں اپنی  
شروط اور اصطلاح کے اعتبار سے بیس بالقوی کہہ دیا ہے۔  
چنانچہ زیر برائی صحت میں ہے۔

بن نجیب الشافعی اخترا ج  
حدیث جماعۃ من رجال  
الصحیحین  
امام نسائی نے صحیحین کے راویوں  
کی ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں  
اطراذ کیا۔

و حکم ابو الفضل من طاهر  
قال سعد بن علی النخعی  
عن رجل موثق فقلت  
لہ ان الشافعی لم یخرج  
عہ فقال یا بلی ان لا یجی  
عہ الی حدیثی شرطی  
الرجال المثل من شرط  
البخاری والمسلم  
ابو الفضل نے طاہر سے لفظ کیا کہ سعد  
ابن علی مریمانی نے ایک شخص کے  
بارے میں کہا کہ وہ ثقہ ہے۔ میں نے  
ان سے کہا کہ میری رائے ان کو کافی  
تھی کیونکہ میں فرادہ و انجیل نے  
فرما دیا ہے اے عمار کے بارے میں  
ابو بخاری کی شرط بخاری و مسلم  
بھی زبردست ہے۔

اور چونکہ حافظ نسائی محدث شافعی تھے۔ حواضن فقہ کی  
جانب امام ابو حنیفہ کی طرح ان کی توجہ نہ رہی ہو گی اور امام ابو حنیفہ  
کے بعض مسائل مستنبط کو اپنے ظاہر فہم کے خلاف سمجھا ہو گا اور کچھ  
ایسا ہی اکثر محدثین کا حال تھا۔ اپنے فہم کے اعتبار سے کہہ دیا ہو گا۔  
کثیر الفاظ و الخطاء ای فی مقدم المعنی۔ ہماری اس توجہ پر

نام صاحب کاسنی الحافظ ہوا ثابت ہوتا ہے اور نہ نسائی کے اقوال میں تعارض باقی رہتا ہے۔ اگر معترض بعض ضعیف سے ان کو بہت کو نہ مانے تو پھر امام نسائی کو کثیر الغلط والخطا کہنا پڑے گا۔ اس لئے کہ کثیر الغلط والخطا سے روایت کر کے اسے صحیح بتانا جیسا الحافظ کا کام نہیں۔ کیا معترض کی عزت تقاضہ کرتی ہے کہ امام نسائی کو کثیر الغلط والخطا اور سنی الحافظ کا خطاب دے۔

(۳) ابن عدی۔ میزان الاعتدال میں ہے۔ مثلاً صحیح الضعفاء یعنی اسماعیل، حماد اور ابو حنیفہ تینوں ضعیف ہیں۔ اقول اولاً۔ ابن عدی کی جرح قابل وثوق نہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے بہت سے قابل وثوق اور ثقات کو بھی اپنی کامل میں جرح بنا دیا ہے۔ دوسری میزان کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وفیه من تکرر فیہ مع اس کتاب (کامل) میں ان راویوں کا بھی ثقت وجلاء لہذا یاد فرمائیں ذکر ہے جن پر ان کی ثقاہت وعلالت واعین تخریج فلولا کے معنی کثرت کی بنا پر جرح کی گئی ابن عدی وعلیہ من ہے اگر ابن عدی یا دوسرے مؤلفین مقالہ کتب الجرح ذکر واکتفائی کتب الجرح نے ان کا ذکر کیا ہوتا تو میں ثالث الشخص لھا ذکر تھا میں ان کی ثقاہت کی وجہ سے ہرگز لشتہ الا ان کا ذکر نہ کرنا۔

اور میزان کے اخیر میں لکھتے ہیں۔

فاصلہ وموضوعاتی ان حدیث کی کتاب کامل کا اصل موضوع الضعفاء وفیه خلق من ضعیف ہے۔ اگرچہ اس میں بہت سے



الشفقات ذکرہ تھم للذات  
مرفا اس نے کیا ہے کہ میں ان کی طرف  
مؤثر فیہم متعاقبا  
توفیق کران کے بارے میں صنعت کی  
بات عزیز فرمے۔

اور سبط ابن یاس کے ترجمہ میں لکھا ہے۔

اور دہا ابن عدی فی کاملہ  
فاسام  
ابن عدی نے اپنی کتاب کامل میں ان کا  
تذکرہ کر کے غلطی کی

اور حماد بن سلیمان کے ترجمہ میں تحریر ہے۔

فکلمہ فیہ لا رجاء ولا ولا  
ذکر ابن عدی لیسہ ذکر متہ  
اور حمید بن ہلال کے ترجمہ میں ہے۔  
ان کے بارے میں ارعہ کی وجہ سے سلام کیا  
ہے لیکن اگر ابن عدی نے ان کا ذکر کیا ہے  
تو میں بھی بزرگ کرنا۔

وہوئی کامل ابن عدی  
مدکور غلطہ ذکر متہ و  
الذات فی حجة  
چون کہ ابن عدی کی کامل میں ان کا تذکرہ  
ہے اس لئے میں نے بھی ذکر کیا ورنہ  
وہ جوت ہیں۔

اور اشعث بن عبدالمالک کے ترجمہ میں لکھا ہے۔

قدت احفا اور دہا ذکرہ  
ابن عدی لیسہ فی کاملہ  
اور اسی مضمون کی بہت سی عبارتیں نیز ان میں موجود ہیں۔  
ابن عدی نے ان کا ذکر اس لیے کیا کہ ابن عدی نے  
اپنی کتاب کامل میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

زین الدین عراقی نے شرح الفیہ میں لکھا ہے۔

وکنہ راہی ابن عدی ذکرہ  
لیکن ابن عدی نے اپنی کتاب کامل میں

فی کتابہ الکامل من الحکمہ  
فیہ وان کان ثقتہ  
پر حکم نہ کرنا کرنا کیا ہے۔ اگرچہ وہ  
ثقت ہو۔

اور سخاوی نے فتح المذنب میں لکھا ہے۔

وکنہ فیہ توسیع لدا کرہ کل  
من حکم فیہ وان کان  
ثقتہ و لذلک یحسن ان  
یقال الکامل لثنا قصین الخ  
لیکن ابن عدی نے اپنے کلام کو دوست  
دے کر پر حکم نہ کرنا کرنا کیا اگرچہ وہ  
ثقت ہو۔ اسی لیے یہ کہا درست نہیں کہ  
کا میں صرف ناقصین کا ذکر ہے۔  
بلکہ ابن عدی نے بہت سے رجال بخاری میں بھی کلام کیا ہے۔

انہی جملہ ثابت ابن محمد العابد و سلیمان بن حیوان و  
حسان بن ابی اھیدر و غیرہ میں۔ کہا فی مقلدہ فی فتح الباری  
پس ابن عدی جیسے توسیع کی جرح ایسے امام اعظم کے حق میں نہیں ہو سکتی۔  
شعبہ و کعبہ اور علی بن المہزی و غیرہم ثقہ و صدوق اور حیدر اعظم کہہ  
رہے ہیں کیونکر مقبول ہو سکتی ہے۔

ثانیاً: ابن عدی کی جرح مبہم ہے اور حسب قاعدہ اصول  
تعدیل مفسر کے ہوتے ہوئے جرح مبہم غیر مقبول ہے کہ امر فی مقدمہ  
اس لئے یہ جرح قایل اعتبار نہیں۔

(۳) امام بخاری رحمہ اللہ بن اسماعیل بخاری کی طرف انتساب کہ  
ان کے کلام سے امام ابو حنیفہ کا ناقص الحافظ ہونا ثابت ہوتا ہے۔  
انتہائی حرمت اور دلیری ہے کہ چونکہ امام بخاری کی کوئی ایسی عبارت  
پیش نہیں کی جاسکتی جس سے معصومین کا دعویٰ پایہ ثبوت کو پہنچتا ہو  
یہ محض امام ابو حنیفہ کے ساتھ صدر بعض اور کہتے ہیں کہ بے خوف و خطر

جوئی میں آیا کہہ دیا اس کو بجز بغض کے اور کیا کہا جائے۔

ماظظ ابن عبد العزیز ابن ابی رواد نے اپنی فتاویٰ اور فراسات سے ٹھیک  
ہی فرمایا ہے جس کو ابن حجر مکی نے تیرات حسان کے صفحہ ۳ میں لکھا ہے۔

قال الماظظ عبد العزیز بن رواد نے فرمایا جو شخص

رواد میں احب ابا حنیفہ

فی ہوسنی ومن بغضہ

فہو مبتدع و فی روایت

بیننا و بین الناس ابو

حنیفہ فمن احبہ و قولہ

علمنا ان من اهل السنة

ومن بغضہ علمنا انہ

من اهل البدع الخ

ان بعض مقلدین سیدھے سادھے عوام کو بہکانے کے لئے

کہتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی کتاب الضعفاء میں لکھا ہے۔

کون مرجیثا سکتوا عن

راشہ و حدیث

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں۔

اولاً۔ امام بخاری کی کتاب الضعفاء جو اگرہ الراہ سے چھپے

شائع ہوئی ہے اس میں اس مضمون کا کوئی جملہ موجود نہیں ہے۔ نیز

امام بخاری کی کتاب ادب المفرد۔ جزا القرۃ اور طلق العباد میں بھی

یہ عبارت نہیں ہے۔ بر تقدیر شیعہ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری

کو امام ابوحنیفہ سے سخت منافرت مذہبی تھی جیسا کہ امام بنی رسی کی تصنیف سے ظاہر ہے۔ لہذا یہ جرح بوجہ منافرت مذہبی کے قابل وثوق نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ مذہبی ابن حجر اور وصی الدین غزالی وغیرہم نے اس جرح کی کچھ ہی وقعت نہیں کی اور کتب اربعہ سمجھ کر ذکر تک نہیں کیا ہے۔

ثانیاً۔ کان ہر جیسا ہے کیا مراد ہے۔ اگر مراد یہ ہے تو مراد غلط ہے اس لئے کہ فقہ اکبر میں خود امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے۔

لا نقول حسناً ما مقبولاً  
وسیئاً ما مغفوراً نقول  
المرجحاً وکن نقول من  
عمل صالحاً بجمع من شغلها  
خالية عن العيوب المفسدة  
ولم يطلها احتی یغور  
من الدنيا موصافاً فان الله  
تعالى لا يضيع عمل من عملها  
منها ويثيبها علیها الا

اور خیرات الحسنات سے ہے۔  
قال شارح المواقف کان  
عسان المرجحاً یہ حکمی  
ما ذهب الیه من الارجاء  
شارح موقوف نے فرمایا کہ عسان  
مرجی الیہ یا بنی بیان کرتا تھا  
جن سے امام صاحب کامرچی ہوتا



عن ابی حنیفہ رحمہ و یحییٰ کا  
من المرءیۃ و هو اقلوا  
علیہ قصدا بہ حسنا  
ترویج مذہبہ و یسبغ  
الیٰ ہذا الامام الخلیفہ  
الشہید  
و قال الشہرستانی فی  
الملل والنحل و من  
العجب ان العسائی کان  
یحکی عن ابی حنیفہ مثل  
مذہبہ و یعدن کا من  
المرءیۃ و لعلہ کذاب  
علیہ

اور اگر مزید سے مزید مراد ہے تو تمام اہل سنت و  
جماعت اس میں داخل ہیں۔ تمہید ابو شکو سلمیٰ میں ہے۔  
تھا المرجئ علیٰ لوعین  
مرحومہ و ہما صاحب  
الذین صلی اللہ علیہ وسلم  
و مرجئہ ملعونہ و ہم  
الذین یقولون بالیث  
المعصیۃ لا تضروا یغیب

کا ہر ہو۔ اور وہ امام صاحب کو  
فرق مزید سے شہر کرتا تھا۔ عسائی  
حلقہ قصد امام صاحب پر بہت تان  
لگاؤ۔ وہ اس جیل القدام کی طرف  
اپنے مذہب کو منسوب کر کے اپنے  
مذہب کی اشاعت کا کوشاں تھا۔  
شہرستانی نے اس داخل میں فرمایا ہے  
تعب ہے کہ عسائی امام صاحب کی  
طرف اپنے مسلک مزید کی انیسویں  
کرتا تھا اعدان کو مزید کہتا تھا۔ یہ  
اس نے جھوٹ بولا ہے۔

وروی عن عثمان بن ابی لیلی  
 انه كتب الى ابی حنیفة  
 وقال انتم مرجئة فاجاب  
 بان المرجئة علی ضربین  
 مرجئة ملعونة وانا برئ  
 منهم و مرجئة مرحومة و  
 انا منهم و كتب فیہ بان  
 الانبیاء کالوا کذلک الذ  
 نوی الی قول عیسی علیہ السلام  
 قال ان تعد بھم فانھم  
 عباد لک وان تغفر لھم  
 فانک انت العزیز الکریم  
 پس معلوم ہوا کہ بخاری کا یہ قول کہ ان کی حدیث اور رائے کو  
 لوگوں نے چھوڑ دیا محض غلط اور سراسر غلط ہے۔  
 ثالثاً۔ عقود الجوار المسیفہ میں حافظ موصلی کی کتاب الضعفا  
 سے منقول ہے۔

قال یحییٰ بن سعید بن سابق  
 احد اھل مد علی وکیع وکان  
 یشتی برائی ابی حنیفہ و  
 کان یحفظ حلاً بہ کلمہ  
 وکان قد سمع عن ابی حنیفہ  
 یحییٰ بن سعید بن سابق نے فرمایا کہ میں نے کسی کو  
 نہیں پایا کہ اس کو وکیع پر مقدم کیا گیا  
 ہوا وہ امام عاصی کے قول پر  
 فتوہ دیتے تھے ورنہ ان کی تمام احادیث  
 کو مقلد کر لے تھے۔ انھوں نے امام

حدیث کا کثیر  
ابو حنیفہ سے بہت حدیثیں ہیں۔

اور مناقب کروری ص ۱۱۱ ہے۔

سید بن یحییٰ الحمیری  
الواسطی احادیثہ واسطی  
واحد حفظہ داروی عنہ  
راوی الحنفیہ (واحضہ  
منہ وکان یقول للہ بیث حدیثہ  
الامۃ

والصائمہ ص ۱۱۱  
بن یزید العقربی السکونی  
سمع من الامام شیع ما تہ  
حدیث

اور خیرات الحسان ص ۲۳۰ میں ہے۔

ابن مبارک شافعی فرمایا کہ امام صاحب  
سب سے بڑے فقیہ تھے۔ ان سے  
بڑے فقیہ میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ نیز فرمایا  
اگر مالک کی ضرورت پڑے تو امام مالک  
میں سے اور امام ابو حنیفہ کے مرادے  
زیادہ قابل عمل ہے۔ اور امام ابو حنیفہ سے  
سب سے بڑے عالم و دہن و فہم و بہتر  
دین اور فقیہ ہیں۔

وقال ابو يوسف الشورى  
ما نزل من ايام ابو حنيفة كاستباح  
كرنا جوں۔

وقال يحيى بن سعيد  
المطاني ما سمعنا احسن  
من راي ابي حنيفة وصحت  
اثره كان بهد في الفتوى  
الى قوله

وقال ابن الميراث راي  
مسند في حلقه ابي حنيفة  
يسأله ويكف القيد منه  
اور اسے قادی کرتے دیکھا۔

خيرات الحسان ص ۲۲ میں ہے  
الفصل الثاني في ذكر احوال  
عند الخديت و الفقه قول  
استيعاب منقول فيمكن  
ضبطه۔

ومن ثم قال بعض ان  
لم يظهر له حال من ائمة  
الاسلام المشهورين مثل ما  
ظهر من الامم والامم

فرا انصاف سے ملاحظہ فرمائیے۔ و کتب ابن بھی الواسطی



ابن مبارک، سفیان ثوری، مسعر بن کدام، یحییٰ بن سعید القطان  
وغیرہم کس زود سے آپ کے فقہ اور رائے کی تعریف و توصیف  
کر رہے ہیں اور آپ سے ہزاروں نے حدیث و فقہ حاصل کیا ہے  
بلکہ آپ کی برکت سے ہزاروں امام مقبول ملاقا ہو گئے ہیں۔

کدافی مناقب کہہ دے : مناقب و حقوق ابن ماجہ کی  
باوجود اس کے امام بخاری فرماتے ہیں۔ *سکتوا عفت راہہ*  
وحدیثہ۔ بتلائے اس کو منافرت مذہبی یا اگر معمول نہ کیا جائے تو  
اور کیا کہا جائے۔

سراپھا۔ اگر امام بخاری کے نزدیک اس جہاد کی وجہ سے راوی  
قابل ترک ہو جائے تو کیا وجہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح  
بخاری میں فرقہ باطلہ یعنی مرجیہ، ناصبیہ، خارجیہ، شیعہ اور جہمیہ  
قدیہ اور امام ابو حنیفہ وغیرہم سے روایت کی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر  
عسقلانی مقدمہ صحیح البخاری میں اس کی تفصیل نام بنام لکھتے ہیں۔ ہم اس  
موقع پر ان چار فرقہ باطلہ کی مجموعی تعداد الگ الگ بتلاتے ہیں جو صحیح  
بخاری کے راوی ہیں۔ مرجیہ ۱۳، شیعہ ۲، قدیہ ۲۸ اور ناصبیہ  
غور فرمائیے کیا غیر مقلدین کے خیال کے جو جب صحیح بخاری الضعف  
الکتاب ثابت نہیں ہوئی۔

جب بخاری کے رواۃ کا ذکر آگیا تو مناسب ہو گا کہ بخاری کے چند  
رواۃ کا حال ذکر کر دیا جائے۔ دیا جاتی ہے کہ صحیح بخاری ایسی ہے نظیر  
کتاب ہے کہ کتب حدیث میں اصح الکتاب مانی گئی ہے اور اس پر دنیا  
کا اتفاق ہے۔ اور واقعی حضرت امام بخاری نے بڑا التزام کیا ہے۔

ان کی سی اور عرق ریزی قابل قدر اور ان کی مقبولیت قابل آفرین ستائش ہے۔

جعل اللہ صعبہ مشکوٰۃ  
اشراق کو شش قبول فرمے  
مگر اس میں بھی بہت سے ایسے رجال ہیں جن پر ہر قسم کی جرحیں سہوئی  
ہیں۔ حتیٰ کہ کئی اب۔ (بہت جوش)

یکذہب الحدیث  
حدیث کے مسئلہ میں جوش بول رہے  
پسوقی الحدیث  
حدیث چراتا ہے  
فیض الحدیث  
حدیث نظر تاتا ہے

جو اعلیٰ درجہ کی جرح ہے وہ بھی منقول ہے۔ چنانچہ بخاری کے  
مخرج راویوں کے نام بعد الفاظ جرح مقارنہ فتح الباری اور میزان العقول  
میں ملاحظہ کئے جائیں جن کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے۔

باوجود ان جرحوں کے امام بخاری نے ان مخرج راویوں کو قابل  
ترک نہیں سمجھا اور نہ ان کی روایت چھوڑی بلکہ استصحاباً یا استصحاباً  
ان کی روایت اپنی کتاب اصح الکتاب میں داخل کر دی اور اس کے  
باوجود دوسرے محدثین نے بخاری کے اصح الکتاب ہونے سے انکار  
نہیں کیا۔ پھر کون سی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہ پر بقاعدہ اصول کوئی جرح  
بھی وارد نہیں ہوتی پھر بھی امام بخاری نے ان کی کوئی روایت نقل نہیں  
کی۔ بجز منافرت مذہبی کے اور کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ ایس جیکہ منافرت  
مذہبی تین دلیل سے ثابت ہے تو امام بخاری کی جرح امام ابو حنیفہ کے  
حق میں کیا موثر ہو سکتی ہے۔

خاصاً بخاری جس کو مخرج صحیحین اگر اس کی روایت قابل ترک ہے

تو بعد از امامی مسلم و نسائی و ترمذی اور ابو داؤد و غیرہ کے جن سے بخاری  
نئے روایت نہیں کی ہے مگر ان کو خروج کہا ہے۔ اس قاعدہ سے فتا بل  
تذکرہ جو جاتے ہیں۔ حالانکہ محدثین نے ان کو قابل ترک نہیں سمجھا ہے پس  
امام ابو حنیفہ ۱۸۱م بخاری کی جرح کی وجہ سے کیوں خروج مجرب نہیں گئے۔

امام بخاری نے نو کتاب الضعفاء میں حضرت اویس قرنی کو  
فیہما تاذہ فظہوا ان کی سند عمر نظر ہے

کہہ دیا ہے۔ اور بخاری کی اصطلاح میں یہ کثرت جرح ہے۔ حالانکہ حضرت  
اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت و غیرت حضرت امادیت میں موجود  
ہے پس ایسی جرح سے حضرت اویس قرنی ہرگز خروج نہیں ہو سکتے۔

مما حسنا۔ اگر امام بخاری کو اپنی جرح پر وثوق اور اعتماد ہوتا تو  
جن راویوں پر خود جرح کرتے ہیں۔ ان سے روایت نہ کرنے کا لاکھ صحیح  
بخاری میں متعدد راوی ایسے بھی ہیں کہ ان کو بخاری نے خروج قرار دیا ہے  
اور خود ان سے روایت بھی کی ہے ملاحظہ فرمائیے ان راویوں کے نام  
جن سے بخاری نے روایت کی ہے اور خود ان پر جرح بھی کی ہے۔

اسید بن زید الجلال قال	ملاحظہ ہوئے بزان میں فرماؤ کہ خوب ہے
الذہبی فی المیزان والعجب	امام بخاری نے اپنی کتاب میں اسید
ابن البخاری الخو جہ لہ فی	بن زید سے روایت بھی بیان کی ہے
صہیحہ و ذکرہ فی کتاب	اور کتاب الضعفاء میں بھی ان کا ذکر کیا
الضعفاء	ہے۔

ابو ب بن عائذ قال البخاری	ابو ب بن عائذ کے لئے بخاری نے
فی کتاب الضعفاء کان سیری	کتاب الضعفاء میں لکھا ہے وہ راوی کو

الاجاء وهو صدوق

✓ پسند کرتے تھے علاؤ الدین کے تھے

(۳) ثابت بن محمد قال الذہبی

نہی نے فرمایا کہ ابوہریرہ کے کہ بخاری

مع کون البخاری حدث عنه

نے ثابت بن محمد سے روایت کی ہے

فی صحیحہ وکرو فی الضعفاء

ان کو ضعیفوں میں شامل کیا ہے۔

(۴) ذہیب بن محمد قال البخاری

ذہیب بن محمد کے لئے بخاری ہے

فی کتاب الضعفاء کذا فی اہل

کتاب الضعفاء میں لڑا پاکر ان سے اہل

الضعفاء من اکبر

شام نے منکرات کو روایت کیا ہے۔

(۵) زیاد بن الوصیف قال البخاری

زیاد بن الوصیف کے لئے بخاری نے فرمایا

فی مسندہ وحدثہ لفظہ کذا

کہ ان کی حدیث کی سند میں غلطی ہے جیسا کہ

فی المسند

میزان میں ہے۔

(۶) عطاء بن معوية قال

نام بخاری نے کتاب الضعفاء میں فرمایا کہ

البخاری فی کتاب الضعفاء کان

عطاء بن معویہ لفظہ کی طرف متعلق تھے

یرى القدرہ و فی مقتدہ

اور فتح الباری کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ

فلم یباری وغیرہ وکان

بہت سے راوی قند کی طرف متعلق تھے

یرى القدرہ کلمہ حسن ہے

جیسے حسن بن سلیمان ذہبی نے فرمایا کہ

قال الذہبی احمد بن القدرہ وکان

ان پر قند کی نسبت لگاؤ تھا تو اہل ان کے

حدیث متکونہ وحدثہ من اجلہ

و اس منکر حدیث ہے اس لئے امام

البخاری فی کتاب الضعفاء

بخاری نے ان کو کتاب الضعفاء میں ذکر کیا۔

نہ نظر الباطل لما نظر فرماتے اگر امام بخاری کو اپنی جرح پر وثوق تھا تو

ان جرحین سے کیوں روایت کی۔ جب بخاری کو اپنی جرح پر وثوق نہیں

تو پکے تعجب ہے کہ مقدار بن بخاری کو ان کی جرح پر کیسے وثوق ہو گیا کہ



حضرت امام ابو حنیفہؒ کو ضعیف الحدیث کہنے لگے۔

مسا بعد اگر عرض کے نزدیک بخاری کی جرح باوجود غیر صحیح اور غلات اصول ہو اس کے امام ابو حنیفہؒ کے حق میں مؤثر ہے تو عرض کے نزدیک بخاری کیوں نہ خروج اور قابل ترک ہوں گے کیا بخاری پر ائمہ حدیث سے جرحیں منعور نہیں ہیں۔ ہاں ضرور مقبول ہیں بطور تمثیل چند جرحیں ملاحظہ فرمائیے۔

اقلیٰ: بخاری کے استاد امام ذہبی نے بخاری پر سخت جرح

کی ہے۔ لطائف شافعیہ ص ۳۱ میں ہے۔

قال الذہبی ان من یختلف  
الی مجلسہ (ای بخاری)  
فلایا یتبنا فاحکم کتبنا ایسا  
من بعد اذ انہ تکلم فی اللفظ  
وخصیلاہ فلم یلتزم فلا یقولوا  
امام ذہبی نے فرمایا جو بخاری کی مجلس میں  
جاتا ہے وہ پاس سے پاس دے کر  
بہار سے میں لوگوں نے کہا ہے کہ  
بخاری الفاظ قرآن کے سلسلہ میں کام  
کر رہے ہیں اور ہم نے ان کو اس سے منع کیا  
مگر وہ اذہم نہیں آئے لہذا ان کے پاس  
نہ جاتا۔

خیال فرمائیے ذہبی نے لوگوں کو امام بخاری کے نزدیک جانے سے

منع کر دیا اور اسی پر اتفاق نہیں کیا بلکہ یہ بھی کہہ دیا

من زعم ان الظنی والقوات  
منجوق فهو مبتدع ذی الس  
ولا یکلم  
جو بکے کریم سے منہ سے نکلتا ہے اس کا  
قرآن ارشاد مخلوق ہی تو وہ بدعتی ہے نہ  
اس کے پاس بیٹھا جائے اور نہ اس سے  
بانتہا کرتے۔

لطائف ص ۳۱

وہیں ہے اس اسلام کا لوگوں پر ایسا اثر ہوا کہ ان لوگوں نے بخاری سے  
بڑا چور و دہا۔ تارک ابن ملکان پہنچا میں ہے۔

فلم یروہم بین جمہور من یحییٰ جب حدیث کی اصلاح بخاری کے  
والہ بخاری ما و جمع فی مسئلۃ الفلفہ در بیان الفاظ قرآن کے سلسلہ میں اختلاف  
و ما دی علیہ فی معنی من موت ہوا تو انہوں نے لوگوں کو ان کے پاس  
الافتحاف الیہ حتی یجوز خروج از بخاری کے ہر جگہ سے مذکور ہوا۔  
من حدیث ابوہ فی کتاب المحدثہ یہاں تک کہ اس کو رائی کے وقت میں  
و قطعاً اکثر الناس علیہ امام بخاری کو ملتا ہے جسے بہت کرنا پڑی  
مسند اور امام مسلم کے علاوہ اکثر لوگوں نے ان  
سے تعلیم لینی کر لیا۔

۱۵ وروہم امام مسلم نے ابو جواس رفاقت کے بخاری سے اپنی صحیح  
مسلم میں ایک حدیث بھی نہیں روایت کی بلکہ حدیث معنی کی بحث میں  
انصر ملت علی الحدیث من  
عصروا۔

۱۶ کے الفاظ بخاری کو یاد کیا ہے۔ اور بہت درست اور ملامت الفاظ  
کہہ گئے۔ و یجوز مسلم پیچ  
موضوع: ابو ذرہ اور ابو حاتم نے بخاری کو چھوڑ دیا۔ طبقات شافعیہ  
ص ۱۹ میں ہے۔

شورکہ راوی البیہ لوی ابو ذرہ ابو ذرہ اور ابو حاتم نے الفاظ قرآن کے  
و ابو حاتم من اجل مسئلۃ الفلفہ اختلاف کی وجہ سے بخاری کو چھوڑ دیا۔  
اور میزان الاعتدال میں ہے۔

کذا استصحیح ابو ذر رحمہ والی وجہاً آخر جب کہ ابو ذر رحمہ اور ابو جہم رحمہ (علی بن المدینی)  
 من روایۃ عن متلفیہ کا کہنے کا گروہ امام بخاری سے الفاظ  
 (ابن المدینی) محمد بن ابی بکر (ابن المدینی) قرآن کے اختلاف کی بناء پر روایت کرنا  
 لا حول مستند اللفظ ترک کر دیا  
 وقال عبد الرحمن بن ابی حاتم عبد الرحمن بن ابی حاتم قرآن کے جوئے کے بارے میں کہ اس  
 كان ابو ذر رحمہ ترکہ الروایۃ آرائش کی بناء پر ابو ذر رحمہ امام بخاری  
 عنہ من اجل ما كان منہما سے روایت کرنا ترک کر دیا  
 فی ثلاث المعتمد

✓ چہا امام: ابن منذر نے بخاری کے کورسین میں شمار کیا ہے۔

شرح مختصر ج ۱ ص ۱۵۴ میں ہے۔

عنہ ابن منذر فی رسالۃ ابن منذر نے بخاری کو اپنے رسال  
 شروط الامم من الامم میں شمار کیا ہے۔ شروط الامم من الامم  
 یہاں کہ فرمایا کہ بخاری رحمہ اللہ اپنی کتابوں میں اس طرح روایتیں بیان کی ہیں کہ ہم سے ظاہر  
 فی کتابہ قال لنا فلان وھو لے کہا یہ عازت ہے اعداؤں سے کہو  
 اجازۃ وقال فلان وھو متدلیس

ظاہر ہے کہ متدلیس سوء حفظ سے بڑھ کر عیب ہے کیونکہ فیصل  
 اختیار ہے اس میں مغلطہ و مغالطہ و فریب ہے اس لئے غشی لے کہا ہے  
 کہ المتدلیس جنہام عند الانعماء (مقدمہ اصول یشیع المحدث  
 تدلیس امر کے نزدیک حرام ہے۔ الدعلوی علی مشکوٰۃ ص ۲۱)  
 خود فرامیے بخاری لے دے یہی سے تقریباً ۳۰ حدیثیں روایت کی ہیں۔

مگر جس نام سے وہ مشہور تھے کہیں نہیں ذکر کیا کیونکہ بخاری و ذہبی میں سخت دشمنیت و منافرت تھی۔ تاریخ ابن خلدون ص ۳۳۲ میں ہے۔

وردی (راوی البخاری) عنہ  
(زہوی) مقدر اثنتین موضوعاً  
وہ بصورہ باصمہ فیقول  
حد ثنا محمد بن یحیی الذہبی  
بن یقول حد ثنا محمد بن یزید  
علیہ و یقول محمد بن عبد اللہ  
یسنبہ فی حد ثنا و یسنبہ ایضاً  
فی حد ثنا یہ

پس جہم و وارفتی اور طاعن نے کہا ہے کہ اچھن بن محمد بن اسمعیل سے بخاری کا حدیث روایت کرنا معیوب سمجھا گیا ہے۔  
مقدمہ فتح الباری ص ۳۵ میں ہے۔

قال الدارقطني والي كندج - دارقطني اور حاكم كندج كرامت  
علي البجلي اخراج جلد پندرہ - حدیث میں بخاری شریف الزام لگا گیا ہے۔  
دارقطني اور حاكم كا مطلب یہ ہے کہ اسحاق بن محمد کو بخاری نے  
تقد خیال کر لیا حالانکہ وہ ضعیف ہیں۔ ثقہ اور ضعیف میں امتیاز نہ کر سکتے۔  
اور اسامیل نے بخاری کے اس فعل پر تعجب کیا ہے کہ ابوصالح جعفی کی  
مقتضی روایت کو صحیح سمجھتے ہیں اور متصل کو ضعیف۔ مقدمہ فسخ البخاری  
۸۳ میں ہے۔

وقد عاتب ذالک الاسفعلی استغیل نے بنوادیہ پر اس کا الزام لگایا



علی البخاری و تعجب منہ اور تم کی کہ ابوصالح بخاری کی اہادیت  
کیف یجیح باحدیثہ حیث سے کیونکر اسے لایا کرتے ہیں جبکہ وہ  
یقیناً

فقال هذا اعجب یجیح بہ وراہ اور زیادہ عجیب بات ہے کہ ہمیشہ  
اذا کان منقطعاً ولا یجیح بہ منقطع کو قابل حجت اور مستند کو وضعیعت  
اذا کان منقطعاً

کھتے ہیں۔

نشاہم: فرہی نے بخاری کے بعض امور پر استعجاب ظاہر کیا  
ہے۔ اسید بن رید البہمال کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:۔

والعجب ان البخاری اطرح لہ تعجب ہے کہ بخاری اس سے روایت بھی  
و ذکرہ فی کتاب الضعفاء کرتے ہیں اور اس کو ضعیف ہی کہتے ہیں

جو کس راوی کو خود ضعیف بتلاوے اور پھر اصح الکتاب میں اس کے  
روایت بھی کرے، غور کرو اس سے قائل کے حافظہ پر کیا اثر پڑتا ہے۔  
مقرضین خدا انصاف کریں کہ اگر امام ابوحنیفہ امام بخاری کی  
جرح کی وجہ سے ضعیف ہیں تو بخاری ابن مندہ اور فرہی وغیرہ کی جرح  
کے سبب سے کیوں مجروح نہ ہوں گے۔

حفظہم: حسب قاعدہ مقرضین احب بخاری خود مجروح ثابت  
ہوئے تو مجروح کی جرح امام ابوحنیفہ پر کیا اثر ڈال سکتی ہے انہوں نے  
کہ فر مقلد بن محض حسد سے امام ابوحنیفہ پر حملہ کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے  
کہ ہم اپنا گھر ڈھاتے ہیں۔ اگر امام ابوحنیفہ ضعیف کہے جائیں گے تو دنیا  
کے تمام محدثین ضعیف اور منزوک الحدیث ہو جائیں گے۔ ہر اسے سنگوں  
کے لئے اپنی ہاتھ کاٹ ڈالنا کون ہی دانشمندی ہے۔

قتلہ لیبیا : واقعہ جو کہ محض اسکاٹ شخص کے لئے یہ جرمین نقل  
کی گئی ہیں۔ جیسا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بخوبی نے اپنی  
کتاب فتح میں یہ مقابلہ شیعہ الزامی پہنچاوا اختیار فرمایا ہے ورنہ صداقت کے  
ساتھ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام بخاریؒ  
دونوں فقہ صدوق عادل ضابط جید حافظ عابد زاہد اور  
عارف تھے۔ کوئی ان میں مجروح نہیں اور کسی کی حدیث قابل ترک نہیں  
جن احوال سے امام بخاریؒ کی ہر صحت موضوع میں انہیں احوال سے امام  
ابوحنیفہؒ کی ہر صحت مدفع اور اسقاط اعتبار ہیں۔

سَيَبْقَىٰ ظَهْرُكَ لَنَا وَلَا يَكُونُ لَنَا أَلَمٌ إِلَّا بِذَلِكَ نَبْشِيرُكَ بِالَّذِينَ  
وَلَدْتَ جَعَلُوا فِي قُلُوبِنَا أَهْلًا لِلَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهَاسِهِمْ أَهْلًا سَيَكُونُونَ  
أَنفُسَ رُفُوفٍ الْحَكِيمِينَ

(۵) دارقطنی اپنی سن ۲۳ میں لکھتے ہیں۔

نہ دیکھتا ہے کہ ابن ابی عائشہ اور ابن ابی عائشہ سے سوائے ابو حنیفہ وغیرہ ابی حنیفہ والحسن بن علیہما السلام وہما ضعیفان نہیں ہیں۔ یہ جرح مبہم ہے اور تعدیل مفسر کے ہونے کی وجہ سے مقبول نہیں۔ کیا مکرر مکرر؟

مثانیہ۔ دارالافتی شافعی المذہب میں، لوجہ مناظرہ مذہبی کے  
ان سے یہ جرح صادر ہوئی۔ یعنی نے عمدۃ القاری ص ۳۱۱ میں تحریر  
فرمایا ہے۔

لو تادب دارقطنی و امین حییی، اگر دارقطنی ادب و رعیت سے کام

لہذا تلفظ عند ذہن اللفظ فی حق  
ابن حلیفہ، فانہ امام طہیق  
یہ نو امام اعظم کے بارے میں اس قسم  
کے الفاظ سے نہ بچے کہہ سکتا ہے کہ  
امامت اہل ان کا علم دنیا میں مسلم ہے۔

اس کے بعد یعنی تھے یحییٰ بن معین و شعبہ و عبد اللہ بن المبارک  
و سفیان بن عیینہ و سفیان ثوری و حماد بن زید و عبد الرزاق و وکیع  
و مالک و شافعی اور احمد سے امام ابو حلیفہ کی توثیق اور مناقب ذکر  
کر کے لکھا ہے۔

وقد اُخذت من ہذا الخا اعلیٰ  
الدار قطعی علیہ و تعصب  
الفاہسین و لیس فیہ بالنسبۃ  
الی ہؤلہ حتی یشکوا فی امام  
مقدم علی ہؤلہ فی الدین و  
التقویٰ والعلو و یتضعفوا  
ایا ہ و لیس یستحق التضعیف

افلہ یرضی بسکوت اصحابہ  
عندہ و قدرہ فی سنتہ  
اخادیت سقیمہ و علو لہ  
و منکرہ و تجریدہ و موقوۃ  
وقدرہ فی کتب  
الجمہور البسمۃ و اھلہ  
مع علمائہ بنہ اللہ حتی ان

اور اس سے دار تقویٰ کا امام صاحب برہان  
اور بے بنیاد تعصب ظاہر ہو گیا۔ دار تقویٰ  
کی ان حضرات کے سامنے کوئی حجت نہیں  
کر رہا ہے امام پر کلام کرتے ہیں خود  
تقویٰ اور علم میں الاسب پر مقدم ہیں اور  
وہ ایسے امام کو ضعیف کہتے ہیں، طالع کر رہے  
خود اس کے مستحق ہیں۔

کیا وہ امام صاحب کی اہمیت اپنے اصحاب  
کے سکوت پر راضی نہیں، حال انکہ وہ اصول  
نے اپنی سنت میں ضعیف، معلول، منکر  
غریب اور موضوع حدیثیں یا روایات  
اور ائمہ نے

جو ہر قسم ائمہ کے سلسلہ میں ایک ضعیف  
روایت بیان کی اور ضعف کا علم ہونے کے

بعض بعد اس وقت کہ علی خذالت بادعہ اس سے استدلال کیا یہاں تک کہ  
 فقال ایس فیہ حدیث یعنی حضرات نے ان سے حدیث یا خود کہا  
 صحیح۔ کہ انہیں اس میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے  
 اور واقعی دارقطنی نے بہت سے لفظ کو ضعیف اور ضعیف کو  
 لفظ کہہ دیا ہے۔

سنن دارقطنی ص ۱۸۱ میں ہے۔

ان حدیث میں الخطایہ کا دارقطنی حضرت ابن اثبات کے لئے برقی میں  
 لفظ ملوثی قد قضاہ وغیرہ سے ہے اپنی کرم یا طاعت اور وہ اس سے غلط  
 قند الاسناد صحیح لیا کرتے تھے۔

اس کی سند کو صحیح لکھ دیا۔ حالانکہ اس کی سند میں علی بن عزالیم اور  
 ہشام بن سعد واقع ہیں جو مجروح ہیں۔ (ابو ابراہیم النقی ص ۱۸)

ثالثاً۔ دارقطنی نے امام بخاری پر بھی یہی عیب لگا دیا ہے۔ اسحق  
 ابن محمد جو بخاری ابو داؤد اور نسائی کے معتمد راوی ہیں ان کی روایت کی  
 وہ اس سے کہہ دیا ہے۔ عیب علی ابی ہریرہ مقدمہ، فتح الباری، فتح الباری، فتح  
 دارقطنی کے بیان سے تو بخاری بھی معیوب ٹھہرتے ہیں جس طرح اسحق بن محمد  
 کے پاس ہیں دارقطنی کا کلام غلط سمجھا جاتا ہے امام ابو حنیفہ کے پاس ہیں بھی  
 غلط سمجھا جاتا ہے۔

مرا بعداً۔ دارقطنی نے سنن نسائی کو صحیح کہا ہے۔

(فتح المغیث ص ۲۲ و زہری ص ۲۲)

اور پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نسائی کے راوی ہیں  
 پس دارقطنی کے دونوں کلاموں میں تعارض ہے۔



(۶) یہ بھی معرفۃ السنن والا ثمار میں لکھتے ہیں :-

ولم یثاب بعد ما علیہ الا من  
هو اضعف منہما  
اس حدیث میں ان دونوں کی متابعت  
صرف اس شخص نے کی ہے جو ان دونوں سے  
ایرادہ ضعیف ہے۔

اقول اولاً: یہ جرح مبہم ہے، خلاف قاعدہ اصول غیر مقبول۔  
گما صکر

ثانیاً: یہ بھی کہ نزدیک امام ابو حنیفہ کیوں ضعیف ہیں، اگر

حدیث

من کان ذللاً اماماً ۲۱ جو امام کہ مجھ سے زیادہ ہدایت تو عالم کی

قوات اس سے کم کافی ہے۔

مرفوع روایت کرنے کی وجہ سے ضعیف ہیں تو محض غلط ہے کیونکہ  
اس حدیث کو فقط امام صاحب نے مرفوعاً نہیں بیان کیا بلکہ دوسرے  
اوقات جیسے سفیان ثوری اور شریک نے بھی بسند صحیح مرفوعاً روایت  
کیا ہے گما سیاقی تفصیلہ فی موضعہ۔

اور اگر کوئی دوسری وجہ ہو تو امام یہ بھی کہ مقلد اس کو بیان کریں  
اور یہ بھی کہ کتاب میں اس کی تصریح دکلاویں۔

ثالثاً: یہ بھی متأخرین میں سے ہیں۔ شافعی المذہب اور شافعی کے  
ولا تل کے جو سند ہیں، لیکن المحدثین مذاہب میں ہے۔

در تصانیف خود نصرت مذہب او علامہ یہ بھی نے اپنی تصانیف میں مذہب  
نورہ و بنائید و نصرت اور رواج شافعی کو تائید فرمائی ہے اور ان کی تائید  
ابن مذہب دو بالاکتہ و کذا نصرت سے اس مذہب کو رواج دوا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
وَأَطِيعُوا أَمْرَ اللَّهِ وَأَطِيعُوا أَمْرَ الْمُرْتَدِّ

# تفلیدات

مورانا محمد اسماعیل سنہری

(مورانا) معاذ اللہ سلم سنہری

فی الطبقات الشافعیہ ص ۳۶  
 ہو گیا اور یہی طبقات الشافعیہ میں ہے  
 تاریخ ابن خلیقان ص ۲۹ میں ہے کہ باوجود محدث ہونے کے حدیث  
 کی بہت سی کتابیں مثلاً شافعی، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ ان کے پاس نہ  
 تھیں۔ اور ان کتابوں کی احادیث سے بہت کم واقفیت رکھتے تھے۔  
 بہتان المحدثین ص ۱۵ میں ہے۔

وسنن شافعی وجامع ترمذی و سنن  
 ابن ماجہ ترمذی و جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ  
 ان کے پاس نہیں تھیں۔ اور ان میں  
 سے کتاب کا شیخی الطاریخ نزارو  
 کتابوں کی احادیث پر کی نقد و تحقیق نہیں  
 رکھتے تھے۔

اور طبقات شافعیہ ص ۳۲ میں ہے۔ ودرقع الترمذی ودرقع الشافعی  
 ودرابن ماجہ الا اور ان کی حدیث اور ان کا دائرہ حدیث وسیع وجمع  
 طبقات الشافعیہ ص ۳۲ میں ہے۔  
 وقال الذہبی واثبت ما فی (۱) ذہبی نے فرمایا کہ یہی کتاب حدیث وسیع  
 الحدیث لیست کہیجرت نہیں تھا۔

یہ بھی کہ مساجد میں کوڑ پکھنے ہوں وہ الجوزی النقی فی الرد علی الجوزی  
 دیکھے۔ پس یہ بھی کہ جرح اس اعتبار سے بھی قابل اعتبار نہیں ہے۔  
 (۷) ابن جوزیؒ؛ امام الوضیفہؒ پر اعتراض کرنے والے  
 لوگ ابن جوزیؒ کی کتاب المنظم کی تین روایتیں تخریج بدلہ کے حاشیہ سے  
 نقل کر لے ہیں۔

والف قال صاحب المنظم  
 عبد اللہ بن علی المذنبی قال  
 صاحب منظم کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن  
 علی المذنبی سے امام الوضیفہؒ کے بارے میں



مائلت عن الحق حلیفہ، قضی عفوہ  
جداً وقال خمسین حدیثاً  
أخطأ فیہ

(۲) عن ابی حفص عمر بن خطاب قال  
الوحدیۃ لیس فیہ اقل من مئۃ  
الحدیث فاطلب الحدیث

(۳) قال ابو یوسف بن داود  
جميع ما روی الوحدیۃ الحدیث  
ما یستحق خمسین اخطأ او  
قال غلط فی نصفها استحق

سوال کیا انہوں نے اس کا بہت  
تضعیف کیا اور کہا کہ اہم الوحدیۃ نے  
بکواس حدیثوں میں غلطی کی ہے۔

ابو حفص عمر بن خطاب کہتے ہیں کہ اہم الوحدیۃ  
ما قل حدیث نہیں تھے اور قاسب الحدیث  
یعنی ضعیف تھے۔

ابو یوسف بن داود کہتے ہیں کہ الوحدیۃ  
صرف ۵۰ حدیثیں مروی ہیں اور ضعف  
یعنی بہت حدیثوں میں غلطی کی ہے۔

اقول اقولہ۔ ابن جوزی تضعیف حدیث اور رواۃ کے بارے میں  
غایت درجہ منتعزت اور تشدد میں، حتیٰ کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث  
کو بھی موضوعات میں داخل کر دیا ہے۔ اور ان کے بعض راویوں کو بھی ضاع  
اور کذاب کہہ دیا ہے۔ اسی وجہ سے اکثر محدثین نے ان کی تنقید پر اعتقاد نہیں  
کیا اور ان کی تنقید کو لا یعجاہب، قرار دیا ہے۔ چنانچہ حافظ سیوطی تعقبات  
علی الموضوعات ص ۱ میں لکھتے ہیں۔

فقد ضعیف الحفاظ قلبہ الحدیثاً  
علی ان فیہ راوی فی کتاب  
الموضوعات تتساہلہ کتاباً  
واحدیث لیس بموضوعة  
بل ہی من راوی الضعیف

فقد ضعیف الحفاظ قلبہ الحدیثاً  
علی ان فیہ راوی فی کتاب  
الموضوعات تتساہلہ کتاباً  
واحدیث لیس بموضوعة  
بل ہی من راوی الضعیف

تقریباً اور جدید محدثین نے اس پر تنبیہ  
فرمائی ہے کہ کتاب الموضوعات میں بہت  
تساہل اور کمزوری ہے، اس میں وہ  
احادیث بھی ہیں جو موضوعات میں ہیں۔  
بلکہ صرف ضعیف راویوں سے مروی ہیں۔



و فیہ احادیث حسنہ و اعلیٰ اور احادیث درستیوں میں اور بعض صحیح میں بھی  
 محتاج ہیں عین حال میں اس کے  
 در حدیث میں مسند علی بن ابی طالب  
 اس میں حضور و صحابہ کی حدیثیں ہیں  
 عین حدیث میں مسند علی بن ابی طالب

روایات اس میں حدیث حسنہ و اعلیٰ اور  
 حدیث حسنہ و اعلیٰ کے در حدیث میں مسند علی بن ابی طالب  
 احادیث حسنہ و اعلیٰ کے در حدیث میں مسند علی بن ابی طالب

اور بعض احادیث حسنہ و اعلیٰ کے در حدیث میں مسند علی بن ابی طالب  
 احادیث حسنہ و اعلیٰ کے در حدیث میں مسند علی بن ابی طالب  
 احادیث حسنہ و اعلیٰ کے در حدیث میں مسند علی بن ابی طالب

اس میں احادیث حسنہ و اعلیٰ کے در حدیث میں مسند علی بن ابی طالب  
 احادیث حسنہ و اعلیٰ کے در حدیث میں مسند علی بن ابی طالب  
 احادیث حسنہ و اعلیٰ کے در حدیث میں مسند علی بن ابی طالب

اس میں احادیث حسنہ و اعلیٰ کے در حدیث میں مسند علی بن ابی طالب  
 احادیث حسنہ و اعلیٰ کے در حدیث میں مسند علی بن ابی طالب  
 احادیث حسنہ و اعلیٰ کے در حدیث میں مسند علی بن ابی طالب

اس میں احادیث حسنہ و اعلیٰ کے در حدیث میں مسند علی بن ابی طالب  
 احادیث حسنہ و اعلیٰ کے در حدیث میں مسند علی بن ابی طالب  
 احادیث حسنہ و اعلیٰ کے در حدیث میں مسند علی بن ابی طالب

المجوز فی البغدادی للتوفی ۵۹۰  
 زکریا بن یونس المتأدب العاشق  
 ابن الحنفی بن الحنفی و قسید  
 اور صاحب کثیر و اذکار و صریح  
 اشعار و ابی بعضی ہائی  
 علی نہایت منجھت و مختصر  
 عالم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 زکریا بن یونس المتأدب العاشق  
 ابن الحنفی بن الحنفی و قسید  
 اور صاحب کثیر و اذکار و صریح  
 اشعار و ابی بعضی ہائی  
 علی نہایت منجھت و مختصر

چونکہ کتاب منظم و تراجم ہے تاہم قلیک روایات منقولہ کو معتبر سند  
 سے معترض ثابت و کمریں ہرگز حرج قابل اعتبار نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ نہ  
 مؤلف قابل وثوق ہیں اور نہ ان کی کتاب۔  
 اگر معترض کو بخوبی ہو تو اصل کتاب سے کوئی ایک روایت مع  
 سند کے نقل کر کے پھر اس سند کو صحیح ثابت کرے۔

مثلاً: ان روایات میں فقط ابو حنیفہ کا لفظ ہے۔ ابن جوزی و  
 چونکہ کثیر الاوام ہیں۔ کہا قال الموطی علی بن الحنفی۔ اگر یہ انھوں نے  
 ابو حنیفہ سے امام ابو حنیفہ کا اذکار کیا ہے۔ پھر بغیر دلیل کے حضور ان کی  
 سمجھ و فہم نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے کہ ان روایات میں دوسرے ابو حنیفہ  
 مراد ہوں۔ کیونکہ ابو حنیفہ پانچ شخصوں کی کنیت ہے۔ و تھو کہ کتاب  
 الاسماء والکنی الذی فی صیغہ ۱۵۰۰ مگر علامہ محی الدین بیرونی نے  
 قاسم میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ میں فقہاء کی کنیت ہے۔

قال فی ذکر لفظ لحنیقا ابو حنیفہ  
 کتبہ عشرین من المتقوا  
 لفظ حنیف کہ ضمن میں انھوں نے فرمایا  
 کہ ابو حنیفہ میں فقہاء کی کنیت ہے اور

اشعریہ امام الفقہاء  
النعمان۔

سب سے زیادہ مشہور امام الفقہاء  
نعمان بن ثابت ہے۔

اور شعی العرب میں ہے۔

ابو حنیفہ کنیت بہت فقیر راست  
اشعری تھا نعمان بن ثابت کوئی ثابت  
وموالا امام الماعظم

سب سے زیادہ مشہور امام الفقہاء  
نعمان بن ثابت کوئی ہے اور وہ امام اعظم

ہیں۔

ازاں جملہ ابو حنیفہ سبک بن فضل امام شافعی کے استاد ہیں۔  
جن کی روایت مسند امام شافعی ص ۱۳۳ میں موجود ہیں۔ اور ابو حنیفہ  
حدوی سلیمان بن حیان ہیں جن کی روایت اسناد کئی درجہ الیٰ صحیحہ میں  
موجود ہے۔ پس بغیر حجت کے محض ابن جوزی کے کہنے سے کیوں یقین  
کیا جائے کہ روایات مذکورہ میں حضرت امام ابو حنیفہ کوئی مراد ہیں۔  
کیونکہ کئیوں کے اشتراک سے دھوکہ میں آ جانا ممکن ہے۔ ملاحظہ ہو  
طبقات شافعیہ ص ۱۸۶

مذکورہ ابن معین نے احمد بن صالح کو کہا کہ۔

ماہیت ما کذب یا یخطب فی  
جامع مصری

اس عبارت سے بعض نے یہ سمجھ لیا کہ اس سے احمد بن صالح  
مصری مراد ہیں۔ جو کہ بڑے لغو حافظ اور رجال بخاری سے ہیں اور ان کو  
ضعیف سمجھا۔ حالانکہ ابن معین نے دوسرے احمد بن صالح کو کہا تھا۔  
اسی طبقات شافعیہ میں ہے۔

قلت وقد حكى ابن الذي حكى  
 فيه ابن معين هذه المقالة  
 هو احمد بن صالح المشهور  
 وهو شيخ بمكة يضع الحديث  
 وانه لم يلق احمد بن صالح  
 هذا، وقد كنا في مقابلة  
 فتح الباري ص ۳۳  
 میں کہا ہوں کہ یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ  
 ابن معین نے اپنے رسالہ میں سرکاذ ذکر  
 کیا ہے وہ احمد بن صالح مشہور ہے، یہ  
 کہ ایک بار ساتھ جو حدیث گذرا تھا  
 اور انھوں نے احمد بن صالح صحابی  
 کو دیکھا تھا۔ میں مضمر فتح الباری ص ۳۳  
 میں بھی لکھا ہے۔

پس معز بن کوحا جیے کہ نقل شدہ روایات کی تصحیح کے بعد  
 ابو حنیفہ کی تعیین دلائل سے بیان کریں، اس کے بعد ثبوت جرح کا  
 دعویٰ کریں۔

دراصل ان روایات میں یہ مباحث بھی قابل ملاحظہ ہیں۔  
 (الف) پہلی روایت ابن جوزی نے بواسطہ عبد اللہ بن علی  
 ابن المدینی نقل کی ہے۔ تاؤفیک عبد اللہ کی توثیق و تعدیل ثابت نہ  
 ہو جائے یہ روایت کیونکر معتبر ہو سکتی ہے، پہلے معز بن کوحا جیے کہ  
 عبد اللہ کی توثیق ثابت کریں، اس کے بعد ثبوت جرح کا دعویٰ کریں۔  
 کیونکہ معتزل تلعین سے ثابت ہے کہ علی بن المدینی نے امام ابو حنیفہ  
 کی توثیق کی ہے، کما حدیث ساقیاً۔

اور حافظ ابن عبد البر نے اپنی کتاب جامع بیان العلم وفضلہ  
 میں حافظ موصیٰ زوی کی کتاب سے امام ابو حنیفہ کی توثیق و تعدیل  
 ”یعنی ابن معین“ شعبہ و مشاہیرہم سے نقل کر کے لکھا ہے۔  
 وقار ابن المدینی ابو حنیفہ ابن مدینی نے فرمایا کہ ابو حنیفہ سے





عبداللہ بن کعب ابی قحان ابن الصبیح  
 عبد اللہ بن کعب ہے۔ ابن حبان نے کہا کہ  
 جو کچھ اس سے روایت ہے اس سے کہا ہے  
 کہا ہے وہی کافی ہے

اور میزان میں ہے۔

ذکر قال ابن عدی صحیح  
 ابو یوسف بن القاسم الاصبغی  
 یقول حدثنی ابو یوسف عن  
 ابو احمد الاصبغی فی قول  
 ابو یوسف بن داؤد قال کان  
 یحدثنا عن انس بن العلاء  
 اور تذکرہ میں ہے۔

وقد تخطت فیہ الیوم ولما کان  
 علاؤ دین ابی یوسف بن ابی داؤد کا یہ کہنا کہ امام ابو یوسف نے فرمایا  
 حدیثیں روایت کی ہیں صریح البطلان اور محض غلط ہے۔ اس سے کہ  
 کتب متداولہ جیسے مسند امام اعظم و حقوق و اجوام المتنفذہ و مطابعات محمد  
 و آثار امام محمد وغیرہ سے بخوبی ظاہر ہے کہ امام ابو یوسف کی روایت کی ہزار  
 ہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابو یوسف بن ابی داؤد امام ابو یوسف  
 کے تخریفی الحدیث سے ناواقف تھے۔ پس ایسے ناواقف کی ہر روایت  
 ایسے غلط حدیث کہے جتنی کہیں کی تھیں علی ابن معین شعبہ اور  
 ابن مری و غیرہم کہہ چکے ہوں کیا مؤثر ہو سکتی ہے۔  
 خاصاً علی بن النضر باغرض چند روایتوں میں اگر امام متا

سے خطا ہو گئی ہو تو اس وجہ سے وہ غیر ثقہ اور سیما فاضل نہیں ہو سکتے۔  
کیونکہ امام صاحب دوسرے محدثین اور حفاظ حدیث کی طرح حافظ حدیث  
تھے۔ ان کے سینے میں لاکھوں احادیث موجود تھیں۔ چند روایتوں اور  
راویوں میں مسامت ہو جائے ان پر غیر ثقہ ہونے کا اطلاق نہیں  
ہو سکتا۔

خود فرمایا ہے محمد بن یوسف فریابی کہ ابن حجر نے مقدم فتح الباری  
ص ۱۹ میں لکھا ہے۔

من كبار شيوخ البخاري و  
وثقه ابن الجملون  
مخاري كثر في شيوخه من  
أحد من له ان في توثيقه ووافي به  
انما من مطلق اسی مقدم فتح الباری میں یہ بھی لکھا ہے۔

قال العمري ثقہ و قد اعطاه  
في صانعة و شمسین حدیثاً و  
ذكره ابن معين حدیثاً اعطاه  
فيه فضائل هذا باطل  
عملی نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہیں ان انھوں  
نے ایک سو چھاس حدیثوں میں غلطی  
کی ہے۔ ابن معین کے سامنے وہ حدیث  
بیان کی تھی جس میں انھوں نے غلطی کی  
نہی تو انھوں نے فرمایا کہ باطل ہے۔

اب فرما نظر انصاف خود کیا جائے کہ امام صاحب کی طرف تو یہ سب  
باب کچھ احادیث کی خطا کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور وہ یقیناً ثابت نہیں اور امام  
بخاری کے نسخ کی نسبت فریاد و سوراہاتوں میں غلطی کرنا حافظ ابن حجر کی  
معبر کتاب سے ثابت ہوتا ہے۔ باوجود اس کے مہجور نے نہ ان کو غیر ثقہ  
کہا اور نہ بخاری نے ان کو غیر ثقہ کہا اور نہ ان کی حدیث چھوڑی اور نہ ان  
کے حق میں مسکتوا عن حال حدیث لکھا اور نہ محدثین نے بخاری کے

اصح اکتب ہونے سے انکار کیا۔ پس کیا وجہ ہے کہ بخاری کے استاد  
ذکر ہو سوغطیان کرنے سے خیر ثقہ و سبی الحافظ نہ کہے جائیں۔

ادام ابو یوسف، حماد بن عمار، حنفیہ اور سبی الحافظ تائیں جائیں۔ کیا  
انصاف و دیانت اسی کا نام ہے۔ یہ محض عند وجد نہیں تو اور کیا ہے۔

ذوہدہ قال ابن المبارک نے کیا عندہ فرمایا ہمارے  
قلعہ رہتا اعدا اس سے ملے۔ یہ وہ نہ کہ سب سے بڑے شخص پر  
علی بن وردیہ قول ابی حنیفہ۔ جو امام ابو حنیفہ کے قول کو رد کرے۔

سادہ سادہ ابن جوزی کے خیالات کو خود ان کے فائدہ ان کے  
واشمہ انصاف پسند شخص نے رد کر دیا ہے۔ غور و تحقیق میں ہے۔

ابو ابن الجوزی فقد تابع  
الخطیب وقد عجب سبطا  
منہ حیث قال فی مرآة النور  
ولیس العجب من الخطیب  
فانہ یلعن فی جماعۃ من  
العلماء وانما العجب من  
الجدد کیف سلك اسلوبہ  
وجاء بما ہوا یحظر  
رہے ابن جوزی تو انھوں نے غیب کی  
بیرونی ہے۔ اور ان کے نوادر نے  
اس پر بہت عجب کیا چنانچہ مرآة النور میں  
فرماتے ہیں۔ عجب پر عجب نہیں ہے۔ وہ  
جماعت علماء میں ملعون ہیں۔ العجب تو  
ان زمانہ پر ہے کہ انھوں نے خطیب کا  
راستہ کیوں نہ کیا اور ان سے بھی  
بڑھ گئے۔

قال فی المیزان ص ۱۱۱ فی ترجمۃ  
ایان بن زید وقد اور ذکر  
ایضا العلامة ابو الفرج بن الجوزی  
میزان میں فرماتے ہیں اور ایسے ہی  
ایان بن زید کے ترجمہ میں بھی آیا ہے کہ  
علامہ ابو الفرج جوزی نے نہ ان کی تردید کو



فی الضعفاء ولم یذکر فیہ  
اقوالہن وثقتہ وھذا من  
عیوب کتابہ فیہ و المجرور  
ویسکت عن التوفیق  
ضعیف راہوں میں شامل کیا ہے اور  
ان کی توثیق کرنے والوں کا بالکل تذکرہ  
نہیں کیا۔ یہ ان کی کتاب کا بہت بڑا  
عیب ہے کہ محدث کو بہت اچھی طرح  
بیانی کرتے ہیں اور توثیق کا بائیں تذکرہ  
نہیں کرتے۔

تنبیہ: جابرین کی فہرست میں علی بن المدینی ابو کریب بن ابی  
داؤد اور ابو حفص قرین علی کا نام لکھا گیا ہے۔ ہم نے ابن جوزی کے  
جواب میں ایسی تقریر لکھ دی ہے کہ ان حضرات کی جرح کا جواب بھی معلوم  
ہو گیا۔ لہذا ارادہ کی ضرورت نہیں۔

نوٹ: ابن جوزی کی کتاب المستظم سندوستان میں نایاب ہے  
پیشہ و غیرہ کے مشہور کتب خانوں میں بھی یہ کتاب موجود نہیں  
ہے اور کسی دوسری کتاب میں یہ روایتیں پائی جاتی ہیں۔  
ابن ندیم نے تخریج ہادیہ کے حاشیہ پر سے کوالہ مستظم روایتیں  
نقل کی جاتی ہیں۔ بہر حال اصل کتاب اور ان روایتوں کی  
سند کا کچھ پتہ نہیں۔ لہذا ان روایات سے استدلال کرنا  
غلط اور محض غلط ہوگا۔

تفتیش اور تحقیق سے معلوم ہوا کہ کتاب المستظم جامع الصغیر  
قاہرہ اور مدینہ منورہ کے کتب خانہ محمود میں موجود ہے۔  
محمد اسماعیل منبہل غفرلہ

۲۱ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

(۸) خطیب بغدادی : خطیب صاحب کی کوئی خاص

عبارت ایسی نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ امام صاحب کے متعلق خود ان کا خیال کیا ہے وہ توجہ بیکار ایک مورخ کے مختلف روایات و اقوال کو اپنی کتاب میں جمع کر دیتے ہیں، علاوہ ان کے جو روایتیں تاریخ خطیب سے انہیں کی جاتی ہیں ان کی صحت ثابت نہیں، ابن جریر مصنف بغدادی نے مختصر تاریخ خطیب میں امام ابو حنیفہ کی خوب مدح و ثناء کی ہے اور خطیب بغدادی کو نہایت درجہ کا تعصب اور تلافی بتلایا ہے، خطیب بغدادی نے فقط امام ابو حنیفہ کی روایت پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ امام احمد بن حنبل و غیرہ کی شان میں بھی رقب و یا اس روایات نقل کی ہیں، پس اس طرح سے حضرت امام احمد و غیرہ حضرت کے بارے میں خطیب کا قول غیر معتبر اور مدفوع تصور کیا جاتا ہے اسی طرح حضرت امام ابو حنیفہ کے بارے میں معتبر اور غلط خیال کرنا چاہیے۔

نوٹ : تاریخ خطیب درینہ منورہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

محمد جمیل غفرلہ

رجح الدلائل

(۹) حافظ ابن عساکر الدبرہ : معترضین کی طرف سے

تمہید شرح مؤلفانہ سے یہ عبارت نقل کی جاتی ہے۔ (در حدیث شریک)

عبد الوہاب حلیفہ و هو منی الحفظ عند اهل الحديث

اقول اولاً۔ حافظ ابن عبد البر نے نہایت صراحت کے ساتھ

اپنی کتاب العلم میں امام ابو حنیفہ کی توثیق و تعدیل المرفق رجال بیسے

یکم بن معین، شعبہ، حافظ موصی الزدی اور علی بن المدینی وغیرہم کے نقل

کی ہے اور ہارین کو مفرط اور تجاوز الحد قرار دیا ہے۔

کتاب العلم ص ۱۹ میں ہے۔

قال ابو عمر ابو حنيفة صاحب  
الحدیث فی زم ابی حنیفۃ و  
نجا اولوا الحد فی ثلاث  
واقضا ص ۱۹

الذین زوروا عن ابی حنیفۃ و  
ولفقوا واشتوا علیہ اکثر من  
الذین تكلوا فیہ  
جنہوں نے امام ابو حنیفہ سے روایت  
کی اور ان کی توثیق و تصدیق کی۔ ان کی  
تعداد کلام کرنے والوں سے بہت  
زیادہ ہے۔

ابن حجر مکی شافعی خیرات حسان ص ۳۲ میں تحریر فرماتے ہیں۔

قال الحافظ ابو عمر يوسف بن عبد الله كلام  
عبد الله بعد كلام ذكره و  
اهل الضلالة يستقون من طعن  
عليه ولا يصدر قون بشي من  
السوء ينسب اليه  
حافظ ابو عمر يوسف بن عبد اللہ کلام کو  
ذکر کر کے بعد فرماتے ہیں۔ فقہاء  
امام صاحب پر طعن کرنے والوں کی طرف  
بالکل التفات نہیں کرتے اور ان کی  
جانب مسموم کی جانے والی کسی بڑائی  
کی تصریح نہیں کرتے۔

چونکہ خود ابن عبد البر کی تصریح سے امام صاحب کی توثیق ثابت  
ہے تو اب سمجھنا پابہتہ کہ

هو سئل الحفظ عند اهل الحديث  
سے کیا مراد ہے۔ کیا کل اہل حدیث مراد ہیں۔ یا بعض۔ کل تو مراد نہیں

ہو سکتے۔ کیونکہ وہ خود کلمہ چنے ہیں۔

والذین وثقوا واشتاعوا علیہ  
امام صاحب کی کلامی و فقہی فکر کے لئے کلام  
اکثر من الذین تکلموا فیہ کرتے ممولوں سے زیادہ ہیں۔

ہیں لا محالہ بعض مراد ہیں۔ پھر وہ بعض بھی بہت تھوڑے سے ہیں۔  
حافظ ابن عبد البر کے کلام سے شیعہ صاف پر نکلا۔

ہو سبھی الحفظ عندنا قلوب اہل  
کریم صاحب حضرات اہل حدیث کے نزدیک  
الحديث الذین ھو منوطون  
یعنی الحفظ تھے جو امام صاحب کی باتوں میں  
وہ نتائج ذروں عن الحدیث  
حد سے تجاوز کرتے ہیں اور بوضاحت کے  
فہم وغیرہ مصداقین عن  
شیک امام صاحب کی طرف بڑی کی نسبت  
اہل الفقہ فی سبیلہ المسودہ کرتے ہیں داخل ہوتے ہیں۔  
الذین

اب مقام خود ہے کہ کیا اس جرح سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ  
ہو سکتے ہیں۔ عا شا و کلا ہرگز نہیں بلکہ حسب تحریر حافظ ابن عبد البر خود  
جارج مفرط اور متجاوز عن الحد کہتے جاتے ہیں گے۔

ثانیاً۔ بخاری کے ثقہ راوی ابو سب بن سلیمان کو حافظ ابن عبد البر  
نے ضعیف لکھا ہے۔ مگر محدثین نے اسے افراط قرار دیا ہے (مقدمہ  
فتح الباری ص ۳۵۴) اور صحاح کے راوی زبیر بن محمد کو بھی ابن عبد البر  
نے ضعیف بتلایا ہے مگر محدثین نے افراط پر قبول کیا ہے۔

(مقدمہ فتح الباری ص ۳۵۴)

خود کیا جاتے بخاری کے راویوں پر ابن عبد البر کی جرح افراط پر  
محمول کی جاتی ہے تو امام ابو حنیفہ کے حق میں کیوں نہ محمول ہوگی۔



منازلہ شہید شرح موطا حافظ ابن عبد البر کی اداکل تالیفات میں سے ہے اور کتاب جامع بیان العلم بعد کی الضعیف ہے۔ چنانچہ مختصر جامع بیان العلم ص ۲۰ میں ہے۔

وادخلنا فی کتاب التہذیبین احکم کتاب التہذیبین وضاعت کریمہ میں پس، اعلیٰ تحریر کھلی تحریر (جس میں امام صاحب کی توثیق کی گئی ہے) کے بارے میں نہیں ہو سکتی۔

(۱) حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں امام ضاہب کی توثیق کی ہے اور تقریباً التہذیب و تہذیب التہذیب میں کوئی کمال الضعیف کا نام نہیں لکھا اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں کتابیں خاص فن رجال کی ہیں جس کا موضوع بحر تنقید رجال کے اور کچھ نہیں۔ پس ابن حجر کی طرف الضعیف کا تناسب قابل بحث ہے۔ باقی درایہ تخریج ہمارے ہیں جو حافظ ابن حجر نے یہی تفسیر اور واقفہ کی الضعیف نقل کی ہے۔ اگر مان لیا جائے کہ وہ حکایت نہیں ہے تب بھی اس میں شک نہیں کہ وہ جرح مبہم ہے اور اصول میں مذکور ہے کہ تعدیل و جرح جب دونوں مبہم ہوں تو تعدیل مقدم ہوگی۔ خود حافظ ابن حجر نے شرح نہجہ الفکر میں اسی اصول کو لیا ہے۔ پس اصول کے مطابق یہی کہنا ہوگا کہ ابن حجر کی تعدیل ان کی جرح پر مقدم ہوگی اور یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا کہ ابن حجر نے ابو حنیفہ کو ضعیف اور سنی الحافظ کہا ہے۔ جب کہ مفسرین کا خیال فاسد ہے۔ دیکھو حافظ ابن حجر نے خود لسان المیزان کے دیباچہ میں لکھا ہے فوجہ تخلصہ ان الموحیہ یقبل یعنی ان کے قول و جرح موجب تک مفسر ہو الہ مفسر اھو فیدین الخلف فانی چون نہیں کہ توجہ ہے کہ ان حضرات کے بارے میں ہے ہی کی توثیق و تخریج میں اختلاف ہو۔

۱۱) اصحاب احمد بن حنبل کے کوئی عربی عبارت کسی میں معتبر کتاب سے حضرت امام احمد کی پیشین گوئی کی جاسکتی ہے۔ لہذا حضرت امام احمد ابن حنبل کی جانب تصدیق احمد بن حنبل کی نسبت کرنا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اور بحوالہ محدثہ راجح خطیب و عبارت نقل کی جاتی ہے کہ امام احمد نے فرمایا ہے کہ امام ابو حنیفہ سے روایت نہیں لینی چاہیے۔

اقول باقلا۔ بر تقدیر موت حدیث یہ جرح مبہم ہے۔

مثلاً: حسب تصریح ابن حجر کی شافعی خطیب بغدادی نے جو قدس میں امام ابو حنیفہ کی روایتیں نقل کی ہیں وہ غیر مؤثر و ضعیف آراؤں میں۔

(خبرات حسان ص ۷۷)

ابن مزیہ کو یہ جرح کہ اس روایت کی سند نقل کر کے اس کی صحت ثابت کریں۔

۱۲) حسب قاعدہ معترضین جبکہ امام احمد خود بخود جرح ہیں تو ان کی جرح امام صاحب کے حق میں مضرت نہیں ہو سکتی۔ تنویر الصمیم قدس خطیب نے امام احمد پر جرح کی روایت کو نقل کیا ہے۔

(۱۲) قاضی ابوبکر رحمہ اللہ۔ الفیہ عزیزی کے حاشیہ ص ۳۳ سے ذکر اصل کتاب سے فتح الباقی کی یہ عبارت نقل کی جاتی ہے۔ (فتح الباقی مدینہ منورہ کے کتب خانہ شیخ الاسلام میں موجود ہے)

فیكون قادراً كذا هو الذي هو  
واين عبيد البر واين عذابي و  
نسائي والذات المظني في جاني حفيظ  
ابن مزيه ابن مزيه نسائي وداره  
ابن مزيه ابن مزيه نسائي وداره  
ابن مزيه ابن مزيه نسائي وداره

اقول اولاً۔ قاضی ابوبکرؒ اگر کیا متاخرین سے ہیں۔ انھوں نے ۸۹۲ھ میں فتح الباقی تصنیف کی ہے۔ بعض حضرات نے ان کو ابن ہمام اور ابن حجر کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔ ان کی وفات ۳۴۸ھ میں ہوئی ہے۔ یہ خود کو قاضی امام فن کہتے ہیں بلکہ متقدمین سے ناقل ہیں۔ اب یہ امر قابل تحقیق ہے کہ انھوں نے جو فتح الباقی میں یہ تحریر فرمایا ہے۔ فیکون قناحاً نفس الامر کے مطابق ہے یا نہیں؟ حقیقت الامر یہ ہے کہ یہ اجتہادی قول ان کا مساحتہ سے خالی نہیں۔ کیونکہ امام ذہبی سے امام صاحب کی توہین بخوبی ثابت ہے۔ چہ جائیکہ جرح مفسر اور ابن عدی اور دارقطنی سے بھی جرح مفسر منقول نہیں۔ باقی رہے نسائی سو وہ معتد اور قشود ہیں۔

گھما بیتا کا حدیث  
جیسا کہ ہم دلائل بیان کر چکے۔

پس ان کی جرح کس طرح قاذح ہوگی۔ اور حافظ ابن عبد البر خود امام صاحب کے معتدل اور موثق ہیں اور تہذیب میں جو کچھ ہے سنی الحفظ عند اہل الحدیث ہم نے انہی کے کلام سے ثابت کر دیا ہے کہ اہل حدیث سے بعض اہل حدیث مفرط اور متجاوز عن الحد مراد ہیں۔ پس یہ جرح بھی قاذح نہیں ہو سکتی۔ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ صاحب فتح الباقی نے کمال تحقیق سے کام نہیں لیا اور غیر یقینی نظر کے امام ابو حنیفہؒ کو مجروح لکھ دیا ہے۔

ثانیاً۔ اگر تصوری دہر کے لئے ہم یہ مان لیں کہ حسب قول صاحب فتح الباقی ان لوگوں سے جرح مفسر ثابت ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس کی عدالت، وثاقت، امانت اور جلالت شان ائمہ ملت صاحبین اور ائمہ ملین سے ثابت ہو اس کے حق میں جرح مفسر بھی قاذح نہیں ہوئی۔ دیکھو سبکی کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعیؒ کے حق میں اگر بزرگوں طریقے سے جرح مفسر

بیان کی جائے ہم مرکز نہیں ہمیں گئے۔ فرماتے ہیں۔

ولا یقبل قولہ (لا ین معین) اور بن معین کا قول امام شافعیہ کے  
فی اسنادہ فی و لو فی و فی بالفت ہر سے نامی قبول نہیں ہے۔ چاہے ہر  
ایضاح لقیام القاطع ان غیر طریقہ سے مفسر ہو اس لئے کہ عدم قبول  
محقق بالنسبۃ الیہ ہر دلیل قاطع قائم ہو چکی ہے۔

(الطبقات الشافعیہ ص ۱۹۴)

پس ثابت ہوا کہ صاحب فتح الباقی کا قول خلاف تحقیق اور

عبر ثابت ہے۔

(۱۳) حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب

مصطفیٰ شرح موطا سے ایک مضمون نقل کر کے دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ مولانا  
دہلوی نے امام ابو حنیفہ کو ضعیف اور سنی الحاقہ قرار دیا ہے۔

✓ اقول اولاً حضرت شاہ صاحب کی طرف تضعیف کا انتساب  
مضی غلط اور قریب ہے۔ ملاحظہ فرمائیے مصطفیٰ شرح موطا کی عبارت یہ ہے۔

یا بھلا میں جیسا امامان کے عالم را علم حاصل نظام یہ عظیم المرتبت امام کران کے  
ایشان اعطاء کردہ است امام ابو حنیفہ علم نے نام عالم کا اعطاء کر دیا ہے۔

وامام مالک و امام شافعی و امام احمد امام ابو حنیفہ امام مالک امام شافعی و امام احمد امام ابو حنیفہ

ایں دو امام متاخر شاگرد امام ابو حنیفہ امام مالک ابو ذر و مستند ابن از علم اور امام مالک کے شاگرد احمدان کے

امام ابو حنیفہ و امام مالک ان کے شخصہ اور عصر تبع تابعین نمودند مگر علوم سے فیض یاب ہوئے والہ ہے

اور تبع تابعین کے دور کے معروف امام ابو حنیفہ اور امام مالک ہیں وہ امام کر

کر دوسرے محدثین مثل احمد و بخاری و



مسلم و ترمذی و ابوداؤد و نسائی  
 وابن ماجہ و دارمی یک حدیث از  
 ہمسے در کتابہا کے خود روایت  
 نہ کر دے اندر ہم روایت حدیث  
 ازو سے بطریق نقایات جاری شد  
 و آن دیگر شخصے سمت کہ اہل نقل  
 اتقاقی دارند ہمراہ نگہ چوں حدیث  
 روایت او ثابت شد بدروۃ اعلیٰ  
 صحت رسید۔  
 مقام تک پہنچ گئی ہے۔

شاہ صاحب کی عبارت میں دو مضمون قابل غور اور دلائل قویہ  
 ہیں۔ ایک یہ کہ امام ابوحنیفہ سے رؤس محدثین نے ایک حدیث بھی  
 روایت نہیں کی۔ دوسرے یہ کہ معتز راویوں سے ان کی روایت جاری  
 نہیں ہوئی۔

اول مضمون اگر صحیح بھی ہو

و حدیثی فیہ نظر نہ کما استعفا فیہ  
 میرے نزدیک یہ قابل غور ہے جیسا کہ  
 مختصر یہ معلوم ہوگا۔

تو اس سے امام ابوحنیفہ کی تضعیف ہرگز لازم نہیں آتی۔ ہزاروں  
 تقراری ہیں کہ بعض نے ان سے روایت کی ہے اور بعض نے نہیں کی ہے  
 کسی کی ترک روایت سے تضعیف کا اثبات محض ایک غلط خیال ہے  
 اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی جاسکتی۔ اور اگر دوسرا مضمون صحیح مان لیا  
 جائے تو اس سے اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی روایت معتز

واسطہ سے جاری نہیں ہوئی۔ نہ یہ کہ خود وہ ضعیف تھے۔ دیکھتے صدمہ  
سلف و مسانید و معاجم میں جن کے فوائد خود ثقہ میں مگر شش موٹا کے  
ان کی حد میں معتز واسطہ سے مروی نہیں تو کیا اس وجہ سے وہ ضعیف  
کہے جائیں گے۔ ہرگز نہیں۔

مسند امام شافعی، مسند امام احمد، مسند ابو حنیفہ، سلف ابن ماجہ،  
سلف نسائی، سنن داری، معجم طبرانی، صغیر و کبیر و غیرہ کو دیکھو تصدیق  
ثانیہ و ثالثہ کی کیا ہیں۔ ان میں منوعات روایتیں بھی ہیں مگر باوجود  
اس کے ان کے مؤلفین غیر ثقہ نہیں سمجھے جاتے۔ درحقیقت شاہ قسنتا  
کی عبارت سے غلط مفہوم اخذ کیا گیا ہے وہ مولانا دہلوی کی عبارت  
سے ہرگز امام ابو حنیفہ کی تصدیق ثابت نہیں ہوئی۔

ثانیاً۔ تقریب و تہذیب التہذیب اور خلاصہ سے ثابت ہوتا ہے  
کہ امام ابو حنیفہ نسائی و ترمذی کے راوی ہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں  
پس یہ دعویٰ کہ اصحاب صحاح ستہ نے ان سے روایت نہیں کی سرے  
سے غلط ہے۔

تہذیب، واضح ہو کہ مصنفی کی ترتیب و تہذیب حضرت  
شاہ صاحب نے خود نہیں کی تھی بلکہ مسودات غیر مرتب  
چھوڑ کر مولانا نے رحلت فرمائی۔ وفات کے پانچ چھ ماہ  
بعد آپ کے تمہید خاص مولانا احمد عاشق صاحب نے  
اس کو مرتب کیا ہے۔ جیسا کہ اس امر کو نور مولوی صاحب  
موصوف نے کتاب کے اخیر میں لکھ دیا ہے۔ لہذا یہ مفہوم  
کہ اصحاب صحاح ستہ نے امام صاحب سے روایت نہیں کی

اگر یہ مصطفیٰ میں موجود ہے جو کہ معنی غلط ہے بہار حسن ظن یہ  
ہے کہ مولانا دہلوی کے قلم سے نہ نکلا ہوگا۔ شاید مرتب کتاب  
سے غلط ہو گئی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ثالثاً۔ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس الشریعہ العزیز زانی  
کتاب ایضاً الخیرین ص ۳۴ میں تحریر فرماتے ہیں۔

عزیز الخیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
علیہ وسلم ان فی المذہب  
الحق طریقہ انبیاء علی اوفق  
الطریق ہا السنۃ المہرورۃ  
المتی جمعت وفقت فی  
نہاں البخاری واصحابہ

مقام خود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مولانا ممدوح  
کو یوں تلقین فرمائی کہ مذہب خفیہ میں ایسا عمدہ طریقہ ہے جو سنت  
معروفہ کے ساتھ موافق تر ہے۔ اور جو اس کے مولانا ممدوح امام حسن  
کو منورک الحدیث کیوں فرمائیں گے۔ کہ بیخ تاں کہ جس قدر میں امام ہمام  
ابو حنیفہ پر نقل کی جاتی ہیں ان کا تفصیلی جواب ہم کچھ چکے۔ باقی ان کے  
علاوہ مسلم، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، وکیع بن الجراح، عمر الدانقہ،  
ابن القطان، ابواسحاق القرظری، طاہر بن زہری، ہشام بن عروہ،  
عیلال الدین سیوطی اور عبدالرزاق مناوی کے نام فہرست میں لکھ دیئے  
جاتے ہیں۔

اور امام ابو حنیفہ کے سنی الحافظ اور ضعیف کہنے والوں کی تعداد

مُضَعَّفَاتِ جاتی ہے۔ یہ سب لفظا اور معانی کے اور نہیں ہیں۔ اب ہم معترضین کے چند مشہور اقوال نقل کر کے ان کا رد کرتے ہیں تاکہ معترضین کی عداوت، تعصب اور حسد بام صواب کے ساتھ ظاہر ہو جائے۔ کہا جاتا ہے کہ الوداد و الصبر ۲۵ میں ہے۔

قال ابوحنیفة سمعت ابا داؤد  
يقول ليس بخدايش اهل  
العرفاء نوثر

اقول اولا۔ اس عبارت سے امام ابوحنیفہ کی تصبیح ثابت ہوتی ہے اور نہ کسی کوئی کی بلکہ اصل بات یہ ہے کہ امام احمد ایک نا عن حدیث من ادعی الی غایبہ، جو بواسطہ ابو عثمان مروی ہے۔ اس میں امام کی تصریح ہے کیونکہ یہ حدیث بالقطر حدیثی مروی ہے اور کوفہ کے لوگوں نے اس حدیث میں امام کی تصریح نہیں کی ہے۔ امام احمد اس کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ ان لوگوں کی یہی کوفہ کی حدیث من حدیث الصمد روایت اور واقع نہیں ہے بلکہ اس عبارت کو جرح سے کا تعلق ہے۔

مثلاً: اگر اس خیال کو صحیح فرض کر لیا جائے تو پھر اس عبارت سے تمام اہل کوفہ کی تضعیف ثابت ہوتی ہے اور نہ ہر ہے کہ بخاری و مسلم مسند احمد سنن اربعہ دارقطنی مسند شافعی اور مؤطا امام مالک میں کسی نہر اراوی کوئی ہیں جیسا کہ اسما ابوالجال سے ثابت ہے۔ پس تمام کتابیں حدیث کی حسب خیال معرضین ردی اور ضعیف ٹھہریں گی۔

واللہ! اگر معترضین کے نزدیک اپنی کوہِ سب کے سب شعیف ہیں





وما جزم به شیخنا من ان ابا  
حقیقۃ هو المورث من ہذا  
الحذیث ظاہر لا یشک فیہ  
لانہ لم یبلغ من ابناء فامہ  
مداۃ احدہ  
ہذا۔

✓ اور حافظ ابن حجر شافعی شرات حسان علیہ السلام لکھتے ہیں۔  
✓ و ما یصحہ الاستدلال بہ  
علی حفظ شان اہل حنفیہ  
رحمۃ اللہ علیہ ما روی انہ  
علیہ الصلوۃ والسلام قال  
ترفع ریتہ الذی یاسۃ خمیین  
وما شق  
وہ جس سے امام ابو حنیفہ کی عظمت  
شان ہمارے حال کیا جاسکتا ہے یہ  
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا کہ دنیا کی ریت ایک سو پچاس  
سال تک بندھو گی۔

اب حضرت اوس قرنی کی شرح میں روایت ملاحظہ ہو۔

الفیہ میں ہے۔

والترقی اولیاء اہل الکوفہ حضرت اوس قرنی کو دیکھنے والے تھے۔

مخاوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

✓ و محبوب المصنف القائلین  
یا ولسی عجلیت عزمہ مع  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
بقول ان خیر الناس بعین من جلی  
بقال لہ اولیس  
حدیث عمرہ کی وجہ سے قاضی اوس ہ  
کو مصنف نے صدیق کی ہے میں نے  
ساکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
فرمانے کے کہ ہمیں میں بہترین شخص وہ  
ہیں جن کا نام اوس ہے۔

اور خود امام احمد نے بھی اپنی مسند میں اس حدیث کا حوالہ کیا ہے۔  
اس بنظر انصاف دیکھا جائے کہ خود امام احمد اپنی مسند میں حدیث  
نبوی سے بعض اہل کوفہ کی مدح و تعریف ثابت کر رہے ہیں تو پھر وہ تمام  
اہل کوفہ کو ضعیف اور غیر یکتا کر کہیں گے۔ ایسے اعتراضات سے شرم  
کرنی چاہیے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

ربما یثیرھا مثالی نیش سکر دم  
کبھی کبھی فہم کو سیدھا نہ پایا  
کہا ہوتا ہے کہ مدرب الراوی حدیث میں ہے۔

قال مالک اذا خرج الحدیث  
عن المجاز ان القطع غناہ  
امام مالک نے فرمایا کہ حدیث جب مجاز  
سے نکل جاتی ہے۔ تو اس کا مغز منقطع  
ہو جاتا ہے۔

اور امام شافعی کا قول ہے۔

اذا لم یوجد الحدیث من المجاز  
اصل ذهب غناہ  
جب کسی حدیث کا ثبوت مجاز سے نہ  
ہو تو اس کا مغز مار پٹل ہے۔

اور طاووس نے کہا ہے۔

از حد ثلث العرا فی مائة حدیث  
فاخرج تسعة وتسعين وکون من  
المباقی فی شلک  
ترجمہ سے کوئی عراقی سو حدیثوں میں ان کے  
تواضع میں سے نہ نوے حدیثوں کو بیک  
دے اور ایک سو بیس کو رکھ دے۔

اور نہ ہری نے کہا ہے۔

ان فی حدیث اهل الکوفة  
تغلا کثیرا  
اہل کوفہ کی حدیث میں بہت دھوکا  
تغلا کثیرا

اور خلیب نے کہا ہے۔

ان روایاں اذھم کثیر بنی النخل  
ابن کوفہ کی روایتیں دھوکے سے بھری  
قلیظہ السلام من السبل  
ہوئی ہیں اور کوفہ کی سے بہت کم محفوظ  
ہوئی ہے۔

القول اول: ان اقوال سے نہ ابو حنیفہ کی تضعیف ثابت ہوئی  
ہے اور نہ کسی عراقی نہ کوئی کی اور نہ فقہاء اصول یہ جرح کے اقوال ہیں۔  
خاص خاص مواقع پر خاص وجوہ کی بنا پر ان حضرات نے یہ باتیں بھی کہیں۔  
ثانیاً۔ اگر حسب خیال معترض یہ جرح کے کلمات ہیں تو دنیا سے  
حدیث کا نام مٹ جاتے مگر۔ کیونکہ حسب قول امام مالک و امام شافعی  
ہر حدیث کی اصل مکہ مدینہ سے ملنی چاہیے اور حسب قول نہری عراقی یعنی بھری  
و کوئی اور بغدادی و غیر ہم کی روایات فی صدی ایک ہی قابل اعتبار ہو گئی اور  
حسب قول ہشام بن عروہ عراقی کی فی ہزار لوگوں سے احادیث مندرجہ اور  
اس احادیث محمل بالحق ہوئی گی کھائی نہ دریب الدیوی۔

وقال هشام بن عروہ ۱۵۱  
ہشام بن عروہ نے کہا کہ اگر تم سے کوئی  
حدیث ثلث العساقی یا ثلث حدیث  
عراقی ایک ہزار حدیثیں بیان کرے تو ان  
خالق تسع ما شاء وتسعين وكن  
میں لوگوں سے کوئی نہ کرے اور اس  
من الہادی فی ثلاث  
درختوں پر مشکوک رہ۔

اب معترضین اس قاعدہ کو سامنے رکھ کر احادیث کی جانچ کریں جنہیں  
کتاب میں احادیث کی موجود ہیں۔ مثلاً بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد و ترمذی۔ نسائی  
ابن ماجہ۔ مسند امام اعظم۔ مسند امام شافعی۔ مسند ابوداؤد۔ طحاہی۔  
معجم طبرانی۔ صغیر دارقطنی۔ موطا امام مالک اور سنن دارمی و غیرہ میں سے





افول اور نہ یہ کوئی کلمہ جرح کا نہیں ہے اور نہ امام صاحب کی  
اس سے تصدیق ثابت ہوتی ہے کیونکہ قیام کے معنی محاورہ میں یکنا اور بے نظیر  
کے بھی آئے ہیں۔ صحاح ص ۳۳۲ میں ہے۔

وکل شیء مفاد بغیر نظیر  
فہو بقیہ فقل درۃ یتیمۃ  
قال الاصمعی الیتیم المصلۃ  
المصلۃ درۃ قال وکل منصرف  
وصفۃ درۃ عند العرب یتیم  
و یتیمۃ

لیں عبد اللہ بن مبارک کے قول کا یہ مطلب ہوا امام ابو حنیفہ  
حدیث میں یکنا اور بے نظیر لکھے۔ چنانچہ اس کی تائید خود ابن مبارک کے  
دوسرے قول سے ہوتی ہے۔

مناقب کروری ص ۳۳۲ میں ہے۔

عن ابن العیاض قال اعلم  
علی الناس بالحفظ والفقہ و  
النصیۃ والذیۃ والذیۃ  
الذیۃ

عبد اللہ بن مبارک امام صاحب کے شاگرد تھے انھوں  
نے حضرت امام اعظم کی بہت زیادہ تعریفیں کی ہیں۔ مناقب موفقی  
ابن احمد مکی ص ۱۵۲ میں ہے۔  
سوید بن نصر کہتے ہیں۔

صحبت ابن المبارک بقول لا  
تقولوا سراہی ابی حلیفہ، لیکن  
قولہ نفسہ الخاریت  
یہ حدیث کی تفسیر ہے۔

نیز فرمایا جس نے امام صاحب سے کلمہ  
حاصل نہیں کیا وہ محروم ہے۔

عبد اللہ بن مبارک نے فرمایا تمام علماء  
میں امام ابوحنیفہ جیسا کوئی عالم نہیں کھڑا  
وردہ نہیں ہوئے وہ ائمہ ہیں نہ ستار

نیز فرمایا مبارک نے امام حدیث پر عمل کرنا  
ضروری ہے اور حدیث کے سمجھنے کے لئے  
امام ابوحنیفہ کا قول ضرور سمجھنا  
اس کے ذریعہ حدیث کی صحیح تاویل اور  
معنا

حق معلوم ہو جائیں۔

اور بہت سے اقوال عبد اللہ بن مبارک کے امام صاحب کی  
شان میں شائع اور کتابوں میں مذکور ہیں پس معلوم ہوا کہ مقررین نے جو  
عبد اللہ بن مبارک کو جارج امام صاحب سمجھا ہے یہ محض نفس پرستی اور  
غلط فہمی ہے۔

شافیہ بر تقدیر تسلیم ممکن ہے کہ عبد اللہ بن مبارک نے یہ کلمہ  
اس وقت فرمایا جو جب امام صاحب علم کلام کی طرف زیادہ مائل تھے  
اور علم حدیث و فقہ کا زیادہ اشتغال نہ رہا ہو۔ اور امام صاحب کی  
تقریریں اور ان کی تعدیل و توضیح جو عبد اللہ بن مبارک نے کی ہے

وہ اس وقت کی ہوں جبکہ امام صاحب محدث و فقیہ ہو چکے تھے۔  
 اہذا عبد اللہ بن مبارک کے دونوں قول صحیح ہو سکتے ہیں اور امام صاحب  
 پر کوئی حرف بھی نہیں آتا۔

کہا جاتا ہے کہ امام صاحب کو حدیث میں چنداں دخل نہ تھا، اہل  
 سترہ محدثین جانتے تھے، یاروخ ابن خلدون میں ہے، فالجوحیفہ  
 یقال بلغت روایتہ الی سبع عسرة حدیثاً۔

**جواب۔** ابن خلدون نے کسی معمول شخص کا قول نقل کیا

ہے، جو لفظ اور بدیہی البطلان ہے جیسا کہ تعبیر لفظ یقال  
 نہعت مقولہ پرواں ہے، اور اسی جگہ صراحت یہ بھی مذکور ہے۔  
 وقد نقول بعض المتخصصین ان محمد بن کان قلیل البصيرة  
 فی الحدیث ولا سلیل الی هذا المعتقد فی کما ان لا فہم  
 لا الشریعۃ انما توخذ من الکتاب والسنة۔ الخ

در حقیقت امام صاحب کو ہزاروں احادیث اور ہزاروں  
 آثار صحابہ معلوم تھے، مگر آپ نے چونکہ اشرف علم فقہ کو زیادہ اپنایا  
 اس میں انہوں نے تدوین فرمائی اور وہ مقنن اور مدون تھے اس  
 لیے فقیہ مشہور ہوئے، اور چونکہ محدث الفاظ حدیث کا ذمہ دار ہوتے  
 اور فقیہ معانی احادیث کو زیادہ جانتا ہے اور استنباط مسائل کرتا ہے اس  
 لیے اس کا مرتبہ زیادہ ہے، چنانچہ امام ترمذی نے اب فضل میں لکھا ہے۔  
 اور یہی فقہانے فرمایا اور حدیث کے معانی کو زیادہ جانتے ہیں امام صاحب  
 کو امام ذہبی نے حفاظت حدیث اور محدثین کے طبقہ خامس میں شمار  
 کیا ہے جس طرح بہت سے صحابہ و تابعین اور محدثین



حدیث کو بشکل حدیث بہت کم بیان کرتے تھے بلکہ بشکل مسئلہ بیان کرتے تھے۔ اسی طرح امام صاحب نے بھی احادیث کو بشکل حدیث بیان نہیں کیا۔ البتہ مسائل مستنبطہ من الہ احادیث کو بجزرت بیان کیا ہے۔ دوسرے قلیل الروایت ہونا ظلیل العلم پر مرگز وال نہیں۔ دیکھئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق نواب صدیق حسن خاں صاحب تفصا در میں لکھتے ہیں کہ:

چشت حدیث الروے مروی است ان سے صرف تہذیب میں مروی ہے

کہا جاتا ہے کہ امام صاحب حدیث صحیحہ پر قیاس کو مقدم کر دیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے محدثین ائمہ میں نے ان کو امام اصحاب الراے لکھا ہے۔ جو اب اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ حدیث کو الہ کے طاعتی رکھ کر محض قیاس سے کام لیتے تھے تو یہ محض غلط ہے کوئی ادنیٰ مسلمان بھی ایسا نہیں کر سکتا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عن سید اللہ ربہ خیر و افضلہ فی الدین کا مصداق کامل بنایا تھا اس لئے آپ کتاب و سنت کے معانی و مطالب کے سمجھنے میں عقل و قیاس کو بہت زیادہ دخل دیتے تھے اور ہر پہلو کو خوب اچھی طرح دیکھ لیتے تھے۔ دین کے بارے میں عقلا زمانہ کے امام تھے۔ لہذا ائمہ میں ان کی تعریف میں امام اصحاب الراے لکھا ہے۔

آپ کے اسن الراے پورے میں تو کچھ کلام ہی نہیں بڑے بڑے تھا در حال نے آپ کی رائے کی تعریف کی ہے اور علامہ ترمذی نے تہذیب التہذیب میں اور دوسرے علماء نے اپنی تالیفات میں بھی ان معین کا قول نقل کیا ہے۔

صحبت یحییٰ بن سعید القطان بھی بن سعید القطان کو یہ کہنے ہوئے سنا کہ

بقول لا مکن علی اللہ صا  
معنا احسن من سہائی الخلیفہ  
برگزیدہ نہیں ہوں گو حقیقت ہے  
کہ امام ابوحنیفہ کی رائے سے بہتر ہم نے  
کسی کی رائے نہیں دیگی۔

قلت عمر بیت۔ مخالفین نے امام ہمام پر ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ  
حضرت امام ابوحنیفہ کو عرفی بہت کم آتی تھی۔ چنانچہ اس میں ابن طلکان  
کا قول نقل کیا جاتا ہے کہ جب ابوحنیفہ کوئی نے امام صاحب سے پوچھا کہ  
کیا قاضی بالتشغل پر قصاص ہے۔ تب امام صاحب نے فرمایا لا لحدیث  
بابا قیس کہنا چاہیے تھا مانی قیس یا بھر ذکر بابا قیس بالتص  
خود فرمائیے کہ عراق کھٹکا مرزد ہا ہے۔ بڑے بڑے تمام تھوڑی وہی ہوئے  
ہیں۔ ہزار ہا صحابہ وہاں وارد ہوئے جو فصاحت و بلاغت کے امام تھے  
حضرت امام ابوحنیفہ کا انشور و سنان کی تربیت و تعلیم سب اسی ماحول میں  
ہوئی۔ بڑے بڑے تھوڑے لغت کے ائمہ خود امام صاحب کے تلامذہ  
میں تھے۔ پھر معلوم کس طرح امام صاحب کی طرف قلت عربیت کو  
منسوب کر دیا گیا۔ درحقیقت امام صاحب عربیت کے بھی پیشوا اور امام  
تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ابو سعید سیرانی، ابوعلی قاری اور ابن جزی جیسے نامور  
عربیت نے باب الاشیان میں امام صاحب کے الفاظ کی شرح کے لئے  
کتاب میں تالیف فرمائی ہیں اور لغت عربیہ پر آپ کی وسعت نظر اور دافر  
اطلاع پر اظہار تعجب کیا ہے۔

امام ابو بکر رازی نے لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم کے استاد حضرت  
امام شافعی کے مقابلہ میں زیادہ لطیف اور فصیح ہیں اور ظاہر ہے کہ خود  
شجر بغیر بلاغت کے ممکن نہیں۔ (مناقب کردی ص ۵۵)

امام صاحب پر قلت عربیت کا اعتراض کرنے والوں نے آپ کی طرف جو کلمہ "صاحہ بابا قہیس" منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ مونا چاہیے۔  
 تھا یا بی قہیس یا بلخ اور امام صاحب نے بابا قہیس بالتحصیل  
 کہا جو قاعدہ کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ بالرفعت مبارکہ میں سے ہے۔  
 اس اعتراض کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ کلمہ امام صاحب سے کسی کتاب  
 میں قابل اعتماد سند سے ثابت نہیں اور بالعرض صحیح بھی ہو تو بعض قبائل  
 عرب کی دیر سے کوفیوں کی لغت میں ادب کا استعمال جب غیر ضمیمہ منکلم  
 کی طرف ہو تو تمام احوال میں لغت کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔  
 چنانچہ اسی قبیل سے یہ مشہور شعر بھی ہے۔

ان اباہا و ابا اباہا قدا بلغا فی الجہد غائبا تھا

یہ ایک سرسبز والد اور دادا دو نور بزرگی کے اعلیٰ مقام کا پہنچ گئے

ظاہر ہے کہ امام صاحب بھی کوئی شخص تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ  
 کی لغت بھی یہی ہے جیسا کہ بخاری میں ہے کہ انھوں نے انت ابا جھل  
 فرمایا۔ نیز بابا قہیس اس نکر می کو بھی کہتے ہیں جس پر گوشت لٹکا یا جاتا  
 ہے اور ابو سعید سیرانی نے کہا ہے کہ یہاں امام صاحب کی مراد یہی  
 ہو سکتی ہے۔ زجیل ابنی قہیس جیسا کہ مؤرخین نے سمجھا ہے۔

## فقہ حنفی کے مسائل کی ثبوت میں احادیث و آثار

جماعت اہل حدیث کی طرف سے اعلان کیا جاتا ہے کہ فقہ حنفی کے بہت سے مسائل  
الہامی ہیں کہ ان کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے نہیں ہوا اور نہ ان مسائل کو ثابت کرنے  
کیلئے اصناف کے پاس کوئی حدیث ہے کہ اس مسئلے میں یہ لوگ متغیر ہر ہزاروں طرح  
سے زبان میں تشبیہ و تکرار کرتے ہیں کہ اس لئے ہم ان مسائل کے متعلق حدیث بیان  
کرتے ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے ثبوت میں کوئی حدیث نہیں ہے  
ناکہ یہ امر واضح ہو جائے کہ فقہ حنفی کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں جو جس کے ثبوت میں حدیث  
نہ ہو اور کوئی ایک مسئلہ بھی حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

ہمارے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کہ دوسری مہاشب حدیث نہیں ہے اور نہ ہم اس مسئلہ کے بارے  
میں حرج سے بحث کریں گے بلکہ ہمارا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ متغیر ہرگز غلط راہ پر نہیں  
ہیں ان کے پاس مسائل کو ثابت کرنے کیلئے احادیث اور آثار صحابہ میں نہ کہ مؤلفین نزدیک  
اور معتبرین بدترانی اور بدگمانی سے محفوظ ہیں۔

یہ مسئلہ امام کے پیچھے فقہ کی کسی ذرا میں بھی ہو، چھری ہر راہی ذرا اللہ بڑے  
اور نہ سورت۔

(۱)

حدیث: **عن ابی موسیٰ والوفی رحمہ** حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت ابو ہریرہ  
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رواہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما



فاجعل النام ليوم به غدا اكبر تكبير  
واذا قرا، فاستمعوا واذا قال سمع  
الله لمن حبه لا تقولوا اللهم ربنا انت  
الحمد سلم شريف متصلا به مكتوبة لغيره  
صلى الله عليه وآله وسلم في دبره

عمر بن الخطاب عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له إمام فليقر الإمام لا تقوم الساعة إلا بمثل ذلك

صريحاً عن حادثه عن علي بن ابي  
سنان رجل النبي صلى الله عليه وسلم  
اقره خلف الامام او انصت قال لا  
انصت فانه يجهلك رواه البيهقي في  
كتاب الخرافه

عمریٹ مکہ عن اہل جسرہ قال قلت  
لہن حیاسن اقرأوا لہن بین بی دی  
فقال لا علمای شریعت

عمر بن الخطاب عن أنس بن مالك عن رسول الله  
صلى الله عليه وسلم أنه قال: من قرأ القرآن  
كان له نور يضيء به يومئذ. (مسند الإمام  
أحمد بن حنبل)

کہ وہ ہم سے مغرب کی جانب سے آئے گا اس کی آیت کی تفسیر  
 میں بہت سے لوگ ہیں کہ تم میری تفسیر کرو اور جب اہل علم قرأت  
 کے لئے تو تم کو ان کے لئے کہ وہ اہل علم سے تفسیر نہیں کر سکتے  
 کہ ان کے لئے ہم نے کتاب اور کیا کہ وہ اس حدیث کو مسلم  
 اور ابوداؤد نے ان کے لئے اور ابن ماجہ نے وہ حدیث کی ہے  
 حضرت جابر سے وہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 فرمایا کہ تم لوگو! تم میری تفسیر کرو اور میں تم کو  
 ان کی قرأت کو تمہیں تفسیر کی قرأت ہے وہ حدیث کی ہے  
 میں کہوں گا اس لئے۔

سفرِ اہل حق اور شہرِ کفر میں اگر ایک شخص نے  
 بھی کریمِ اعلیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ  
 مجھ میں قوتِ کربوں اور انگوٹھوں میں آیت  
 ہے تو اے خداوندِ رحیم - روایت کیا اس  
 سے حق نے

ابو جبرو نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ امام  
کیسے تھے کہ یہ پڑھوں غرض ہے کہا کہ نہیں۔ روایت  
کرا اس کو عوامی ہے۔

حضرت عمران بن حوشین غفرلہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن عظیم کے متبع و خاتم الکرست تھے۔ (روایت کیا یہی ہے کتاب القراءین)۔



دو قسم مسئلہ: ۱۔ رفع ۲۔ صرف بخیر قریب میں کہہ کر دکر ہے۔

حدیث: ما من علقہ نالی قال عبد الله  
بن مسعود الا اصلہ بکرمہ و لوة رسول  
الله صلی اللہ علیہ وسلم نفسی علم یوم  
یبدیہ الا اولاً مرقوفی الباب من  
برادر بن حاذب حدیث ابن مسعود  
 حدیث حسن و ترمذی شریف (۱۰۰۰)  
 حدیث: ما من یزید بن رسول الله  
صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا فتن  
الصلوة رفع ید ید الی قریب من  
اذنیہ ثم لا یعود الیہ و اذا رغب الی  
تشریف مسئلہ: ۱۔ میں میرا نماز میں بھی تشریف ہے۔

حدیث: ما من یزید بن رسول الله  
صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا فتن  
الصلوة رفع ید ید الی قریب من  
اذنیہ ثم لا یعود الیہ و اذا رغب الی  
تشریف مسئلہ: ۱۔ میں میرا نماز میں بھی تشریف ہے۔

حدیث: ما من یزید بن رسول الله  
صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا فتن  
الصلوة رفع ید ید الی قریب من  
اذنیہ ثم لا یعود الیہ و اذا رغب الی  
تشریف مسئلہ: ۱۔ میں میرا نماز میں بھی تشریف ہے۔

حدیث: ما من یزید بن رسول الله  
صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا فتن  
الصلوة رفع ید ید الی قریب من  
اذنیہ ثم لا یعود الیہ و اذا رغب الی  
تشریف مسئلہ: ۱۔ میں میرا نماز میں بھی تشریف ہے۔

۱۰۰۰







مع التکبیر فی الفتوت (علماء الرعاہہ) گزارشات کیا ہے

✓ الحمد للہ مولانا عبدالحی اسحاق صاحب مدظلہ العالی

رحمۃ الرعاہہ

۸) مشکوٰۃ شریف میں ملائقین ایک ساتھ دی جائیں تو تینوں ملائقین پر جائیں گی اور موت مطلقہ منتقل ہو جائے گی۔

حدیث: عن ابن عمر عن قتیبۃ بن شیبہ عن رسول اللہ ﷺ انہما ینزلان فی جملی  
 اور ایتہما ینزلان فی جملی  
 ابن ارجعہما فقال لہ کانت شیبۃ  
 ملائقہ کانت معصیۃ راوحتہ

ابن ابی شیبہ روایت فرماتا ہے

حدیث: یومیرہا فی کل طویل حدیث میں کو امام کا رہی ہے اسے باہر سے جو راہ طلاق نکلتی  
 میں روایت کیا ہے اس حدیث کے اخیر میں ہے

فلما فرغا قال ہو بہو کذا بت علیہا  
 یا رسول اللہ انہما ینزلان فی جملی  
 ملائقہ ہوتے تو میرے کہا کہ اگر میں اس کو اپنے  
 پس روکوں تو میرا ہوں پھر میں ان میں سے  
 میں ملائقین میں اس میں سے کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا

حضرت عمر نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مجلس میں ملائقین میں  
 آپ نے اس میں سے ایک اور میرا فرمایا کہ میں ملائقین میں ان سے کہتا ہوں کہ میں ملائقین  
 کو نافذ فرمایا جیسا کہ ابوداؤد کی حدیث میں اس کی عبارت ہے۔

حدیث: عن ابن شہاب عن سہیل قال وطلقہا ثلاث تطلقات  
 عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانفقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(ابوداؤد)

ہیں حضرت اس لئے کہ جب جویر سے تین ملائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے  
 ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نافذ فرما دیا (ابن ماجہ و ترمذی)

حدیث: عن عائشہ: ان رجلاً طلق امرأته ثلاثاً فتروجت فطلق  
 فدخل الثوب بوطء اللہ علیہ وسلم  
 اخل اللہ فی قال لا تعانی بیذا و فی  
 عیلتہا کی ذاتی الاولیٰ انما رہا یہ  
 میں ہر اطلاق الثلاثہ

حدیث: ان رجلاً جاء فی عبد اللہ بن مسعود فقال انی طلق امرأتی ثلاثاً  
 فطلق فقال ابن مسعود فاما  
 قبل فقلت قال قبل فی انہا قد بانفت  
 منطلق فقال ابن مسعود صدقوا  
 مثل ما یقولون  
 (ابن ماجہ و ترمذی)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعود کا فتویٰ یہی ہے بلکہ یہی  
 معلوم ہو اگر اس وقت ہم اہل کوفہ یہی فتویٰ دیتے تھے۔

حدیث: نعمان بن ابی عیاش انصار بنی سدر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص  
 حضرت عبداللہ ابن عمر ابن العاص سے اس شخص کے پاس میں مسکرا پوچھنے کہتے آئے ہو  
 پوچھ پوری کہ ہاں ہر تین ملائیں سے چکے تھے۔  
 حضرت علی کہتے ہیں کہ اس موقع پر میں نے کہا کہ اگر وہ کی طلاق تو ایک ہے۔

فَقَالَ يَا حَبِيبَ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ  
الْعَاصِ ابْنُ ابْنَتِ قَاصٍ الْوَاحِدَةِ  
تَبَيَّنَهَا وَتَشَلَّاتِ تَحْرِيهَا عَنِ التَّكْلِجِ  
فَوَجَّاهُ خَيْرُهُ (مَوْطَأُ إِمَامٍ رَكِبَ)

حدیث: محمد بن ابی اسیر کے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بے ارادت  
سویچہ تین طلاقیں دیدیں پھر اس کی بیٹہ بھائی کو اس سے نکاح کر کے وہ بیوی بیٹے کیلئے  
آیا اور میں اس کے ساتھ گیا۔

فَسَلَّ حَبِيبُ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ  
عَمْرِو بْنِ عَنِ الْقَائِدِ فَتَزَلَّ لَانُورِي  
إِنْ تَكْلَعُ حَتَّى تَكْلَعُ فَوَجَّاهُ خَيْرُهُ  
قَالَ فَابْتَدَأَ كَانِ طَلَاقِي وَاحِدَةً  
فَقَالَ مِنْ حَبِاسِ تِلْكَ أُرْسِلَتْ  
مَا كَانَ لَكَ مِنْ فَتْلٍ

(مَوْطَأُ إِمَامٍ رَكِبَ)

حدیث: ابن رجبل قال لعبد الله  
بن عباس اني طلقته امرأتك  
ماتة تطليقة فهاذا استر من  
علي فقال له ابن عباس طلقته  
ماتة بسلامة وسبح وتسعوت  
اتخذت منها ايات الله هزوا  
وموطأ امام ركب

ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے کہا کہ  
میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں  
آپ کے خیال میں یہ کیا چیز ہے جو کہ اس سے اس  
جاسم نے کہا وہ تین طلاقیں کے ذریعہ تھم سے  
آگاہ ہو گئی اور ستائیس نکاحوں کے ذریعہ  
تو نے اللہ کی آیتوں سے استہزاء کیا۔



حديث - عن مالك بن الحارث  
قال جاء رجل الى ابن عباس فقال  
ان محمداً طلق امرأته ثلاثاً فقال  
ان كنت عسى الله فاشم الله واطاع  
الشيطان فلم يجعل له محمداً  
(ومما في الآداب العامة)

حدیث۔ عن انس قال لا تغفل  
لہ، حتی تمسک بحبلہ  
روی ابی نعیم عن الامام  
حبيب عن ابی ثابت قال جاء  
رجل الى علي بن ابي طالب فقال  
اني ظلمت امرأتی انما اقول  
لہ، حملہ بانث منث بشوات  
(امام علی شریف)

حضرت - روئے القیوم ایضاً من صلاتہ  
 ابن ابی یحییٰ قال جاء رجل  
 الى عثمان بن عفان فقال  
 طلقك الفراق قال بانت منك  
 ثلاث (طحاوی)

حديث. قال الليث عن نافع  
كان ابن عمر إذا سئل عن

حضرت داؤد ابن عمارؓ نے اپنے کہا ایک شخص  
حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے اور کہا کہ میں  
چاہتا ہوں کہ میں تمہاری باتیں سیکھوں اور  
انہیں اپنے دل میں لکھوں اور انہیں اپنے  
پس اندھ تعالیٰ سے کہے کہ میں تمہاری  
کتابوں میں سے لکھوں اور انہیں اپنے

حضرت امینہ رضی اللہ عنہا کہیں کہیں اطفال کو کھانے پینے پر بلاتی تھیں  
ایکے والدین اس پر چونکنا شروع کر دیتے تھے کہ بچوں کو کھانا پینا  
حضرت امینہ رضی اللہ عنہا سے ضرور ہوتا ہے کہ ایک شخص  
حضرت امینہ رضی اللہ عنہا کے پاس نہ آئے تو ان کا کہیں سے نہ آتا  
یہی وجہ کہ وہ اطفال میں دلی میں آپ سے ملتا تھا  
وہیں اطفال سے ان کی ملاقات تھی۔  
(طبرانی)

حضرت امیر کبیر نے مسعود بن ابی مرثد سے یہ بھی روایت کیا کہ جس شخص نے حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس یا کعبہ کو کیا کسی بے نیازی پر جی کو ہزار روپیہ کی دعا دی اور اس شخص نے کہا کہ وہ قرآن طاقوں سے خدا کو گناہ عطا دے

حضرت ابن عمر سے جب تعین طلاق کے بار میں سوال کیا گیا تو اس نے فرمایا کہ ایک بار دو طلاق دینا

طلق ثلاثا قال لو طلقنت مرة  
او مرتين فان الله عليه  
وسلم امري بهذا فان طلقته  
ثلاثا حرمت حتى تنكح زوجا غيره

نارین شریف رحمہ اللہ

حدیث۔ وكان عبد الله اذا استثنى  
عن ذلك قال لا تحذفهم اعانت  
طلق امرأتك مرة او مرتين  
فان رسول الله صلى الله عليه وسلم  
امن في بهذا وان كنت طلقته  
ثلاثا فقد حرمت عليك حتى  
تنكح زوجا غيره وعصيت الله  
فيما امرت من طلاق امرأتك

محمد مسلم رحمہ اللہ

حدیث۔ من مہمل قال كنت عند  
ابن عباس فجاه رجل فقال الله  
طلق امرأته ثلاثا قال فسكت  
حتى ظننت انه رادها اليه ثم  
قال يتطلق احدكم فليترك العروقة  
ثم يقول يا ايها ابن عباس يا ابن  
عباس وان الله وان ومن يتنق

چاہیے کہ اگر حضرت صم نے کویسا ہی حکم دیا  
تھا اور جب کہ تیسرے تین طلاق دی تو وہ عورت  
اب حرام ہوگئی جب تک کہ دوسرے سے  
نکاح نہ کرے۔

بخاری شریف

جب کوئی شخص تین طلاق دے کر اپنے عرس  
پر چلا تو فرستے کہ ایک یا دو طلاق دینا چاہیے  
تو آنحضرت نے بھی ایسا ہی حکم دیا تھا اگر  
تیسرے تین طلاق دی ہیں تو وہ عورت تم پر  
حرام ہوگئی جب تک کہ دوسرا نکاح نہ کرے  
اور تم نے اللہ کی نافرمانی کی۔

محمد مسلم شریف

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ابن عباس کو  
پاس آنا دیکھا جس نے کہا اور کچھ لگا رہا ہے تو میری  
تین طلاق یاد ہے یا حضرت ابن عباس حاضر ہو  
میں آؤں گا کیا کرنا ہے میری حالت کا علم دیجئے میرا ہوش ہے  
فرمایا مانتے ہو سو رہا ہے میں کہہ کر دیکھتا ہوں  
عباس لے آنا عباس نے اس طلاق کو لے لیا کہ جو خدا کو  
پسند ہے کیلئے چلائے کہ میری تین طلاق یاد ہے



حدیث۔ نولاً فی جمعیت جسدی  
 (وحدانی) ابی انہ سمع جسدی  
 یقول ایما رجل طلق امرأته ثلاثاً  
 عند الإقرار أو ثلاثاً بمصلحة لم یصل  
 له حتی یتکلم ذو جأه و یؤمر لراجعته  
 بالطلاق ۛ ۛ سنن کبریٰ ۛ ۛ  
 اگر مرد نے اپنے دائرے سے تین بار طلاق فرما کر میں طلاق  
 والہ کی سزا دے دے تو اسے طلاق کی ایک حد ہے  
 تین باروں کے ساتھ یہ سزا ہے اگر شوہر نے اپنی عورت  
 کو تین طلاقوں میں دیا ہے وہ اسے تین طلاقوں میں  
 ایک طلاق میں دینے سے تو بہتک وہ عورت و شوہر  
 سزاوارکے ہیں جو شوہر کیلئے طلاق میں طلاق کی حد  
 عورت کو ضرور دینا ہے آ (امام غفر)

ان احادیث بروی اور ناچھوٹا ہے پورے طور پر واضح کر دیا کہ ایک مجلس کی تین  
 طلاقیں یا ایک گھر میں تین طلاقیں یا تین جگہوں میں  
 اب یہی حدیث رکازہ جس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ طلاق دینے والے کی نیت  
 کا اعتبار ہوگا۔

اگر تین طلاقوں میں ایک کی نیت کی گئی تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔  
 حدیث رکازہ۔ عن عبد اللہ بن  
 یزید بن رکنہ عن ابیہ حسن  
 جده قال انجبت المنی حتی اقلد  
 علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ  
 انی طلقت امرأتی المیتة فقال ما  
 اردت بها قلت واحدا قال و  
 اللہ قلت واللہ قال فہو ما اردت  
 ترجمہ شریف ۛ ۛ  
 حضرت رکانہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں  
 کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور  
 عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عورت کو طلاق  
 الیہ دی ہے آپ نے فرمایا تم نے کیا کہا یا رسول اللہ  
 میں نے عرض کی کہ ایک طلاق کا آپ نے فرمایا تو ایک  
 کاردار کو کہہ دیجئے کہ تم نے ایک طلاق کی نیت کی تھی  
 میں نے آپ سے فرمایا اور وہ کہہ ملا علی ایک طلاق  
 ہوئی۔

حدیث۔ عن جبر اللہ بن جبر اللہ  
 حضرت رکانہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق



بیزید بن زکاتہ عن ابیہ عن جلدہ  
 انہ طلق امرأته البیضاء فاتی رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسأله  
 فقال ما اردت بها قال ولحد فقلت  
 اطلقها اردت بها الا واحدا فانی  
 اطلقها اردت بها الا واحدا فانی  
 قوله صلی اللہ علیہ وسلم انہ طلق امرأته البیضاء فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسأله فقال ما اردت بها قال ولحد فقلت اطلقها اردت بها الا واحدا فانی اطلقها اردت بها الا واحدا فانی  
 انہ طلق امرأته البیضاء فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسأله فقال ما اردت بها قال ولحد فقلت اطلقها اردت بها الا واحدا فانی اطلقها اردت بها الا واحدا فانی

ذکر وہ بالا حدیث رکنا کہ ہرگز یہ بات نہیں ممکن کہ فاطمہ کے کہنے سے ہی نیت  
 کا اختیار کیا جائے گا کیونکہ خود حضرت رکنا جس مردی ہے کہ انھوں نے اپنی محرمات کو فاطمہ  
 البیضاء کے ساتھ طلاق دی کہ جس ایک توڑیا ملک کی گنہگار بنی ہوئی ہے ایک طلاق کی نیت کی  
 ہو تو ایک اور میں طلاق کی نیت کی ہو تو تین واقع ہوئی ہیں، پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو کس کی خبر دی اور کہا واللہ ما اردت الا واحدا فاطمہ کی قسم میں نے ایک ہی طلاق  
 کی نیت کی ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واللہ ما اردت الا واحدا فاطمہ کی قسم تو نے  
 ایک ہی کی نیت کی تھی تو رکنا نے کہا واللہ ما اردت الا واحدا فاطمہ کی قسم میں نے ایک  
 ہی کی قسم لی تو فرمایا جو قسم نے نیت کی ہے وہی کا اختیار ہے۔

خود فرمائیے اگر ایک ہی واقع ہوئی تو قسم لے کر ایک طلاق کی نیت متعین کرنے کی  
 کیا ضرورت تھی، غرض یہ کہ ایک کی نیت ہو یا تین کی ایک ہی شمار ہوگی ہذا بات قطعاً  
 قطعی ہے کہ تین طلاق ٹیپنے کے ارادہ سے تین سے تیب ہی ایک ہی واقع ہوئی ہے تین  
 نہیں ہوئیں۔

نوافل مستطربہ تراویح کی بیسی رکعات ہیں۔

حدیث۔ عن ابن عباس ان النبی

صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی

فی شہر رمضان فی غیر جماعۃ

عشرین رکعۃ والوتر (بخاری ص ۱۲)

حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کو طبرانی نے کبیر میں، ابن عدی نے مسند میں

اور بیہقی نے مجمع معما پر بیان کیا ہے،

حدیث۔ کان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم یصلی فی رمضان

عشرین رکعۃ والوتر

(تجارب المعاریف)

حدیث۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام داؤدی کے واسطے نقل کیا ہے،

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی

با النہاس عشرین رکعۃ تسلیتین

فلما کان فی اللیلۃ الثالثۃ اجتمع

النہاس فلم یخرج الیہم ثم قال

من الغد انی خشیت ان تفرض

علیکم ثلاثۃ یقوتوا متفق علی

صحیحہ دون عدد والوکعات

حدیث۔ عن ابن عباس ان النبی

صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی شہر

رمضان عشرین رکعۃ

(بخاری ص ۱۲)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیسی رکعات

تلاوت فرماتے تھے۔

اور بیہقی نے مجمع معما پر بیان کیا ہے،

حدیث۔ کان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم یصلی فی رمضان

عشرین رکعۃ والوتر

(تجارب المعاریف)

حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کو طبرانی نے کبیر میں، ابن عدی نے مسند میں

اور بیہقی نے مجمع معما پر بیان کیا ہے،

حدیث۔ کان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم یصلی فی رمضان

عشرین رکعۃ والوتر

(تجارب المعاریف)

رمضانِ حشرین رکعت  
پڑھا کرتے تھے غاضی غافل بیٹا  
حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو اور لوگوں کو پیش رکعات  
پڑھنے کے حکم دیا مصلیٰ بہم حشرین رکعت پڑھیں انہوں نے لوگوں کو دھماکا دیا میں کہی  
پڑھیں رکعات پڑھا کر۔ کثیر المال رکعت ۲۸

حدیث۔ عن یحییٰ ابن سعید عن  
عمر بن الخطابؓ امر رجلا ان یصلیٰ  
بہم حشرین رکعت۔ رواہ ابو یزید  
شعبہ فی مسند وائزہ وریث

حدیث۔ عن عبد العزیز ابن رفیع  
قال کان ابی ابن کعب یصلیٰ بالنا  
فی رمضان بالمدينة حشرین رکعت  
وینوی ثلث اخری (ابو یزید ابن ابی شیبہ فی مسند  
وائزہ وریث نوی

حدیث۔ عن یزید بن حصصہ عن  
النا لب بن یزید قال کان یقولون  
علی بن ہذا عرقی شہر رمضان بعشرین  
رکعت۔ بیہقی ۱۷۰ ۲۸

حدیث۔ یزید ابن روحان انہ قال  
کان الناس یقولون فی زمان عمر  
بن خطابؓ فی رمضان ثلاث وشری  
رکعت۔ رواہ بخاری

حدیث۔ عن یزید بن حصصہ عن  
النا لب بن یزید قال کان یقولون  
علی بن ہذا عرقی شہر رمضان بعشرین  
رکعت۔ بیہقی ۱۷۰ ۲۸

حدیث۔ عن یزید بن حصصہ عن  
النا لب بن یزید قال کان یقولون  
علی بن ہذا عرقی شہر رمضان بعشرین  
رکعت۔ بیہقی ۱۷۰ ۲۸

حدیث۔ عن یزید بن حصصہ عن  
النا لب بن یزید قال کان یقولون  
علی بن ہذا عرقی شہر رمضان بعشرین  
رکعت۔ بیہقی ۱۷۰ ۲۸

حدیث۔ عن یزید بن حصصہ عن  
النا لب بن یزید قال کان یقولون  
علی بن ہذا عرقی شہر رمضان بعشرین  
رکعت۔ بیہقی ۱۷۰ ۲۸

حدیث۔ عن یزید بن حصصہ عن  
النا لب بن یزید قال کان یقولون  
علی بن ہذا عرقی شہر رمضان بعشرین  
رکعت۔ بیہقی ۱۷۰ ۲۸







کام امام غزالی فرماتے ہیں۔

التمزاج و هو حشون و كیفیتها مشہورہ و مشفقہ و كرمہ (ایمان، السلام علیہ) شراویج کی پیش رو، کرامت میں اس کی کیفیت مشہور اور معروف ہے۔

موت قلب الدین خالی محدث دہلوی فرماتے ہیں لیکن اجماع میں صاحبہ کا اس پر ذکر ترمذی کی سبیل کیسے ہیں۔ مظاہر حق ۳۳۵ ج ۱

حضرت شاد ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ صاحبہ کو امام ابو زنا بین کے زمانہ میں ترمذی کی سبیل کرامت مقرر ہوئی تھیں۔ فرستے ہیں

وزادت الصغریہ ومن بعدا هم فی قیام رمضان ثلاثا شفا الشیاء۔ الاجتماع لہ  
عین صاحبہ دین بہ جملے قیام رمضان میں تین روزہ کی ہیں۔ مسند ابن ربیع بن ابی بکر کہ اس  
فی مساجدہم و ثلاثا لانه یقیم الشیء علی خاصہم و عاقبتهم وادعوا فی ہول  
سے عوام و خاصہ پر آسانی ہوئی ہے اور اس کو شراعت و کرامت میں ادراکنا مالان کی خبرات میں لکھ  
الہیل مع القول بان صلوة الخوالیل مشہورہ و فی الفصل کا شہدہ صوفیہ لکھا  
کا پڑھنا زیادہ افضل ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول اشارہ فرمایا ہے اور انصاف  
تیسرا الدامی اشارہ الیہ و علمہ و عشقہ و رکعتہ حمید اللہ الباقیہ بیحد  
تاریخ کی پیش رو کرامت ہے۔

اب ابن عریضہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عن ابی سلمہ بن عبد الوہاب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ انہوں نے  
ابنہ اختیرہ مرثیٰ عائشہ رضی اللہ عنہا پر چھارہ آنحضرت صلی  
اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں کیسے ہوتی تھی  
عائشہ و سلمہ فی رمضان فقالت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ آپ روز رمضان  
ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یزید فی رمضان و لاقی غیرہ جللی  
احادی عشرۃ و کلمۃ یصلی اربعاً  
فلان سافر عن حسن من و طول من  
ثم یصلی اربعاً فلان سفل عن حسن  
من و طول من ثم یصلی سفل سفل  
فانک عائشہ فقلت یا رسول اللہ  
تمام قبل ان توتر فتال یا عائشہ  
ان حیض ثنائی و لاینام قلین  
بخاری شریف کتاب التہجد ص ۱۵۵

دستار میں چار رکعت پڑھتے تھے ان کی عمر  
اور طوالت کی بات نہ فرمادیں چار رکعت پڑھتے  
تھے ان کی عمر اور طوالت کا حال نہ فرمادیں  
رکعت و تر پڑھتے حضرت عائشہ نے فرمایا  
فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رکعت  
میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ و تر پڑھتے  
پہلے سو جاتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
عائشہ میری آنکھیں مونی میں پرانی نہیں ہوتا  
(بخاری شریف)

پر حدیث نماز تہجد کے بار میں ہے نہ کہ تراویح کے بار میں کس میں سیدہ عائشہ  
اس نماز کا ذکر فرمادی ہیں جو رمضان کے علاوہ باقی مہینوں میں بھی سال بھر پڑھتی  
ہے وہ نماز ایک نہیں بلکہ تہجد کی نماز ہے چنانچہ عائشہ میں حدیث اور علماء کا یہ تسلیم ہو کر  
ہے کہ حضرت عائشہ نے نماز تہجد کے متعلق یہ تصریح فرمائی ہے۔

علامہ شمس الدین کرمانی شایع بخاری فرماتے ہیں لعل ان النواذیہا صلوة الوتر  
والسوال والجواب اور ذاتی حلیہ یعنی حدیث میں تہجد مراد ہے اور حضرت ابو سلمہ  
ذکر وہ بالاسوال اور حضرت عائشہ کا جواب تہجد کے متعلق تھا۔ والکوب الداری مشرق  
مصحح بخاری ص ۱۵۵

حضرت شاہ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں و صح آنت کہ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
گزارہ ہر تہجد بود کہ بارہ رکعت ہشت یعنی اور صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کیا وہ رکعت دو تہجد تھا پڑھتے تھے وہ تہجد کا نام تھی۔

حضرت شاہ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں روایت بخاری بر نماز تہجد است کہ

در رمضان و غیر رمضان کس لایق بود یعنی وہ نماز تہجد پر محمول ہے کہ رمضان اور غیر رمضان  
میں برابر تہجد رکھو و نمازی عزیزی ہے

پھر یہ بات بھی قابل ملاحظہ ہے کہ اس حدیث میں حدیث عائشہ کو تہجد کے باب  
میں نقل کیا ہے نہ کہ باب تراویح میں ملاحظہ ہو مسلم شریف ص ۱۵۵

سنن ابوداؤد ص ۱۱۹ ترمذی شریف ص ۱۱۹ نسائی شریف ص ۱۱۹ مؤطا امام باک ص ۱۱۹  
اس سے صاف ظاہر ہو کہ ان حضرات کے نزدیک یہ حدیث تہجد جو متعلق ہے نہ کہ تراویح ہو  
امام محمد بن اسماعیل تراویح کے لیے اپنی مشہور کتاب قیام اہل بیت میں قیام رمضان کا باب  
نامہ کر بہت سی حدیثیں اور روایتیں نقل فرمائی ہیں مگر مذکورہ بالا حدیث عائشہ نقل نہیں  
فرمائی کسی مسئلہ کہ ان کے نزدیک یہ حدیث تراویح کے متعلق ہے ہی نہیں دیکھئے قیام  
اہل بیت ص ۱۱۹ ملاحظہ حدیث ابن تیمیہ رحمہ اللہ اعداد متشدد ہیں قیام اہل بیت دیکھئے مسکین  
ہیں یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔

حکایت ابن کثیر روایت کے متعلق ماذنب حدیث امام قرطبی کا یہ قول بھی نظر انداز نہ  
ہونا چاہیے کہ بہت سی اہل علم کس روایت کو مضطرب سمجھتے ہیں یعنی شرح بخاری ص ۱۱۹  
مفسر یہ ہے کہ مذکورہ روایت عائشہ آئمہ کرام کے تراویح کیلئے کسی طرح قابل جہت  
نہیں کہ بخلاف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت والی حدیث کی موافقت پر  
صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے اور یہ روایت نے اسکو مقبول کر لیا ہے۔  
و سوال مسئلہ امیدین کی نائزین کجرات نہ دیکھیں۔

حضرت کون حدیث ہے کہ وہ عائشہ	حضرت ابن عباس
صحابہ ابو ہریرہ نے خبر دی کہ حضرت سید	ابن عباس نے ابو موسیٰ شامی اور حضرت عطاء
ابن عباس نے عائشہ سے جانیس لاری	ابن عباس نے عائشہ سے جانیس لاری
ابن عباس نے عائشہ سے جانیس لاری	ابن عباس نے عائشہ سے جانیس لاری



سنان اہل اوس میں الا شحرہ و حذیفۃ  
بن الیمان کہتے گا کہ یکبر رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم لی الا شحرہ  
والغفر فقال ابو موسیٰ کان یکبر  
اربعاً تکبیر علی الا شحرہ فقال  
حقاً یقیناً صدق فقال ابو موسیٰ  
کان اللہ کنت اکبر فی المہجۃ عیش  
کنت علیہم فقال ابو عاصمۃ وانا  
حاضر مع عبد بن العاص

(رواہ ابو موسیٰ عن عبد بن العاص)

حدیث - محمد بن ابی ہریرہ ابو  
حذیفۃ بن یمان عن ابی ہریرہ عن  
عبد اللہ بن مسعود انہ کاف  
تاردا فی مسجد الکوفۃ وبعہ  
حذیفۃ بن الیمان و ابو موسیٰ الا  
شحرہ لخرج علیہم الولید بن  
عقبۃ بن ابی صبیح و هو اصبر  
الکوفۃ یومئذ فقال ان علیاً  
عبدکم فکیف امنع فقال صبر  
یا ابا عبد اللہ المؤمن کیف یمنع  
فاجابہ عبد اللہ بن مسعود ان

عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ میں نے  
کے تھے تو حضرت ابو موسیٰ شحرہ نے فرمایا کہ  
جانے میں کیا کہیں گی کہ مال میں اس طرح  
بلا ہے سو تو کہیں گی کہ مال میں کیا کہیں گی  
تھے حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ میں نے  
ہرگز ان لوگوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس میں  
لوگوں کی طرح ان میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس میں  
کہیں گی کہ میں اس وقت سید بن العاص کے  
میں موجود تھا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ وہ  
سید کو قوی دیکھتے ہوئے تھے اور ان کی آپ تو حضرت  
حذیفہ ابو موسیٰ شحرہ کی تھے کہ وہ لا ماکو ابیہ  
نقلان کا خدمت میں حاضر ہو کر گھر گئے گا لی  
وہ یہ کہیں گا کہ میں حضرت حذیفہ کے پاس  
ہو جاؤں یہ کہیں گے کہ میں اس سواری آپ ان کو  
بتلائے نبی حضرت ابن مسعود کے حکم پر آؤ  
نہایت سے عزیزان و اقارب کے اور یہ کہ پہلی  
راست میں پہنچے تھے یہ کہیں گے کہ میں اس سواری  
زور لگاؤں کہ میں کہیں گے کہ میں اس سواری  
پہنچے یہ کہیں گے کہ میں اس سواری

بجلی بغیر اذان و قاءمۃ وان  
یکبر فی الاولی خمسۃ و الثانیۃ  
اربعاً و یوالی بین القرائین و یطلب  
بعد الصلوۃ علی راحلۃ  
کتاب دارامہ و مختلف ہذا مذاق

حدیث - حدیثنا شمیم اخیونا لانا  
عن الشعمی عن مسروق قال عبد  
اللہ بن مسعود یصلی التکبیر  
فی العیدین تسع تکبیرات خمس  
فی الاولی و اربع فی الاخری و یوالی  
بین القرائین و یطلب بعد  
الصلوۃ علی راحلۃ و الذراۃ ب  
الحسن و تکبیرۃ الافتتاح و التکبیر  
و ثلاث زوائد و اربع شلث  
زوائد و تکبیرۃ التکبیر

(معنی ابن التامیم)

حضرت عبداللہ بن مسعود کی کوئی چیزوں کی ایفعلیل حضرت مسروق ان کے شاگرد  
فرماتے ہیں۔

حدیثنا: عن خلقمہ و الامم و قال  
کان ابن مسعود یصلی و یصلی  
حدیثنا و ابو موسیٰ الاشعری

اور نازک کے بعد طلب فرماتے ہیں، اشعری اور قزوینی  
العالی میں کوئی چیزوں کی تسبیح میں ہیں انفرادی  
اور دوسری رکن میں بعد القراءۃ  
روایت کیا کہ کتاب دارامہ و مختلف ہذا مذاق

حضرت مسروق سے مروی ہے کہ حضرت عبد  
اللہ بن مسعود نے میں میں کوئی چیزوں کی تسبیح میں  
تکبیرات میں اور چار دوسری میں اور ایک حصہ  
عبداللہ بن مسعود وہ لون کہتوں کا فرقہ کے  
درمیان تکبیرات و اربعین تکبیرات کے  
بعد میں طلب فرماتے تھے اور پہلی رکن  
میں چار تکبیروں بعد اور ایک تکبیر کوئی اور ایک  
تکبیر کوئی اور تین تکبیرات میں میں دوسری  
رکن کی چار تکبیروں بعد اور تین تکبیرات بعد  
اور ایک تکبیر کوئی۔

حضرت عنقر و حضرت اسود بن اسود کو حضرت  
عبداللہ بن مسعود کہ اس حضرت عبد اللہ  
اور ابو موسیٰ اشعری نے ایک ایک طرف سے

فَسَاءَ لَهُمْ سَعَادَاتُ الْعَالَمِينَ  
الْمُتَكَبِّرِينَ فِي الْعَالَمِينَ فَقَالَ  
حَدَّثَنِي عَنْ سَمِئِيلَ الْأَشْعَرِيِّ فَقَالَ  
الْأَشْعَرِيُّ سَمِعَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَدَةَ  
أَقْدَمْنَا وَأَحْلَسْنَا فَمَاتَ اللَّهُ فَقَالَ  
أَمِنْ مَسْعُودٍ كَانَ يَكْبُرُ أَرِيغًا مِثْمَ  
يَقْرَأُ مِثْمَ يَكْبُرُ فَيَقْرَأُ مِثْمَ  
يَقْرَأُ فِي الثَّانِيَةِ فَيَقْرَأُ مِثْمَ  
يَكْبُرُ أَرِيغًا يَحْلَسُ الْقِرَاءَةَ  
وَهُوَ عِبَادَةُ اللَّهِ فِي مَعْنَاهُ

سیدنا امام نے نماز میں کچھ کچھ ایسی باتیں  
کی کہ حضرت عمارؓ نے کہا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ  
سے دریافت کرو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے کہا کہ  
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے دریافت کرو کہ کچھ کہہ  
دیتے ہیں کہ میں اور میں سے ہر قسم کا تہنیت ہوتا ہے  
آپ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ پہلی رکعت میں  
چار کبیریں اور ایک کبیرہ اٹھاتا ہے اور چار تہنیتیں  
پڑھتا ہے پھر قرأت کرتے ہیں دوسری رکعت میں  
پہلی تہنیت اور قرأت کرتے ہیں چار کبیریں اور تین  
تہنیتیں پڑھتا ہے اور ایک کبیرہ پڑھتا ہے۔  
اصناف عبد اللہ

۱۱

گیا اور اس مسئلہ کہ اللہ تعالیٰ کے دیواریں کو سیدنا اختیار کرنا یا نہ کرنا ہے میں دعاؤں اس طرح  
کہنا کہ اللہ فلاں بزرگ کے دیوے سے یا کئی فلاں یا جوست فلاں بزرگ سے یہی فلاں  
جو است پڑی کر کے ہمارے کلمہ حقین اور اہل اللہ جانے ہے۔

حضرت عثمان بن عفان بن حبیب  
قال ان رجلاً من سيرة البصراني  
صلى الله عليه وسلم فقال ان  
ابن الله ان يعاينني فقال ان  
شئت دعوت وان شئت صبرت  
فهو خير لك فقال زادته فقال  
فاهو ان وثقت فيه حسن الوضوء

حضرت عثمان بن عفان بن حبیب  
نفر میں کہ نقدان معاہدہ آپ کا خدمت اللہ میں  
حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی کہ آپ اللہ سے بڑی صحت  
پکے دعا فرمائی آپ نے فرمایا ہوں تو دعا کرواؤں  
اور ہوں تو صبر کرو کہ وہ دعا نقض کا مقدم  
ہے، چنانچہ مسئلہ بہتر ہے اس لئے دعائی کیا آپ  
دعا میں فرمائی کہ آپ نے فرمایا اچھا تو ہمیں طرح

ویدو ہو بیذا الدعاء اللهم انی  
استیکم والوجه الیک بلیک  
محسن فی الوحیة الی الوحیة  
یک الی الی لیقضی لی فی حاجتی  
هذا اللهم فشفعه  
وہو کہ وہ کہیں شیخ دعا کر وہ کہہ اے اللہ میں کہ سوز دعا کرنا  
ہوں اور تجھے تمہارا اہل علیہ السلام کا ہونا بخیر  
تیرے وہاں کہ وہ کہیں شیخ دعا کر وہ کہہ اے اللہ میں کہ سوز دعا کرنا  
ہوں اور تجھے تمہارا اہل علیہ السلام کا ہونا بخیر  
ہو کہ وہ کہیں شیخ دعا کر وہ کہہ اے اللہ میں کہ سوز دعا کرنا  
ہوں اور تجھے تمہارا اہل علیہ السلام کا ہونا بخیر

اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ کہہ کر حدیث میں صحیح اور غریب ہے  
یہ کہ حدیث کو صحیحین نے نہیں روایت کیا لیکن اس کی روایت احمد و عاکم سے نقل کیا ہے  
بروایت عاکم آپ کی روایت سے ان کی بیانی واپس ہو گئی۔

حدیث ابن مسعود روایت ہے کہ جب لوگ تو میں لگا  
خطاب کا فی اذ قتلوا المستقر  
بالعباس بن عبد المطلب فقال  
اللهم انک انتا توسل الیہ  
ببیننا فاستسقینا ولما توسل  
الیک بہم یئیننا فاستسقینا  
حدیث ابن مسعود روایت ہے کہ جب لوگ تو میں لگا  
خطاب کا فی اذ قتلوا المستقر  
بالعباس بن عبد المطلب فقال  
اللهم انک انتا توسل الیہ  
ببیننا فاستسقینا ولما توسل  
الیک بہم یئیننا فاستسقینا

قیس قوا (رواہ ابن ماجہ) کہ اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے  
حدیث ابن مسعود روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حضرت  
آدم علیہ السلام سے فرشتے ہو گئے تب انہوں نے کہا اے اللہ میں کہ سوز دعا کرنا  
ہوں اور تجھے تمہارا اہل علیہ السلام کا ہونا بخیر

حدیث عاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے اور دلائل نبوت میں امام بخاری  
اور طبرانی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔





مذہب ہے نیز جاسمین کی ذات یا ان کے آثار اور عورات وغیرہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں  
بسیار بکرت اور غلطی نہایت تو یہ بھی جائز اور درست ہے۔

صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ الیٰہم کو روئے اللہ عنہا کے آواز اور وہ ظلم  
حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ ایک چیز منقش کمرہ پر جس کے  
واحد و گریبان و آستین میں لڑکی نہایت گنے تھے کمال کو بیٹے کے پاس لائیں اور کہا یہ جناب  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے کہیں ان کی برکت کے نام میں تھا  
ان کی وفات کے بعد میں نے اس کو اپنے قبضہ میں لے لیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی  
کچھ تھے میں اس کو دیکھ کر یہ روئے کو بھائی ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس میں یہ بکرت و توسل  
ہے شفا پاتا ہوں۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہو کہ مسلمانانہ توسل اور بکرت کا فروعی موضوع نہیں  
یہ ہمارا قیود نہیں بلکہ سن اور ناز و جوانی مسلم کے حقیقت شناس شاعر میں حدیث کا بیان  
فیصل ہے۔

ما اظہر من شفا فی التماری کی شرح خواجہ الہامی میں فرماتے ہیں،  
وہ اصل فی التبرکات یا شفاء الصالحین میں یہ حدیث آئی کہ ام سلمہؓ سے بکرت حاصل  
کہہ لے میں سند ہے۔

ما اظہر من شفا فی التبرکات یا شفاء الصالحین،  
وہ اصل فی التبرکات یا شفاء الصالحین،

ترجمہ نوری شریف مسلم میں لکھے ہیں،

فیہ التبرکات جلا والصلحین وصالہہ یعنی آثار الصالحین اور ان کے لباس  
سے بکرت و شفا کے اس سند میں حدیث کے اندر موجود ہے۔

وہاں تفسیر الدار الشیعہ الاسلام اور علامہ زرعی کی کہیں کے تامل ہیں مثنیٰ کہ

نواب صدیق حسن خاں جیہ مغفور تک شیعہ طبع الامام ہیں رتہ ملازم ہیں، اور ہیں جیہ اصل است  
ہر جہاز استغفار بلورست برنگان و ہون آں و برکت بسبب ماسات بہر ان ایشان۔

## ایک شنبہ اور اس کا جواب

یہاں پر بعض حدیثات کی طرف توجہ پیش کیا جاتا ہے کہ خدا کی ذات انہی اہل اور  
ارفع ہے کہ اس کے اوپر کسی بھی شے کو چنے کے حق کا نہیں قائم کرنا اس کی شان عظمت  
کے متافی ہے لہذا اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق نہیں ہے اور کسی پر کوئی چیز بھی واجب ضروری  
نہیں ہے پھر بعد ازیں کوئی دعا میں بھی فلاں یا جبرمت فلاں کہنا اس طرح جائز ہو سکتا ہے  
فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے ویسک وان یقول النوح فی وعاشر حق فلاں یا یحق  
انہی یا ملک لاند الحق للخلق علی الخلق یعنی دعا میں کسی آدمی کا حق فلاں یا یحق  
انہی یا ملک کہ نہ ہو کہ کوئی مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ پر بندے کے حق کا مطلقا انکار کرنا اور یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ  
پر کسی کا کوئی حق نہیں ہے صحیح حدیث کے خلاف اور معارض ہے صحیح بخاری و مسلم  
اور دیگر کتب حدیث میں معاذ بن جبل سے روایت ہے،

قال اکثرت روف النبی صلی اللہ	حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ میں
علیہ وسلم علی حارث بن عیین و	آنحضرت سے کہجئے عمار پر سوار تھا جبکہ وہ آپ
بینہ الامو حرة الیصل فبق ال یا	کہ زمین پر کہجیل گویا حق آپ نے فرمایا
معاذ هل تترک ما حق اللہ علی	کہ نہ معاذ تو کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے
عباد و ما حق العباد علی اللہ	بند پر یہ حق کیا ہے اور کیا حق بندوں کا اور
قلت اللہ ورسولہ اعلم قال فان	اللہ کہ حضرت معاذ نے فرمایا اللہ اور اس کا
حق اللہ علی العباد ان یعبدوا و	رسول زادہ جانتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رسول

و لا یشرکوا بہ شئیاً و حق العباد  
 علی اللہ ان لا یعدل ب صنف لا  
 یشرک بہ شئیاً قلت یا رسول  
 اللہ اھل البشر بہ الناس و قال  
 لا یشعروہم فبقہ کلوا (متفق علیہ)  
 بیشک اللہ کا حق بندوں کی ہے کہ کسی کو  
 کریم اور اس کا کسی کو شریک نہ کرے اور حق خدا  
 کا ان پر یہ ہے کہ کسی نے اس کا کسی کو شریک نہ کیا  
 اس کا جواب شدہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ  
 تو خود ہی کو تو کہہ دینا وہ اس کے حق پر اور خود ہی کو  
 دینا اور نہ اس پر خود و سرگرمی کے۔

اس روایت کو ابو ہریرہؓ نے بھی صحیح بخاری میں اپنی جگہ ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ  
 شرک سے بچنے والوں کو کسی قسم کا عذاب نہیں دے گا۔ کسی حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق اللہ تعالیٰ پر تو نہ کرے کہ تم میں تو بندوں کے حق کا انکار کرے جس طرح کیا گیا ہے  
 اور یہ کہ اس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ کسی مخلوق کا فائق پر کوئی حق نہیں ہے۔  
 حقیقت حال یہ ہے لغلاف متعدی میں آئے۔ واجب عقل میں کاشیوت اور لازم  
 و حق عقلیہ تعلیم سے ہوتا ہوا اس کا خلاف متنبہ اور مثنوی عقل جو۔

معتد و چونکہ صلی اللہ تعالیٰ پر عقل واجب اور ضروری قرار دیتے ہیں اس لئے  
 ان کے نزدیک اہل توحید کی مغفرت اللہ تعالیٰ پر عقل واجب اور اہل سنت و اہل اہمیت کسی  
 فعل کو اللہ تعالیٰ پر عقل اور آقا و اہل بیت علیہم السلام کے لئے عقل واجب کی تردید میں کیا ہو  
 الحق اللہ تعالیٰ علی الخلق کہ اللہ تعالیٰ پر کسی مخلوق کا کوئی حق واجب اور لازم بخیر و  
 عقل نہیں۔

اس اللہ تعالیٰ نے جو فضل سے اہل توحید کی مغفرت کو اپنے اوپر لازم کر دیا ہے۔  
 "ما اظہر انہ فیہ" ہے الحق الخلق علی الخلق انہ لا حق الہم وجوباً علی اللہ تعالیٰ  
 لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ جعل الہم حقاً فی فضلہ پس پادریہ حق کسی کو  
 عقلی کو منع کیا گیا ہے اور اہل سنت جب عاریہ کر استعمال کرتے ہیں تو معتد و عقلیہ خواہ





صرف ذالک فی وجوہ و معانیہ ثم  
قال و یحاک اندر ایست تشیع با اللہ  
علی اعدائشان اللہ اعظم من  
ذالک و یحاک اندر صا اللہ  
ان عرشہ علی منہواتہ عکذا  
و ذالک یا صبعہ مثل القبة علیہ  
وانہ لیا طیبہ اعلیٰط الوصل  
یا ترکب  
نہ مئی کہ آپ کے رخصت کے چہوں پر میں اس  
کا اثر محسوس ہونے لگا اس کے بعد آپ نے  
فرمایا ہے موقوف خدا کی سفارش کسی کے  
میں نہیں ہیں کی حال اللہ تعالیٰ کی شان اس  
سے بہت بڑا و بڑتر ہے تو جانتا ہوں ہے کہ اللہ  
تعالیٰ کی ذات پاک کستور پند ہوس کا مرثیہ  
تو تفری پر اس طرح فاقہ ہوا کہ اس کا نقشہ آپ نے  
لے لیا انھیں سورت کی شمع بن کر رکھ لیا اور وہ  
اس کی عظمت ہوس طرح چہرہ پر لایا ہے عیاں کہ

زوداد وجود آور

نیا کھارو سوار کے ہونے سے چہرہ پر کرنا ہے ۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے

یہاں اس اعرابی نے خدا رسول کا نقشہ دکھایا اس قسم کا کوئی اور نقشہ کبھی خدا میں  
میں ایک دو ستر کو سفارش کا حق ہوتا ہے اسی لئے اس نے اپنے پر واز خیال کے مطابق  
خدا کی سفارش رسول کی بارگاہ پر یہ پیش کیا کہ رسول کی پوری تو جہاں و شہادت کی تائید  
جہدوں کے مگر رسول نے اسے سمجھا کہ خدا کی ذات اعلیٰ اور ارفع ہے کہ اس کو کسی چیز  
سے مجھے کے سامنے سفارش کا نہیں تمام کرنا اس کی شان عظمت کے متناقی ہے سب رسول  
اسی کے دہار کے سفارشی ہیں اور وہی اس کی اجازت کے بعد حضرت معصوم کی یہ اصلاح  
صرف تہائی و حق بلکہ اس نے شہادت عظمت کے ساتھ ہی کہ وہ عزت کے چہرہ پر لایا گیا اس کا  
اثر نمایاں معلوم ہو رہا تھا اس حدیث کو وسیلہ کے عدم ہر جز پر پیش کرنا اعلیٰ اور بجا و راستہ

نقطۃ السلام

محمد اسحق